ماہنامہ

حنا

مارچ 2020

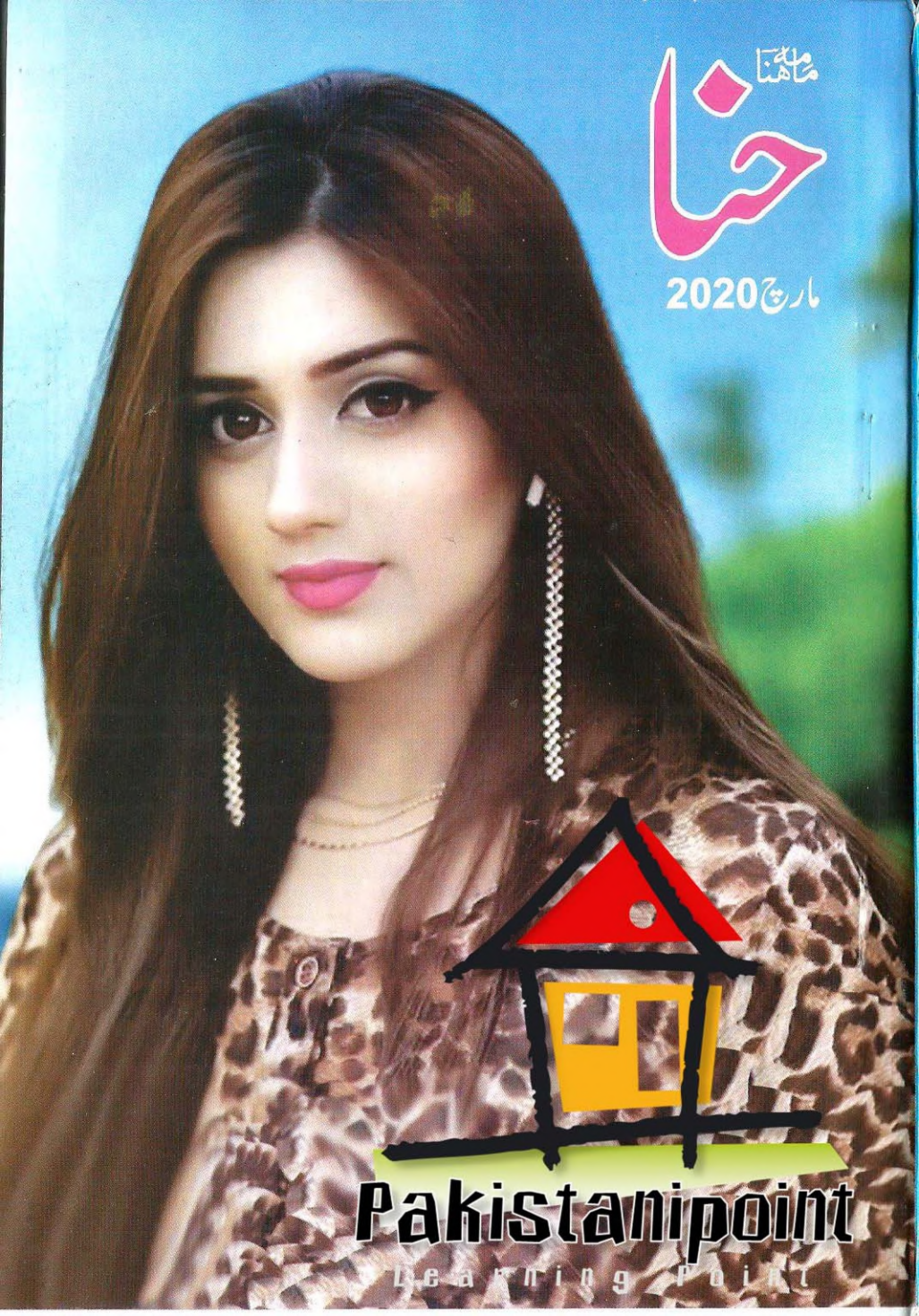

Pakistanipoint
Learning Point

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — شاہ محمد عثمان رضا — 7
نعت — شاہ محمد عثمان رضا — 7
پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں — ادارہ — 8

انشاء نامہ

آپ کی عمر کیا ہے؟ — ابن انشاء — 11

سلسلے وار ناول

اُمید صبح جمال — اُم مریم — 14
اسیر عشق — سدرۃ المنتہیٰ — 156

مکمل ناول

فسونِ حُب — ریحانہ آفتاب — 34
ولی — مریم ماہ منیر — 126

ناولٹ

اے عشق قضا نہ کرنا — شفق افتخار — 70
سنو جیت ہو تم — نورین چوہان — 104
سارے موسم دھیان — ثوبیہ نورالعین — 196

افسانے

محبت کا ستارہ — ثنا کنول — 151
تربیت کا فرق — عنبرین ابدال — 177
ایک ملن کی شام — غزالہ جلیل راؤ — 187
نظر انداز — اُم اقصیٰ — 222

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، اور نہ کیسی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے، خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

Waqar Azeem www.paksitanipoint.com

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ — تحریم محمود — 226

بیاض — تسنیم طاہر — 228

رنگ حنا — بلقیس بھٹی — 234

میری ڈائری سے — صائمہ محمو — 230

حنا کی محفل — عین غین — 232

حنا کا دستر خوان — افراح طارق — 236

کس قیامت کے یہ نامے — فوزیہ شفیق — 239

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماهنامه حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37310797, 042-37321690 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

کچھ باتیں ہماری

قارئین کرام! مارچ 2020ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

جدید ٹیکنالوجی نے جہاں بہت سی آسانیاں بہم پہنچائی ہیں وہاں اس کا غلط استعمال بہت سے مسائل کا باعث بھی بن رہا ہے، دنیا گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں لیکن حقیقی رشتوں کے مابین فاصلے بڑھ گئے ہیں، پوری دنیا سے رابطے ہیں لیکن ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بچوں کو والدین سے بات کرنے کی فرصت نہیں، ہزاروں کی تعداد میں ان دیکھی دوستیاں بن رہی ہیں لیکن ساتھ بیٹھا بھائی کس تکلیف میں مبتلا ہے، اس سے لاعلم، سوشل میڈیا، فیس بک اور ٹیوٹر کا استعمال کرنے والے لاکھوں کروڑوں ہیں، کوئی بھی بات خواہ وہ جھوٹ ہو یا سچ، ایک کلک کے ذریعے لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچ جاتی ہے، ایک میسج خواہ اس کا تعلق کسی کی نجی زندگی سے ہو یا کوئی اجتماعی مسئلہ ہو۔ بنا تصدیق کیے بغیر سوچے سمجھے ایک کلک کرکے آگے بڑھا دیا جاتا ہے، سوشل میڈیا پر مکمل آزادی حاصل ہے، آپ جس طرح چاہیں اپنے نظریات و خیالات کی ترویج کر سکتے ہیں۔

اس جدید ترین ٹیکنالوجی کا ایک خطرناک ترین پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے ہمارے مذہب کے متعلق گمراہ کن عقائد کی ترویج کی جارہی ہے، احادیث اور قرآنی آیات کا ترجمہ سوشل میڈیا پر آتا ہے اور ہم انگلی کی ایک جنبش سے آگے بڑھا دیتے ہیں، کبھی یہ سوچنے یا تصدیق کرنے کی زحمت نہیں کرتے کہ قرآن پاک کی آیت کے ترجمے کے نام پر جو بھیجا گیا ہے، قرآن پاک میں وہ آیت موجود بھی ہے یا نہیں، کسی نے قرآن پاک کی آیت کے ترجمے میں تحریف تو نہیں کر دی ہے یا جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر کے فیس بک یا ٹیوٹر پر لگائی گئی ہے، وہ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہی ہے۔

کبھی چار لوگوں کو آگے میسج کرنے پر مراد پوری ہونے کی پیش گوئی کی جاتی ہے تو کبھی کسی مہینے کی پہلے مبارک باد دینے پر جنت کی بشارت دی جاتی ہے، خوشی یا خوش خبری اللہ کے کرم سے ملتی ہے، کسی میسج کو آگے پہنچانے سے نہیں ملتی، مرادیں بھی اللہ ہی پوری کرتا ہے اور جنت کا حصول بھی اس قدر آسان نہیں ہے کہ پہلے مہینے کی پہلے مبارک باد دینے سے جنت واجب ہو جائے۔ جنت ہمیں اللہ پر کامل یقین اور ایمان کے ساتھ اللہ کے احکامات پر عمل کرنے اور اس کی رحمت سے ملے گی۔ اسلام پر کچھ لکھنے یا آگے بڑھانے سے پہلے ہمیں اسلامی تعلیمات سے پوری طرح آگاہ ہونا چاہیے اور کسی بھی بات کو آگے بڑھانے سے پہلے اس کے متعلق تصدیق کر لینا چاہیے کہ اس میں کتنی صداقت ہے۔ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو تصدیق کیے بغیر آگے بڑھا دے، خصوصاً دین کے معاملات میں تو بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے، کیونکہ ہم اس طرح غلط عقائد کو پھیلانے میں معاون اور مددگار ہو سکتے ہیں۔

اس شمارے میں:۔ ام مریم اور سدرۃ المنتہیٰ کے سلسلے وار ناول، ریحانہ آفتاب اور مریم ماہ منیر کا مکمل ناول، شفق افتخار، نورین چوہان اور ثوبیہ نور العین کے ناولٹ، ثناء کنول، عنبرین ابدال، ام اقصیٰ اور غزالہ جلیل راؤ کے افسانوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار طاہر محمود

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

حمد باری تعالیٰ

تیری ذات اعلیٰ صفات ہے
تو رحیم ہے تو کریم ہے

تو گمان و فہم سے دور ہے
تیرا ذرے ذرے میں نور ہے

تو ہی کار ساز جہان ہے
تیرے ہاتھ راقم کی جان ہے

ہے تیری رضا میری زندگی
تیری یاد ہے میری بندگی

تو ہی جسم و جاں میں مقیم ہے
تیری ذات اعلیٰ صفات ہے

تیرا بندہ سالک بے نوا
کرے کس زباں سے تیری ثناء

کہ یہ ادنیٰ ہے تو عظیم ہے
تیری ذات اعلیٰ صفات ہے

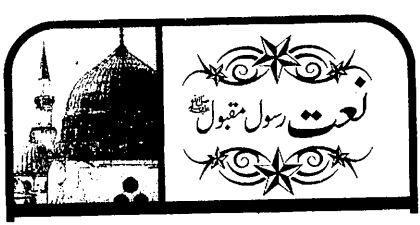

شاہ محمد عثمان رضا

نعت رسول مقبول ﷺ

آئی نبیؐ کی یاد تو دل شاد کر گئی
ان کے مریض عشق کی قسمت سنور گئی

گھیرا ہوا تھا گردش ایام نے مجھے
یاد نبیؐ یہ مشکلیں آساں کر گئی

سینے میں نور بھر گیا دل پر ہوئی جلا
نعت رسول پاک بڑا کام کر گئی

بادصبا دیار مدینہ سے آئی تھی
زلف نبیؐ کی خوشبو سے سرشار کر گئی

ان کی نگاہ خاص پہ قربان جایئے
دنیا کے پیچ و تاب سے آزاد کر گئی

بحر معصیت میں جو پھنس گئی کبھی
ان کے کرم سے ڈوبتی کشتی ابھر گئی

سالک سیاہ تھے میرے اعمال تو مگر
فرد عمل کچھ ان کے کرم سے سنور گئی

شاہ محمد عثمان رضا

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

ادارہ

وقار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

''جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ (آرام سے معمول کی چال) چلتے ہوئے آؤ اور سکینت اختیار کرو جو نماز امام کے ساتھ پالو، وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے، اسے پورا کرلو۔''

(بخاری و مسلم)

مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں۔

''تمہارا ایک آدمی جب نماز کا قصد کر لیتا ہے تو وہ نماز (کی حالت) ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل:۔

1۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے حصول کے لئے دوڑ بھاگ کر آنا منع ہے کیونکہ یہ وقار کے خلاف ہے جبکہ حکم وقار اور سکینیت (سکون) اختیار کرنے کا ہے، بالخصوص نماز وغیرہ کے لئے آتے وقت۔

2۔ جب انسان گھر سے وضو کر کے نکلتا ہے تو اسی وقت سے اسے نماز میں شمار کرلیا جاتا ہے۔

3۔ امام کے ساتھ ملنے والی رکعت مقتدی کی پہلی رکعت ہوگی، بعد میں جو ادا کرے گا وہ آخری رکعتیں ہوں گی اور یہ بات عقل و نقل (دلائل) کے عین مطابق ہے۔

تیز رفتاری

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عرفے کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (عرفات سے) واپس لوٹ رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ، مار اور اونٹوں (کے بڑبڑانے) کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کوڑے کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

''اے لوگو! سکینت اختیار کرو (یعنی سکون سے چلو) اس لئے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔''

(بخاری، مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل:۔

1۔ اس میں بھی وقار اور سکون اختیار کرنے اور تیز روی سے اجتناب کی تلقین ہے، مناسک حج کی ادائیگی کے دوران مقامات حج پر اس ہدایت پر عمل کرنے کی بڑی شدید ضرورت ہے کیونکہ وہاں ہر جگہ انسانوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے، ایسے میں ایک دوسرے کو دھکیل کر خود تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش دوسروں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے جس کا مشاہدہ ہر سال ایام حج میں ہوتا ہے لیکن مسلمانوں میں صبر و ضبط کی کمی اور اپنے مذہب کی اخلاقی ہدایت سے نا آشنائی یا بے اعتنائی کی وجہ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو پاتا اور سعودی حکومت کے بے مثال اور وسیع انتظامات

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کے باوجود انسانی جانوں کا ضیاع تقریباً ایک معمول سا بن گیا ہے۔

مہمان کی عزت وتکریم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''کیا تیرے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟ جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے سلام کیا، حضرت ابراہیم نے بھی جواب میں کہا: سلام (اور کہا: یہ) انجانے لوگ ہیں، پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک پلا ہوا بچھڑا (بھون کر) لائے اور ان کے قریب کیا اور فرمایا۔

''تم کھاتے کیوں نہیں؟'' (سورۃ الذاریات 27-24)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''لوط کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے، حضرت لوط (علیہ السلام) نے فرمایا۔

''اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں، چنانچہ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی نہیں ہے؟'' (سورۃ ہود 78)

فائدہ آیات: قرآن مجید کے ان دونوں مقامات پر مہمانوں کی عزت وتکریم کا ذکر ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں۔

مہمان کی عزت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (رشتے داروں سے حسن سلوک) کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل:۔

1۔ مہمان کی عزت کرنے کا مطلب ہے، خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے، حسب استطاعت، خوش دلی سے اس کی مہمان نوازی کرے اور اس کے آرام و راحت کا خیال رکھے۔

2۔ صلہ رحمی کا مطلب، رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔

3۔ گفتگو کم کرنے کا مطلب ہے کہ بے وجہ اور فضول باتوں سے گریز کرے، زبان کو ذکر الٰہی توبہ واستغفار اور کلمہ خیر کے لئے وقف رکھے یا پھر زیادہ خاموش رہے، یہ تینوں خوبیاں ان لوگوں کی بتلائی گئی ہیں جو صحیح معنوں میں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ ان میں کوتاہی کرنے والوں کا ایمان ناقص اور خام ہے۔

مہمان کا حق

حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔''

صحابہ نے عرض کیا۔

Waseem Azeem
www.pakistanipoint.com

''اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا حق کیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک دن اور رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے، جو اس کے علاوہ ہو، وہ صدقہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مہمان کا قیام

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس (اتنا زیادہ) ٹھہرے حتی کہ اسے گناہ گار کردے۔''

صحابہ نے پھر عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کو گناہ گار کیسے کرے گا؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے جس کے ساتھ وہ اس کی مہمان نوازی کرسکے۔''

فائدہ: اس میں مہمان نوازی کے مزید آداب و حدود کی وضاحت ہے کہ پہلے دن اور رات عمدہ کھانے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے بعد دو دن مزید معمول کے مطابق مہمان نوازی کی جائے، تین دن کے بعد مہمان کو چاہیے کہ وہ وہاں سے چلا جائے، تاہم اگر وہ نہ جائے تو اس کے بعد مہمان نوازی بطور صدقہ ہوگی۔''

خوش خبری

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دی کہ (ان کے لئے) جنت میں موتیوں کا گھر ہوگا، جس میں نہ شور ہوگا نہ تکان۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کے علاوہ خیر کی خوش خبری دینے کا اثبات ہے۔

جنت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور باہر نکل گیا، (اپنے دل میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور آج کا دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی گزاروں گا۔

چنانچہ میں مسجد میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت (لوگوں سے) پوچھا تو صحابہ نے بتلایا۔

''کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف کا رخ فرمایا ہے۔''

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں۔

''پس میں آپ کے قدموں کے نشانات پر آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نکل کھڑا ہوا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بئر اریس (قباء کے قریب ایک باغ) میں پہنچ گئے۔

میں دروازے پر بیٹھ گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرمالیا تو میں آپ کی طرف گیا تو دیکھا کہ آپ بئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور پنڈلیوں کو ننگا کرکے کنویں میں لٹکایا ہوا ہے۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

انشاء نامہ

آپ کی عمر کیا ہے

انشاء نامہ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

معاف فرمائیے، یہ سوال آپ سے نہیں ہے، کیونکہ ہمیں آداب مجلس سے اتنا بھی بے بہرہ نہ جانیے کہ ہم خواتین سے اس قسم کا اشتعال انگیز سوال کریں گے، یہ ہمیں اتنا سادہ جانیے کہ آپ جواب میں جو کچھ فرمائیں گی، (آپ سے مطلب آپ نہیں، آپ تو ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں، دوسری خواتین کی بات ہے) اس میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں ملائیں گے، دراصل آپ کی عادت بھی پختہ ہو چکی ہے، ہماری بھی، صرف آپ کی عمر کے بارے میں نہیں، سودا سلف کی خریداری میں بھی۔

ہمیں ایک چھاتا خریدنا تھا، دکان دار نے کچھ قیمت بتائی، ہم نے سنا، سات روپے، فوراً اپنے اصول کے مطابق کہا۔

''چھ روپے لینے ہوں تو دو۔'' بلکہ یہ بھی کہا کہ۔

''ابھی کل ہی ہم نے بوہری بازار سے چھ روپے میں ایسا ہی چھاتا لیا ہے۔'' دکاندار مسکرا کر بولا۔

''جی میں نے سات روپے نہیں کہا، چار روپے کہا ہے۔'' ہم نے اپنے اصول کو پھر بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور کہا۔

''چار روپے؟ زیادہ ہیں چار روپے، تین روپے منظور ہوں تو ٹھیک، ورنہ ہم چلے۔''

خواتین کے بارے میں ہمارا اصول یہ رہا ہے کہ جہاں کسی نے عمر بتائی، ہم نے اس میں پندرہ سال اپنی طرف سے ملا لئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ قیام پاکستان کے بعد ایک خاتون سے ہم نے ان کا سن شریف پوچھا تو انہوں نے انیس برس بتایا، یہ 1948ء کی بات ہے، 1963ء میں ہماری جاننے والی ایک صاحبہ کو ان سے یہ ہی استفسار کرنے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک انیس برس ہی کی ہیں اور 1947ء کے ہنگاموں کے بارے میں فرماتی ہیں کہ۔

''ہاں ہاں کچھ کچھ ہو یاد ہے میری عمر اس وقت تین چار برس کی تھی، اس سے ہمارا یہ نتیجہ نکالنا قدرتی بات تھی کہ خواتین کی عمر میں ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جب وہ پندرہ سال بعد اپنی اگلی سالگرہ مناتی ہیں، بعد میں تجربے سے پتا چلا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں، بعض دس سال ہی میں سالگرہ مناتی ہیں اور ایسی تعجیل پسند بھی دیکھنے میں آئیں کہ آج بیس برس کی ہیں اور پانچ ہی سال بعد خود کو اکیس برس کی بھی کہنے لگیں۔''

عمر کے باب میں چین میں ہم سے بہت دھوکا ہوا، پہلے تو یوں کہ پیکنگ یونی ورسٹی کی اردو طالب اور طلبا سے ہمارا تعارف ہوا تو ہم نے ان کے سن و سال کے اعتبار سے ''بلو کا بستہ'' اور ''چاند تارا'' وغیرہ کتابیں تحفے میں دیں اور پھر ان کو اپنے ہوٹل میں چائے پر بھی مدعو کیا، کوئی پانچ سات بچے بچیاں اس میں شریک ہوئے، ایک بچی کا خط بہت اچھا تھا، ہم نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پوچھا۔

''کیا عمر ہے تمہاری؟'' ایک لڑکا بول اٹھا۔

''بیس برس کی ہیں جناب! مجھ سے بڑی ہیں۔'' ہم نے کہا۔

''دیکھو مذاق نہیں کرتے۔'' اس بچی نے بھی کہا۔

''جناب بڑا شریر ہے یہ، غلط کہتا ہے، 15 مئی کو میں بائیس برس کی ہو جاؤں گی۔'' ہم فوراً الگ ہو کر بیٹھ گئے اور بلو کا بستہ وغیرہ واپس لے کر ان کو موزانہ دبیر وانیس اور آثار الصناد وغیرہ دیں، ان کی استانی سنجیدہ صورت، حد سے حد چالیس برس کی لگتی تھی، لیکن ہم سمجھ گئے کہ تینتالیس کی ضرور ہوں گی، طالب علموں سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔

''جناب تیس برس کی ہیں ہماری استانی۔''

☆☆☆

لیکن جو حادثہ دوہان میں ہم پر گزرا، قدرے زیادہ عبرت ناک ہے، وہاں دریائے انگسی کے کنارے تین شہروں کا اتصال ہے، جن میں ایک شہر ہانکو بہت مشہور ہے، یہاں ایک ڈراما ہو رہا تھا، مضمون تو اس کا جو تھا سو تھا، لیکن ہیروئن اس کی من موہنی تھیں، ریشم کی طرح گداز کونپل کی طرح نازک، شیریں آواز، ڈرامے کی جان تھیں، ہم نے پیر صاحب قبلہ (پیر حسام الدین راشدی) سے جان کی امان پا کر عرض کیا کہ اس دلیں میں ہر چند کہ دل کے کاروبار کی اجازت نہیں، تاہم آپ کو اعتراض نہ ہو تو اپنی دلوں کی پوٹلی میں سے ایک آدھ اس بانو کو نثار کر دیں، بولے۔

''بانوئے فشنگ است یعنی ہاں یہ ماہ رو ہے اسی لائق، لیکن لڑکی نہیں عورت ہے۔'' ہم نے کہا۔

''پچیس برس سے زیادہ نہیں۔'' پیر صاحب فرمانے لگے کہ یہ تمہارا حسن ظن ہے، تیس سال کی ضرور ہوں گی، خیر ہم کھیل کھیلتے رہے اور دل ہی دل میں اشعار آبدار موزوں کرتے رہے، ڈراما ختم ہونے کے بعد ہم اس کے آرٹسٹوں سے

www.pakistanipoint.com Waqar Azeem

ضرور ملا کرتے تھے، اب کے بھی اسٹیج کے پیچھے گئے اور سب سے شرف تعارف حاصل کیا، اس بی بی سے ہم نے اپنے دل کے بارے میں تو کوئی بات نہ کی ہاں یہ کہا کہ۔

''آپ کا کمال فن ہمیں پسند آیا، اس چھوٹی عمر میں فن پر یہ قابو؟ سبحان اللہ۔'' بولیں۔

''تعریف کا شکریہ، لیکن میں کافی دنوں سے اسٹیج پر کام کر رہی ہوں۔''

''کتنے برس سے؟'' کسی نے پوچھا۔

حساب لگا کر بولیں۔

''کوئی چالیس برس سے، 1926ء میں پہلے ڈرامے میں کام کیا تھا، اس وقت دس برس کی تھی۔''

☆☆☆

ہمارا ترجمان نو، دیکھنے میں چالیس سے زیادہ کا نہ لگتا تھا، اس کی عمر کے بارے میں ہم نے اسے یہ ہی اندازہ بتایا تو ہنس کر بولا۔

''ابھی تو پچھلے مہینے میں چوبیس برس کا ہوا تھا۔'' اس کے بعد ہم نے ذرا احتیاط اختیار کی، اگر کوئی چینی ہم سے پوچھتا کہ ذرا میری عمر کا اندازہ کرو تو ہم محض تخمینہ بتاتے تھے کہ بھیا تم بیس سال سے کم کے نہیں ہو اور ساٹھ سال سے کسی صورت زیادہ نہیں ہو، آپ یقین نہیں کریں گے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارا یہ اندازہ اکثر و بیشتر صحیح ثابت ہوتا تھا۔

ایک عزیزہ سے ہماری بے تکلفی تھی، لہٰذا ہم نے ان سے کہا کہ یہ آپ کی زیادتی ہے کہ پانچ سال پہلے بھی آپ تیس برس کی تھیں، اب بھی تیس برس کی خود کو بتاتی ہیں، بولیں۔

''جناب انسان کی ایک زبان ہوتی ہے، یہ نہیں کہ آج کچھ کہا، کل کچھ اور بیان دے دیا۔ آپ پانچ سال بعد بھی پوچھیں گے تو انشاء اللہ یہ ہی جواب ملے گا۔'' ہم شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

اس ضمن میں اپنے ایک شناسا کی مثال بھی یاد آتی ہے اور اگرچہ اخبار خواتین میں ہمیں خواتین کے ذکر سے باہر نہ جانا چاہیے تھا، لیکن ایک آدھ استثنا میں حرج نہیں، یہ صاحب ہمیں گاڑی میں ملے تھے، اس وقت ان کی عمر تیس برس کی تھی، ایک سال بعد ہمارے ایک دوست کے ہاں ان کے رشتے کی تجویز آئی تو پتا چلا کہ اٹھائیس کے ہیں، رشتہ تو نہ ہوا، لیکن اس کے اگلے برس پھر ان سے ملاقات کی تقریب نکل آئی، وہ ایک نوکری کے انٹرویو میں آئے تھے اور ہمیں بھی انٹرویو بورڈ میں بٹھا لیا گیا تھا، ہم نے پوچھا۔

''سن شریف؟'' جواب ملا۔

''چونیس کا ہوں جی۔'' جبکہ ہمارے حساب سے وہ اس وقت چھتیس کے ہونے چاہیے تھے، ہم نے کہا۔

''صاحب زادے اتنی رفتار تیز مت کرو، ورنہ دو ہی سال میں سن بلوغت کو پار کر کے نیچے پہنچ جاؤ گے، چار سال بعد گھٹنوں چلنے اور تتلانے لگو گے اور پانچ برس بعد کی کیفیت ہم عرض نہیں کر سکتے، سال کے عمر سے فقط ایک سال گھٹا لیا جائے تو ابھی خاصے دن چل سکتے ہو۔''

☆☆☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

امیدِ صبحِ جمال

اُم مریم

پانچویں قسط کا خلاصہ

والدہ سلمان کے مطالبے پہ ڈسٹرب ہیں، مگر اس کی ضد کے آگے بے بس بھی اس کی خواہش ہے عمامہ کے ہاں پھر سے رشتہ لے کر جائیں، انکار کی صورت میں وہ اپنے تعارف کا کہتا ہے، اسے یقین ہے اس تعارف کے بعد انکار نہیں ہوسکتا۔

صندلین کو حسین کے سوا کچھ نہیں سوجھتا اسے پانے کی خاطر وہ پیروں فقیروں کے چکروں میں پڑ رہی ہے، مگر دادی کو اس کی حرکتوں کا ابھی علم نہیں۔

آیت کی مام کو آیت پہ انوکھا شک ہو چکا ہے، ان کا خیال ہے آیت پہ اس ہینڈسم معیز کی اچھی شکل کا جادو چل گیا ہے۔

حمدہ کی آزمائش نئی کروٹ بدلتی ہے، اس کی ماں کو کینسر تشخیص ہوتا ہے تو سرراہ ملنے والے حسین شاہ سے مدد کی اپیل کر دیتی ہے۔

معیز آیت سے نارمل انداز میں تعلق نبھانا چاہتا ہے مگر آیت اس سے طلاق کا مطالبہ کر کے اسے ڈسٹرب کر دیتی ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

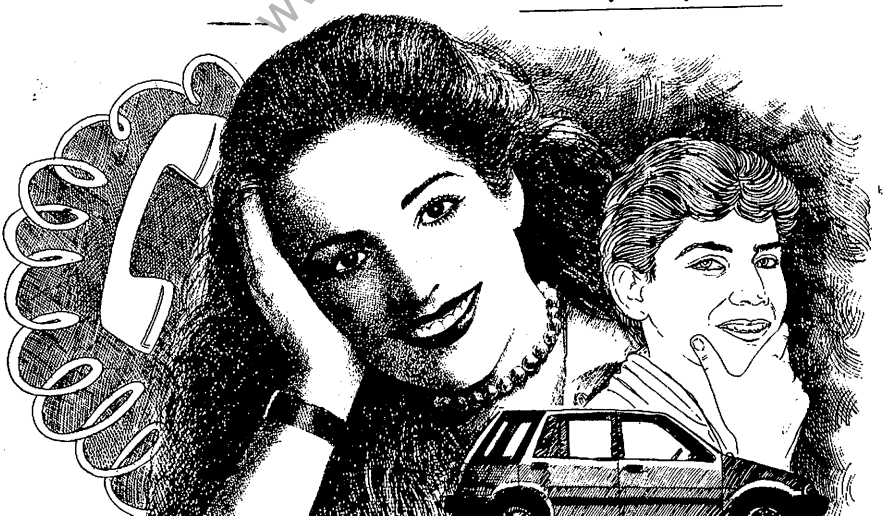

چھٹی قسط

اب آپ آگے پڑھیئے

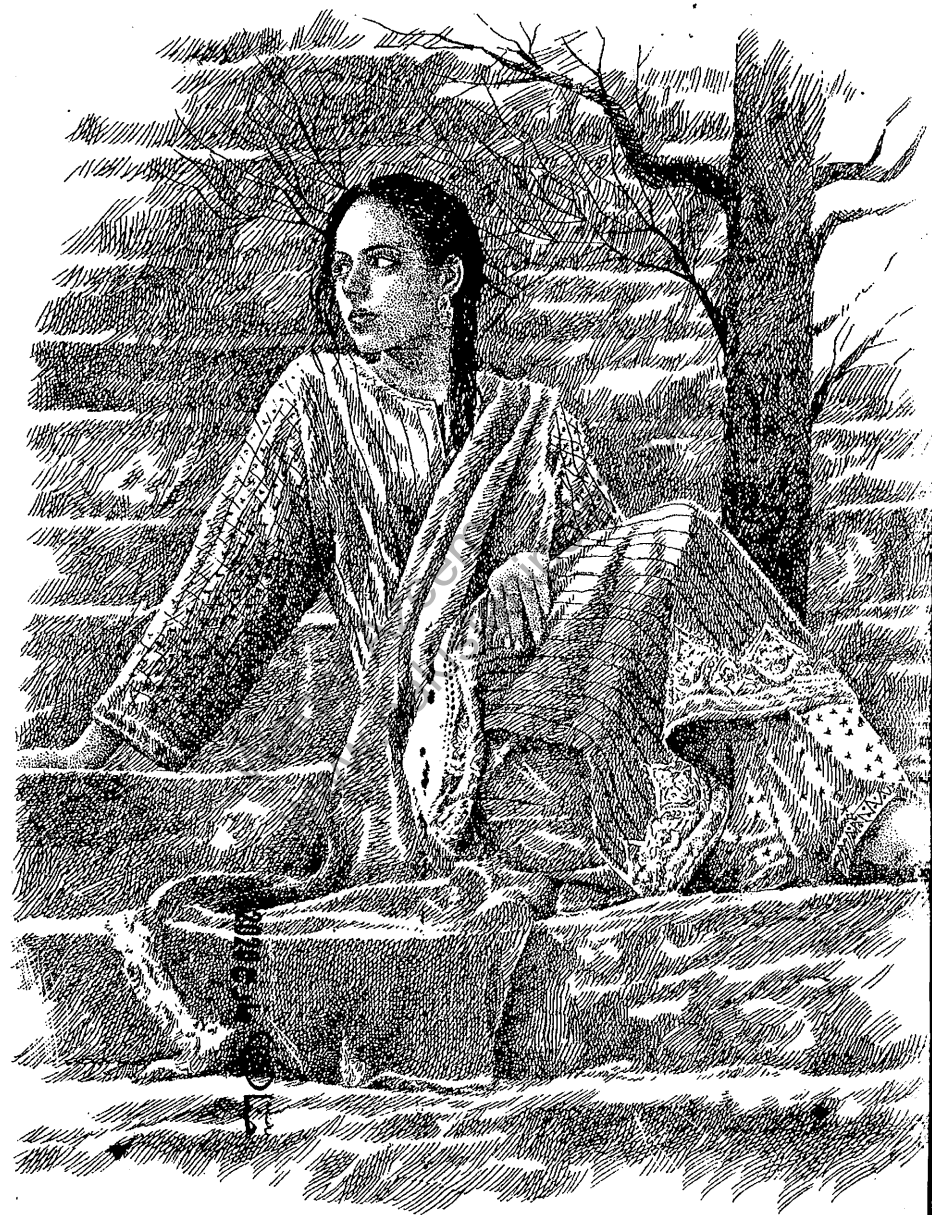

''آپ.....؟''
امی کو ایک لمحہ درکار تھا اس خاتون کی پہچان کو، ماتھے پہ بل، چہرے پہ ناگواری آنکھوں میں تنفر ہی تنفر بھرے وہ انہیں بہت ناراضگی سے دیکھ رہی تھیں۔
''السلام علیکم..... میں!''
''پہچانتی ہوں آپ کو میں اچھی طرح، زحمت کی وجہ بیان کیجئے۔''
خشمگیں نگاہیں، سرد لہجہ، والدہ کے رہے سہے حوصلے بھی جواب دے گئے، عمامہ کو ماں کا رویہ مناسب نہیں لگا مگر بہر حال وہ خاموش رہی، زخم پھر سے جیسے تازہ ہو گئے تھے۔
''دراصل..... میں..... معذرت کرنے حاضر ہوئی تھی اور.....'' وہ اٹکیں، رک رک کر ابھی بات مکمل نہ پائی تھیں کہ امی نے پھر اسی روکھے لہجے میں بات قطع کر ڈالی۔
''معذرت.....؟'' انہوں نے تلخ انداز میں سر جھٹکا۔
''اس کی ضرورت کیوں پیش آئی آپ کو، بہر حال تشریف لے جایئے اور دوبارہ ادھر کا رخ بھی نہیں کیجئے گا۔'' انہوں نے بغیر کسی رعایت کے پھر انہیں جھڑکا، حالانکہ خاتون عمر میں ان سے اچھی خاص بڑی معلوم ہوتی تھیں، عمامہ کو پھر سے امی کا رویہ غیر مناسب لگا مگر مداخلت پھر بھی نہیں کر سکی۔
''بہن..... آپ..... مجھے معاف کر دیں، آپ چاہیں تو میں پاؤں پڑ کے بھی معافی مانگنے کو تیار ہوں، غلطی ہو گئی، میں بہت شرمندہ ہوں۔'' آنکھوں میں آنسو آواز میں کپکپاہٹ چہرے پہ کیسی دلگیر کیفیت تھی، عمامہ کو ان پہ جانے کیوں ترس آیا تھا، کیسی تکلیف دہ صورتحال تھی کہ وہ گھر آئی بزرگ مہمان کی کسی خاطر داری تو کیا کسی معمولی عزت افزائی کی بھی پوزیشن میں نہیں رہی تھی۔
''آپ کیسی انسان ہیں، آپ کو ایک بار کی بات سمجھ نہیں آئی، کہ اس زحمت کی ضرورت نہیں باقی، آپ جائیں یہاں سے۔'' امی نے ایک بار پھر انہیں اسی رہانت آمیز انداز میں جھڑکا تو اب کی بار والدہ کی آنکھوں میں لرزتے آنسو گالوں پہ پھسل آئے تھے۔
''بیٹے..... اصل مجرم آپ کی ہوں میں، بدنصیبی ہماری تھی کہ ہم تمہارے پیارے وجود سے اپنے گھر میں رونق نہیں بکھیر پائے، ہو سکے تو اس بڑھیا کو معاف کر دینا، اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے۔'' ان کے جڑے ہوئے ہاتھوں کا رخ امی سے پھر کر عمامہ کی جانب ہو گیا تو عمامہ نے گھبرا کر جلدی سے ان کے ہاتھ اپنے نرم ہاتھوں کی نرم گرفت میں لے لئے۔
''پلیز آنٹی..... مجھے شرمندہ مت کریں۔'' اس نے آہستگی سے کہتے ان کے ہاتھوں کو تسلی آمیز انداز میں تھپکا، ان کے بہتے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔
''جیتی رہو۔'' شدت جذب کے عالم میں وہ یہی کہہ سکی تھیں۔
''بند کریں یہ ڈرامے، اور یہاں سے نکلیں، نہیں تو میں دھکے مار کر یہاں سے باہر کروں گی آپ کو، اونہہ پتا نہیں کیوں دکھلاوا کر رہی ہیں۔'' امی کا ضبط جواب دے گیا تھا، اس بری طرح سے انہیں دھتکارا کہ عمامہ کو بے حد آکورڈ لگا، والدہ اب کے کچھ کہے بغیر سرخ چہرا لئے پلٹ گئی

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

تھیں، امی کی نظروں میں نفرت تو عمامہ کی آنکھوں میں تاسف پھیلا ہوا تھا۔
''امی پلیز، آپ ان کی ایج کا ہی خیال کر لیتیں۔'' وہ احتجاجی انداز میں کہے بغیر نہیں رہ سکی تو جواباً انہوں نے اسے بھی اسی غصے میں ڈانٹ کے رکھ دیا جو انہیں والدہ پہ آیا ہوا تھا۔
''تم چپ کرو، تمہاری انسلٹ کا بدلہ ہی لے رہی تھی۔'' عمامہ نے سرد آہ بھری، سر زور سے جھٹکا۔
''بدلہ ضروری نہیں تھا امی، پھر وہ ہمارے گھر آئی تھیں۔''
''مجھے جو مناسب لگا میں نے کہا، تم اپنی ہمدردیاں پاس رکھو اپنے۔'' ان کا غصہ ختم نہیں ہو رہا تھا، نخوت سے کہہ کر باہر نکل گئیں، عمامہ ہونٹ بھینچے وہیں کھڑی تھی۔

☆☆☆

اے دل خوف زدہ
آؤ! آؤ کہ یہاں کوئی نہیں
جو بیابانوں کو کچھ اور بیاباں کر دے
خوف ہر چیز کو دیوار بنا دیتا ہے
بھاگتی دوڑتی ڈوبتی لہراتی لرزتی دیوار
برف کا خوف
جما دیتا ہے شریانوں میں
خون کے ساتھ تمناؤں کے جسم و جاں بھی
خون مغموم تو ہو سکتا ہے
خون مظلوم بھی ہو سکتا ہے
خون معدوم نہیں ہو سکتا
آؤ آؤ کہ تمہیں آگ کے در تک لے کر جائیں
اے دل وہم زدہ
جسی کو ہونا ہے اسے ہونا ہے
وقت سے پہل تو پتہ بھی نہیں ہل سکتا
وقت کے اپنے مسائل میں ہمیں کیا معلوم
لون سا وقت کسے کھینچ لے کے آئے گا میناروں پر
اور لٹکا بھی وہیں دے گا انہیں
اور کسے خاروں میں پھینک آئے گا
کالی گھنگھور سی شب تارسی آندھی غاریں
اے دل موت زدہ
آؤ آؤ کہ یہاں کوئی نہیں
لون ہوتا ہے بھلا قبروں میں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہم نے جو کتبے لکھا رکھے ہیں
اس سے پہلے کہ کہیں کھو جائیں
اس سے پہلے کہ کہیں گم ہو جائیں
اپنی تاریخ مقامات کوئی شعر یا آیات
اجاگر کرلیں
موت جو تختی لگا دیتی ہے
بعد میں کوئی ہلاتا بھی نہیں
موت آتی ہے تو پھر مرنا ہے
دور جانا ہے تو پھر جانا ہے
آؤ آؤ کہ یہاں کوئی نہیں
اے دل خوف زدہ
اے دل موت زدہ

انہیں جانے کیا سوجھی تھی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس گھر آ گئیں، حمدہ چیختی رہ گئی تھی۔

''علاج ضروری ہے۔'' مگر انہوں نے ذرا سی جو پرواہ کی ہو۔

''کیا ضروری ہے یہ میں تم سے بہتر جانتی ہوں اور خدا کے لئے اب جو کچھ بھی میں کہوں، اسے ٹالنا نہیں۔'' انہوں نے اس کے آگے ہاتھ نہیں باندھے تھے، بلکہ اس کے پیر پکڑ لئے تھے، وہ لرز گئی تھی، غم کی شدت سے ادھ موئی ہوگئی۔

''کیا کہیں گی آپ، سوائے اس کے کہ آپ علاج نہیں کروائیں گی، مگر یہ بات نہیں مانوں گی میں کسی صورت، میں اب مانگ کر لاؤں یا جو مرضی بیچ کر، مگر آپ کے علاج میں کمی نہیں کروں گی امی، خدارا سوچیں، آپ میرا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں، آپ کے بغیر میں کچھ نہیں ہوں، کیسے ز... رہوں گی میں بس اس ایک پوائنٹ پہ سوچ لیں اور ضد نہ کریں خدارا۔'' وہ رو پڑی تھی، ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر وارفتگی سے چومتے زارو قطار رو پڑی تھی، جواباً انہوں نے اسے نم آنکھوں سے دیکھا تھا اور کتنی دیر یونہی دیکھتیں رہیں گویا آنکھوں کی پیاس نہ بجھی ہو۔

''ساری زندگی اس ایک خواہش کے ساتھ جیتی چلی گئی کہ خدا مجھے جلد اٹھا لے، دراصل میں اپنی پہچان اپنا سایہ تم پہ نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی کہ یہ پہچان یہ سایہ تمہاری قسمت بھی خراب نہ کر دے، لیکن...... جب یہ خواہش پوری ہوئی تو، تمہارے اوپر میری نحوست کی چھاپ لگ گئی تھی۔''

یوں پہلی بار وہ اس پہ اپنا کوئی بھی دکھ عیاں کرتے ہوئے ایسے ٹوٹ کر روئیں کہ حمدہ گنگ... انہیں دیکھتی چلی گئی۔

''میں خود گنہ گار کبھی بھی نہیں تھی، رب شاید ہے کہ میں نے کبھی اس گنہ کو نہیں اپنایا، کبھی اپنے وجود پر اس گناہ کے چھینٹے نہیں پڑنے دیئے، ہاں میرا جرم اس گھر سے میرا تعلق تھا جہاں جسموں کی فروخت کی جاتی تھی، حمدہ...... میری بیٹی تمہارا باپ، ایک بہت امیر شخص تھا، کالج جاتے ہوئے میرے راستے میں وہ ہر روز کھڑا ہوتا، مجھے نہیں معلوم تھا وہ میرے معاملے میں کتنا سنجیدہ تھا مگر میں...

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سنجیدہ ہوگئی تھی، ایک روز میں خود اس کے پاس گئی، اپنی حقیقت اس سے چھپا کر ایک فرضی کہانی اسے سنا دی کہ میرے والدین میری شادی اک بڈھے سے کروا رہے ہیں، اگر وہ مجھے پسند کرتا ہے تو میں اس کی خاطر گھر چھوڑ سکتی ہوں، اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، وہ فوراً مان گیا، وہ کسی حد تک شریف لڑکا تھا، مجھ سے اسی روز نکاح کیا کہ یہ میری سب سے پہلی شرط تھی، اس نے یہ مانی تو مجھے اور کچھ نہیں چاہیے تھا، میں خوش تھی کہ، میں خود کو بچانے میں کامیاب ہوگئی مگر میری قسمت نے مجھے کامیاب نہیں ہونے دیا، وہ مجھے اپنے گھر لایا تو اس کی ماں نے مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا، وجہ وہی کہ گھر سے بھاگی لڑکی کو عزت دینے کو تیار نہ تھیں، احمد بزدل تھا، ماں کے سامنے میرا دفاع نہ کر سکا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے گھر میں ملازمہ کا درجہ دے دیا گیا، میں اس میں بھی راضی تھی، مگر میری زندگی میں ایک اور طوفان اس وقت برپا ہوا جب احمد کا بڑا بھائی احسان اچانک کسی بیرونی دورے سے واپس گھر آیا، رب جانے اس نے مجھے کیسے پہچان لیا مگر میرا بھانڈا پھوڑ دیا، اس نے سب کے سامنے مجھ سے میرا حوالہ پوچھا اور منوا کر دم لیا۔''

''بس پھر کیا تھا، کوئی یہ ماننے کو تیار نہ تھا کہ اگر میرا تعلق کسی کوٹھے سے تھا تو نہ ممکن تھا میں پاکباز ہوئی، میری غلطی یہ تھی کہ احمد سے بھی میں نے اپنی اصلیت چھپائی تھی، احمد مجھ سے ایسے بدگمان ہوئے کہ اسی وقت مجھے طلاق دے ڈالی، مجھ پہ صحیح معنوں میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی، مجھے آدھی رات کو گھر سے نکال دیا گیا، وہ رات بہت بھاری تھی، اسی رات مجھ پہ انکشاف ہوا تھا کہ تم اس دنیا میں آنے والی ہو، میرا جی چاہا تھا میں خودکشی کر لوں، شروع میں، میں نے دارالامان میں پناہ لی، تمہاری پیدائش کے بعد میں نے کئی بار احمد سے رابطہ کرنا چاہا مگر وہ اب میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا، تنگ آ کر میں نے ایک گھر کرائے پہ لیا اور لوگوں کے گھر کام کر کے تمہارا پیٹ پالنے لگی، میرا خیال تھا اس طرح میں اپنی پہچان اپنے حوالے کی نحوست سے تمہیں بچا پائی ہوں مگر میری قسمت کی آزمائش ختم نہیں ہو رہی تھی۔''

''تم تین سال کی تھیں جب تمہاری خالہ صائمہ مجھے سر راہ ٹکرا گئی، میں نے اس سے بہتیرا بچنا چاہا مگر اس نے میری جان نہیں چھوڑی، مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ میرا پیچھا کرتی میرا گھر دیکھ چکی ہے، پھر ہر تیسرے دن وہ مجھے منانے کے بہانے گھر آ کر ایسا تماشا لگاتی کہ ساری دنیا کو پھر میری پہچان کا سرا مل گیا۔''

''میں نے وہ مکان چھوڑ دیا، مگر صائمہ تو کوئی عفریت بن گئی تھی، ہر جگہ پہنچ جاتی، دراصل اسے میں نہیں تم چاہیے تھیں، تمہاری صورت پہ وہ ایسی فدا ہوئی تھی کہ تمہارے ذریعے اپنا بڑھاپا سنوارنا چاہتی تھی، میں نے اس سے تو تمہیں بچا لیا حمدہ مگر اس حوالے کی آلودگی سے نہیں بچا سکی، اس کے لئے مجھے معاف کر دینا میری بیٹی۔'' وہ پھر سے زار و قطار رونے لگیں، حمدہ نے انہیں گلے لگا کر خود سے بھینچ لیا۔

''ایسا مت سوچیں پلیز، مجھے آج کہنے دیں امی، کہ غلط میں تھی، مجھے آپ کی بیٹی ہونے پر شرمندگی نہیں فخر ہے، اب میں خود سوچا ہے، آپ سے اپنا حوالہ چھپاؤں گی نہیں، کسی سے نظر چراؤں گی نہیں، بلکہ سب کو بتاؤں گی کہ ہاں ہوں میں اس عورت کی بیٹی جو اس گندگی کی دلدل

www.paksociety.com

سے نہ صرف خود پاک باز نکل کر آئی بلکہ، اس نے مجھے بھی اس گندگی میں لتھڑنے نہیں دیا۔'' وہ جذب کے عالم میں بول رہی تھی کہ انہوں نے مضطربانہ اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔

''ایسی غلطی کبھی مت کر بیٹھنا بیٹے، ہمیشہ یاد رکھنا، یہ معاشرہ تائب ہو جانے والے ڈاکو اور گناہ کو چھوڑ دینے والی طوائف دونوں کو کبھی معاف کرتا ہے نہ کبھی قبول.....''

''لیکن امی آپ تو.....''

''ہاں نہیں ہوں میں طوائف نہ تھی کبھی، مگر بیٹی ضرور ایک طوائف کی تھی اور وہ حوالہ مرتے دم تک نہیں اتار سکی، وہ داغ آج تک نہیں دھل سکا۔'' ان کی آنکھوں میں پھر سے آنسو آ گئے۔

''چھوڑیں اس بات کو، اس تکلیف دہ موضوع کو، آپ کو میری خاطر زندہ رہنا ہے، آپ وعدہ کریں آپ اپنا علاج ضرور کروائیں گی۔'' حمدہ نے یکدم موضوع بدل دیا، جواب میں ان کے لبوں پہ زخمی مسکان بکھر گئی۔

''تم چاہو گی حمدہ کہ اپنی مرتی ہوئی ماں کو کوئی خوشی دے دو؟'' بات ایسی تھی کہ حمدہ کے دل میں کسی نے گویا خنجر گاڑھ دیا، ہونٹ بھینچے دل گیر انداز میں انہیں دیکھتی رہ گئی، بولنے کی طاقت سلب ہو گئی تھی جیسے۔

''اپنی ضد چھوڑ دو، اور خدا کے لئے شادی کر لو۔'' حمدہ کی آنکھوں میں تیرتے آنسو بہت خاموشی سے گالوں پہ بہتے چلے گئے تھے۔

''کاش میں اس قابل ہوتی کہ..... آپ کو یہ خوشی دے سکتی۔'' اس کا گلا بھرا گیا، انہوں نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔

''تم..... ابھی بھی شادی نہیں کرو گی؟ میری گزارش کے باوجود۔'' ان کے انداز میں خوف تھا، سہم تھا، حمدہ نے بے بسی سے نگاہ چرائی۔

''اس کی دو اہم وجہیں ہیں امی، ایک تو یہ کہ آپ کو یوں نہیں چھوڑ سکتی اور دوسری..... شادی اگر کروں تو کس سے؟ کون کرے گا، مجھ سے بتائیں؟ اور بالفرض اگر کوئی مان بھی جائے تو کیا گارنٹی ہے کہ میرا نصیب آپ کی بیٹی ہونے کے ناطے آپ جیسا نہیں ہو گا؟'' اس کے انداز میں دکھ کی گہری آمیزش تھی، کچھ دیرامی بھی کچھ نہیں بدل سکی تھیں۔

''میں نے ہمیشہ یہی دعا مانگی ہے کہ تمہارا نصیب میرے جیسا نہ ہو۔'' انہوں نے جس طرح حوصلہ دیا حمدہ دکھ بھرے انداز میں مسکرا دی۔

''یہ دعا آپ کی اپنے حق میں مقبول نہیں ہوئی تو۔''

''یہ ماں کی دعا ہے بیٹے، میرے پیچھے ماں کی دعائیں نہیں تھیں، تمہارا گھر ضرور بسے گا یہ میرا گمان اور یقین غلط نہیں، بس وعدہ کرو تم انکار نہیں کرتا اور بات سنو، جو پیسہ یعنی یہ مکان بیچ کے تم میرا علاج کروانا چاہتی ہو، اس رقم سے میں عمرہ کی نیت کر چکی ہوں۔'' انہوں نے دل میں چھپائی ایک اور خواہش اس کے سامنے رکھی، وہ بس انہیں دیکھتی رہ گئی تھی، اسے لگ رہا تھا، انہوں نے اس کے بولنے کو کچھ نہیں چھوڑا تھا۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

لڑکھڑاتی ہوئی سانسوں میں ذرا پل دو پل
کوئی ڈوری سی اگر بندھ جاتی
اور دو چار پہر تم نے بچھڑتے ہم سے
کوئی سچ مچ بستگی آتش ایماں کا جواز
کوئی یکطرفہ حوارث کا بھرم
لاش میں بیٹھ کے محسوس کیا ہے ہم نے
ایک سے ایک بھرم موت زدہ
دل کی طاقت تو ہے اس سہمے ہوئے دل کی طرح
ناگہاں جس پہ جھپٹ پڑتی ہے سنسانی کوئی
راستے ٹوٹے ہوئے دور تلک
بھٹکا ہوا کرب قدم موت زدہ
آج ہم موت زدہ
آج فضا موت زدہ
روح میں چھید سے پڑ جاتے رہے ہیں ڈر سے
جانے کب کون سا غم ٹوٹ پڑے
جانے کب کون کنارے لگ جائے
دل اشاروں کی زباں جان لیا کرتے ہیں
پچھلے کچھ روز سے آتا تھا نظر
ڈوبتی شام کا غم موت زدہ
ہم چھپے بیٹھے ہیں خاموشی کے دیوار نما سینے میں
چھو کے جاتی ہے ہمیں سرد ہوا موت زدہ
ہاں یہی سرد ہوا موت زدہ
ہر طرف بھری ہوئی پھرتی ہے
ہم تجھے کس کے حوالے کرتے
ہم تجھے کس کی پناہوں میں چھپا کر آتے
شہر کا شہر اسی داد کی دہلیز پہ تھا
سر جھکائے ہوئے چپ چاپ اداس
جانتے ہو عیادت میں اگر خوف نہ ہو
موت ڈر جاتی ہے
آخری وقت بھی گھبرا کے پلٹ سکتا ہے
دکھ ہمیں چھوتے ہوئے ڈرتا ہے
سٹپٹا جاتی ہے تکلیف ہمیں آتے ہوئے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اب نہ تم ہو نہ عبادت نہ کوئی خوب نہ ڈر
اب تو بس شرم کے کاندھے سے لگا بیٹھا ہے
وقت کے پارستم موت زدہ
اب نہ تم ہو نہ عبادت نہ کوئی خوف نہ ڈر
اب نہ خدشہ ہے کہ تم ہم سے بچھڑ جاؤ گے
خوش گمانی بھی نہیں کوئی کہ لوٹ آئیں گے
تیرے بیتے ہوئے دن تیرے گزارے ہوئے سال

وہ پتھرائی ہوئی بیٹھی رہی تھی، اس کے سامنے پاپا کی آخری سب رسومات ادا ہوئیں اور پھر وہ ہمیشہ کو اس سے رخصت ہو کر چلے گئے، اسے یقین نہیں آتا تھا، اسے یقین نہیں آ سکتا تھا، پپا تو بالکل ٹھیک تھے، انہیں کچھ کیسے ہو گیا، اس بار تو انہوں نے اسے کسی خدمت کا موقع بھی نہیں دیا، اس بار تو وہ اس سے ناراض بھی نہیں ہوئے تھے، پھر کیا ہوا۔

''وہ کیوں چلے گئے؟''

سوال تھے یا اژدھے، جو اسے ڈستے تھے چیرتے پھاڑتے تھے، وہ اذیت میں تھی شدید تکلیف کے عالم میں تھی مگر اپنی اذیت بیان کرنے عیاں کرنے سے قاصر ہو گئی تھی۔

ابھی کل رات، پپا بالکل ٹھیک تھے، خود اس کے پاس کمرے میں آئے تھے، انہیں روبرو پا کے وہ کتنی حیران ہوئی تھی، خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''پپا..... آپ؟''

''جی پپا کی جان، کیا آپ کے روم میں نہیں آ سکتا؟'' وہ ایک دم سے کھلکھلا کر ہنس دی، اسی سرشاری میں وضاحتی انداز میں گویا ہوئی تھی۔

''مجھے تو بہت اچھا لگا پپا، دراصل آپ آتے نہیں ہیں نا اس لئے۔''

''ہاں بیٹے، یہ میری کوتاہی تھی، بس اب دل کیا اپنی بیٹی سے کچھ باتیں کروں تو چلا آیا۔'' انہوں نے اس کا سر تھپکا تو وہ ان کا ہاتھ تھام کر صوفے پہ بٹھاتی ہوئی بولی تھی۔

''آپ بیٹھیں، میں آپ کے لئے کافی بنا کر لاتی ہوں اپنے ہاتھوں سے، پھر ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔''

''نہیں۔'' انہوں نے اسے اٹھنے نہیں دیا، ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا تھا۔

''میں کافی نہیں پیوں گا آیت، بس آپ میرے پاس بیٹھو کچھ دیر۔'' وہ تھم سی گئی، ان کا چہرا دھیان سے دیکھنے لگی، جیسے ڈر سی گئی ہو۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے پپا؟''

''جی میری جان، بالکل فٹ ہوں۔'' اس کی تسلی کی غرض سے وہ باقاعدہ مسکرانے لگے، آیت کی تسلی مگر نہیں ہوئی۔

''پھر اتنے اداس کیوں لگ رہے ہیں؟ مام کی ناراضگی کی وجہ سے؟'' جواباً انہوں نے سرد آہ بھر لی تھی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''مجھے اس بات کا قلق تو ہمیشہ رہا کہ جس عورت کی خاطر میں نے اپنوں سے ساری عمر کنارا کیا اسے بھی خوش نہیں رکھ پایا، شاید غلط میں ہی تھا، مجھے رشتوں میں توازن قائم کرنا نہیں آسکا۔''
وہ بہت مضطرب اور تھکے ہوئے نظر آنے لگے، آیت نے ان کی یاسیت کو محسوس کیا تھا تو اپنا دل بھی بھاری سا ہوگیا۔

''آپ کو مام کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے تھی پپا، ہماری دودھیال میں سب لوگ ویسے تو نہیں جیسے مام ہمیں بتاتی آئی ہیں، خاص کر دادو تو اتنی سوفٹ نیچر تھیں، پتا نہیں مام نے آپ کو ان سے ملنے سے کیوں روکا۔''

''تمہیں سب لوگ اچھے لگے نا آیت؟'' ان کے سوال میں کتنی آس امید تھی آیت اس وقت غور نہ کرسکی۔

''جی پپا، میں نے کہا نا جیسا مما انہیں سمجھتی آئی یا ہمیں ان کے متعلق بتاتی آئیں بہرحال وہ لوگ ایسے نہیں لگے مجھے۔'' اس نے بہت سوچ کر گول مول جواب دیا۔

''اور..... معیز..... وہ تمہیں کیسا لگا بیٹے؟'' آیت ایک دم سے چونک گئی، انہیں دھیان سے دیکھا اور ایک دم جیسے فیصلہ کرلیا ان کا دل رکھنے کا۔

''پپا معیز سے مجھے پرابلم نہیں ہے کوئی، مگر میں نے سنا ہے آپ کی فیملی کے سب مرد ایک سے زائد شادیاں کرتے ہیں، آئی ڈونٹ نو کیوں مگر.....''

''ایسا کچھ نہیں ہے بیٹے، وہ وقت اور حالات کی مجبوری تھی، ہمارے خاندان میں تب مرد بہت کم اور خواتین زیادہ ہوگئی تھیں، ہمارے دادا نے اس وقت محض خواتین کے استحصال کو روکنے کی خاطر ایک مرد کے حق میں دو یا تین عورتیں دے دی تھیں، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ نہ صرف کئی خواتین نفسیاتی امراض میں مبتلا ہونے سے بچ گئیں بلکہ خاندان میں جو مردوں کی کمی تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔'' وضاحت ہوگئی تھی مگر وہ مطمئن نظر نہیں آسکی۔

''پتا نہیں پپا کیوں، مگر مجھے لگتا ہے معیز میں خاندانی فطرت موجود ہے، حاکمانہ انداز و اطوار اور ناگوار خشک و سرد محسوس ہوتا ہے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے بیٹے، وہ بے حد پیاری فطرت کا نیک بچہ ہے۔'' وہ جلدی سے جس وضاحتی انداز میں بولے اس نے ہی آیت کو بدگمان کیا تھا۔

''آپ یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپ یہ چاہتے ہیں میں اس سے ہی شادی کروں؟'' وہ بے حد خفا نظر آنے لگی، پپا اس بدگمانی پہ مسکرا دیئے تھے۔

''آپ کا نکاح اس سے ہو چکا ہے، مگر بیٹے آپ پہ کوئی دباؤ بھی نہیں ڈال رہا۔'' اس نے انہیں دھیان سے دیکھا۔

''آپ کیا چاہتے ہیں پپا؟''

''آف کورس میں معیز سے آپ کو ہمیشہ وابستہ اور خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔'' بے ساختہ جواب تھا، آیت گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''تو پھر ٹھیک ہے، آپ خود اسے سمجھا دیجئے گا کہ مجھ پہ زیادہ رعب ڈالنے کی ضرورت نہیں،

www.paksociety.com Waqar Azeem

میں زندگی اپنی مرضی سے جیئوں گی۔''

''یہ تو آپ نے اپنی مام جیسی بات کر دی، اس طرح تو مرد کی شخصیت اس کی ذات سرے سے ختم ہو جاتی ہے آیت بیٹے، جو غلطی میں نے دہرائی وہ.....''

''سوری پپا، مجھے میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ ایک دم شرمندہ ہو گئی، مام نے پپا کی ذات کی گھر میں گھر کے ہر معاملے میں کسی طرح سے نفی کر رکھی تھی اس سے آگاہ تھی وہ بھی۔

''آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں بیٹے کہ معیز کبھی آپ کے جائز حقوق کو غصب نہیں کرے گا، ہر مشکل میں آپ کا ساتھ دے گا کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا، ایک عورت کو اس کے علاوہ اور کیا چاہیے ہوتا ہے، لیکن اگر وہ یہ چاہے کہ مرد اس کی رضا کی خاطر اپنے سب رشتوں کو پیچھے چھوڑ دے تو یہ اس کی نا اہلی ہوتی ہے، اپنے ساتھ وہ اس آدمی کو بھی گناہ گار کر دیتی ہے جو اس کی خاطر ہر تکلیف خود اٹھاتا ہے اور میری بیٹی ایسا کبھی نہیں چاہے گی کہ نا تو دور کی بات۔'' انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے جس مان اور بھروسے سے کہا تھا وہ اس بھروسے کو کیسے توڑ ڈالتی، اس نے سر جھکا دیا تھا، اسے نہیں بھولا تھا ایک بار پہلے بھی اس کی وجہ سے اس کا باپ کس حال کو جا پہنچا تھا، گو کہ اسے ان کی کچھ باتوں سے اختلاف ہوا تھا مگر اختلاف ایک دم ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی، وقت اور حالات کے حساب سے وہ اپنی جنگ ساتھ ساتھ لڑ سکتی تھی اور یہی درست حکمت عملی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا کہ آپ کی مام آپ کی شادی آسانی سے ہونے دے، بہت رکاوٹیں ڈالیں گی، عین ممکن ہے آپ کو جذباتی طور پہ بھی بلیک میل کرنے کی کوشش کریں تو.....''

''ڈونٹ وری پپا، آپ سب سنبھال لینا۔'' اس نے ان کی بات کاٹ کر شریر انداز میں مداخلت کی، انہوں نے جواباً سرد آہ بھری تھی۔

''کاش میں ایسا کر بھی سکتا۔'' ان کے انداز میں کتنی حسرت تھی، مگر تب وہ قطعی نہیں سمجھ سکی تھی ان کی اداسی کو۔

''کم آن پپا، اب آپ خود کو کمزور سمجھنا چھوڑ دیں، یو نو واٹ اب آپ کمزور نہیں رہے ہیں، آپ کی اولاد ہے نا آپ کی طاقت، یو نو پپا، اسد ہے نا وہ تو دیوانہ ہے اپنی فیانسی کا، کہتا ہے پپا نے پتا نہیں کیوں مجھے منگنی پہ ٹرخا دیا، اگر تمہاری طرح نکاح ہوا ہوتا تو میں اسے ڈنکے کی چوٹ پہ ملنے جایا کرتا۔'' ان کی یاسیت دور کرنے کو وہ خاصی شوخی سے بولی تھی، وہ آہستگی سے ہنس دیئے۔

''نہیں خیر، اب ایسا بھی نہیں ہے، معیز سے تو نکاح ہوا ہے نا تمہارا، آتا ہے وہ کبھی تم سے ملنے؟'' انہوں نے بڑے مان سے سوال کیا تو جواباً آیت نے منہ بگاڑ لیا تھا۔

''اونہہ، وہ تو سٹریل ہے۔'' پپا ایک دم ہنس دیئے، موڈ یکلخت خوشگوار ہو گیا تھا۔

''ایک راز کی بات بتاؤں آپ کو میری شہزادی، اس قسم کے جولڑ کے ہوتے ہیں نا، شادی کے بعد اپنی بیویوں کو بہت ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں، سو ڈونٹ یو وری۔'' انہوں نے اس کا سر تھپک کر جس طرح تسلی دی، وہ خفیف سی ہو گئی، رنگت میں بے تحاشا سرخی دوڑ گئی تھی، پلکیں عارضوں پہ جھک گئی تھیں، پپا سے اسے ایک دم بہت حیاء محسوس ہونے لگی تھی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''ان لوگوں کا ماحول بہت عجیب سا ہے پپا، میں کنفرٹیبل فیل نہیں کروں گی، آپ معیز سے کہیے گا الگ سے شہر میں گھر خرید لے۔''

اپنی کیفیت سے باہر نکلنے کو اس نے بات بدلنا ضروری سمجھا، پپا چونک گئے تھے۔

''آپ عادی نہیں ہو مگر بیٹے عادی ہو جاؤ گی، سب سے اہم چیز ہوتی ہے رشتوں کا اعتماد اور محبت، وہ وہاں ناٹ ڈاؤٹ وافر مقدار میں ملے گی، معیز سے ایسا کوئی بھی مطالبہ اسے آپ سے بدگمان کر سکتا ہے، یہی میں نہیں چاہتا، وعدہ کرو بیٹے آپ اپنے شوہر کا دل جیتنے کو اگر کوئی قربانی دینا پڑی تو دو گی۔'' اور وہ چپ سی ہو گئی تھی، اسے پتا نہیں کیوں یہ لگا تھا کہ پپا اس پل بھتیجے کی سائیڈ لیتے خود غرض ہوتے جا رہے ہیں۔

''ٹھیک ہے پپا، آپ بالکل ریلیکس رہیں، میں آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔'' اس نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی حالانکہ اس آخری بات پہ اس کو شدید اختلاف تھا مگر ہاں میں ہاں ملانے میں حرج ہی کیا تھا بھلا، اور پپا مطمئن ہو کر وہاں سے گئے تھے، پھر ایسا کیا ہوا تھا، پھر کیسے بھلا پپا حوصلہ اور ہمت ہار گئے تھے۔

''پلیز تھوڑا سا کھا لیں، چچی جان آپ اسے کہیں، اس طرح تو بیمار پڑ جائے گی یہ۔'' ایشال کھانا سامنے رکھے اس کی کب سے منت سماجت میں مصروف تھی، مام کو کھانا پیش کیا گیا تو انہوں نے بغیر کسی ردوکد کے کھا لیا تھا اور پیٹ بھر کے کھایا تھا، ان کے انداز نارمل تھے، شوہر کی بائیس سالہ رفاقت کے یوں اچانک ختم ہو جانے کا ہلکا سا قلق بھی ان کے چہرے پہ نظر نہیں آ رہا تھا، بہت خوب صورت سا بلیک سوٹ پہنے وہ ایسے بیٹھی ہوئی تھیں گویا کسی کے گھر تعزیت کے لئے آئی ہوں، لوگ ان سے تعزیت کر رہے تھے، انہیں حوصلہ دے رہے تھے وہ کیسے عام سے انداز میں آنکھوں میں نمی لائے بغیر یہ رسم نبھائے جا رہی تھیں، کیسا پتھر دل تھا ان کا، ساری زندگی جس شخص کو اپنوں سے توڑے رکھا اس کی دائمی جدائی کا ذرا بھر بھی ملال ان کے پاس نہیں تھا، اس کا کیا مطلب تھا، انہیں محبت ہی نہ ہو سکی تھی کبھی پپا سے؟

وہ سوال کرتی تھی خود سے اور اندر سسکیوں کا آہوں کا کرب آمیز طوفان برپا ہوتا جاتا تھا، دل اتنا گھبرایا کہ وہ یکدم اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''کیا ہوا آیت؟ طبیعت ٹھیک ہے؟'' اس کی آنکھیں سوجی ہوئیں اور جسم اب باقاعدہ کانپ رہا تھا، رشتوں کی بے حسی نے اسے اس کے وجود کو مفلوج کرنا شروع کر دیا تھا گویا۔

''مجھے..... اپنے کمرے میں..... جانا ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی اور ایشل سے اپنا ہاتھ چھڑاتی لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب آ گئی، خاندانی خواتین میں گھرے معیز نے اسے وہاں سے جاتے بہت تنفر کی نگاہ سے دیکھا تھا، ان کی آخری ملاقات وہی تھی جب وہ اسے گھر ڈراپ کرنے کا کہہ رہا تھا۔

اسے نہیں معلوم تھا اس پل کس کی شرارت تھی کہ تب کسی نے ویڈیو بنا کر آیت کو بھیج دی تھی، اسے ایسا کیا کہا تھا کہ وہ اس کے پاس کل آئی تو بے حد ہائپر ہو رہی تھی۔

''اس کرسی پہ بیٹھ کر اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم باقی سب کے ساتھ مجھے بھی دھوکہ دے لو گے تو غلط

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سوچ ہے تمہاری، میں تمہاری اصلیت جانتی ہوں، جو انتہائی گھٹیا اور.....''

''جسٹ شٹ اپ، اپنی بکواس بند کرو، سمجھی تم۔'' اس کے آفس میں آ کر اس طرح سے شور کرتی یہ لڑکی بغیر وجہ کے اسے آپے میں کیسے رہنے دے سکتی تھی، بہت کوشش کے باوجود وہ اپنا ہاتھ اس پہ اٹھانے سے روک نہیں سکا، آیت گال پہ ہاتھ رکھے کچھ دیر بھونچکی سی اسے دیکھتی رہ گئی تھی، جیسے یقین نہ آ رہا ہو وہ اس پہ ہاتھ بھی اٹھا سکتا ہے۔

''تمہیں میں پسند نہیں ہوں یہ بات میں جانتا ہوں مگر اس کا چرچا کرنے کو اس طرح چلانا، اس کی اجازت تمہیں نہیں دے سکتا آیت بیگم میں کبھی بھی۔'' انگلی تنبیہ کے انداز میں اٹھا کر اسے آگاہ کرتا ہوا وہ اس پل کتنا خوفناک ہو رہا تھا، آیت اب کے کچھ نہیں بولی، اپنا سیل فون اس کے سامنے میز پہ پھینک دیا۔

''اپنی ذات کا جو بھرم تم سب کے سامنے رکھے پھر رہے ہو اس کی فعلی اس ویڈیو میں کھل رہی ہے، بتانا پسند کرو گے کیا مقصد ہے تمہارا اس سے؟ ایک عام سی بات کو ایسا معنی خیز رنگ تم نے نہیں دیا تو کس نے دیا، خود آئے تھے میرے پاس یا کہہ دو کہ نہیں اس کے الٹ تھا سب کچھ یعنی میں گئی تھی تم سے مدد مانگنے۔'' جب بولی تو اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی، معیز ابھی بھی کچھ نہیں سمجھا تھا، بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ پہلے اسے پھر میز کی سطح پہ پڑے چمکتے سیل فون کو دیکھا۔

''تمہارا جو بھی مسئلہ تھا تم مجھ سے یونیورسٹی کے باہر کہیں بھی ڈسکس کر سکتی تھیں۔'' اس کا انداز بھی پرتپش تھا۔

''تم اپنی غلطی کیوں مانو گے، میں ابھی بھی اپنی بات پہ قائم ہوں، شکر یہ تمہارا کہ مجھے فیصلہ کرنے میں سہولت بخشی، جتنی جلد ممکن ہو مجھے ڈائی ورس کر دو ورنہ اس مطالبے کے ساتھ کورٹ جا پہنچوں گی، تم جیسے شخص کے ساتھ ایک لمحہ بتانا گوارا نہیں ساری زندگی کا تو کوئی تصور بھی میرے پاس نہیں ہے۔'' متنفر انداز میں کہتی وہ ایک جھٹکے سے پلٹ کر وہاں سے چلی گئی تھی، ایک دن بھی بیچ میں نہیں گزرا اور چاچو کا انتقال ہو گیا، اس تباہی کے پیچھے سوائے آیت کے کون ہو سکتا تھا، اس کا دماغ شدید تناؤ کا شکار تھا، وجود شعلوں میں گھرا جا رہا تھا۔

''جانوروں کو ملازموں کے رحم و کرم پہ نہیں چھوڑا جا سکتا معیز، سردی شدید ہے، تم ایسا کرو محسن کو بھیج دو واپس، میں کیا کہہ رہی ہوں؟'' اماں کا دھیان اس میں اور اس کا آیت میں تھا، جو وہاں سے اٹھ کر جا چکی تھی، یقیناً اپنے کمرے میں۔

''ٹھیک ہے میں محسن کو کہہ دیتا ہوں، آپ چچی سے کہیے پردہ میں بیٹھ جائیں، گھر کا نظام اگر ان کی بیٹی سنبھال سکتی ہے تو ٹھیک نہیں تو آپ دیکھیں، چچی کو ہر صورت عدت میں بٹھائیں، انہیں چچا کا یہ آخری حق بھی مارنے نہیں دوں گا میں۔'' وہ غضبناک ہو کر بات کر رہا تھا، اماں نے اسے ناراضگی سے ٹوکا۔

''آرام سے معیز، ہمارا کہنا ہمارا فرض ہے، وہ زبردستی کروانے والی عورت نہیں ہے، بہتر ہے تم بھی اس معاملے میں سختی مت کرو، ویسے بھی دین کے معاملات میں زبردستی نہیں کی جا سکتی اور تم کچھ بھی تلخ نہیں کہو گے سن لیا؟'' انہوں نے تنبیہ کی تو معیز جواب دیئے بنا ہونٹ بھینچے آگے بڑھ

Waqar Azeem
www.paksociety.com

گیا، اس کا رخ آیت کے کمرے کی جانب تھا۔
''تم کہاں جارہی ہو؟'' اسے راستے میں ہی ایشال مل گئی، ٹرے سجائے کچن سے نکلی تھی۔
''آیت نے صبح سے کچھ نہیں کھایا بھائی، اس کی طبیعت بھی بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی، سوچا چائے کے ساتھ کچھ ہلکا پھلکا کھلا کر دوا دے دوں، مجھے ڈر ہے۔''
''کیا ڈر ہے؟'' وہ بھڑکا اور اسے گھورتے ٹرے واپس لے جانے کا اشارہ کیا۔
''کوئی ضرورت نہیں ہے بد دماغوں کی خدمتیں کرکے اور سر چڑھانے کی، ایک آدھ دن کچھ نہیں کھائے گی تو مر نہیں جائے گی، خود کو ہلکان نہ کرو، خبردار میں تمہیں دیکھوں نہ دوبارہ اس کی منتیں کرتے۔'' اسے ڈانٹ پھٹکار کر وہ خود آگے بڑھ گیا، ایشال حیران سی کھڑی تھی، اتنے غصے کی وجہ سمجھ نہیں آسکی تھی۔

☆☆☆

بہت اندھیرا تھا
ہر طرف ہر سمت
اندر بھی باہر بھی
ہم نے سوچا آنکھیں کھولیں
ہم نے اندھیرے میں سوچا
اور بات اندھیرے سے آگے نہ بڑھ سکی
پھر دھکیل دیا گیا
جبراً
آنکھیں چندھیا گئیں
اور شاید دل بھی چندھیا گیا
ہم نے تیز حیرت اور تیز غم سے چندھیائے ہوئے دل سے تمہیں بہت چاہا
اب ہم تمہاری اور اپنی موت سے بھاگے پھر رہے ہیں
اور موت ہمارے پیچھے بھاگتی پھر رہی ہے
تمہاری موت بھی اور ہماری بھی
تمہاری موت جو تمہارے ساتھ ساتھ ہمیں بھی آچکی ہے
شاید تمہیں پتا ہو تمہارے ساتھ ہم بھی مر چکے ہیں
وہ زندگی جو ہم تمہارے ساتھ بسر کرتے تھے
وہ حیات جس میں ہم تمہارے ساتھ
اور تم ہمارے ساتھ چل رہے تھے
کب کے مر چکے ہیں
لیکن پھر بھی وہ موت ابھی گئی نہیں ہے
پوری کی پوری گئی نہیں ہے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ادھر ہی کہیں پھرتی ہے
کبھی تمہارے کپڑوں اور تمہاری خوشبو میں
کبھی تمہارے سامان اور تمہارے مزاج میں
کبھی تمہارے تعلق اور تمہارے انداز میں
کبھی ہماری آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں
ماری ماری پھرتی ہے
کبھی دکھے ہوئے دل اور کبھی رندھے ہوئے گلے میں
اور پھر خود ہماری موت
جسے ہمیں کبھی ڈھونڈنا نہیں پڑے گا
اور جو ہمارے سروں پہ مسلط ہے
اور جو ہمارے راستوں میں پڑی ہے
اور جو ہمارے گھروں میں رہتی ہے
ہم اس سے بھاگتے پھرتے ہیں
اور وہ ہم پہ ہنستی رہتی ہے

وہ پپا کی تصویر کے آگے کھڑی تھی، انہیں دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا، اب وہ دنیا میں نہیں رہے، اور اس کے دل کے لئے یہ ہی سب سے بڑا سانحہ تھا کہ وہ اب انہیں دوبارہ دیکھ نہیں سکے گی، انہیں محسوس نہیں کر سکے گی، ان کی آواز نہیں سن سکے گی، دروازہ کھلنے کی آواز آئی مگر اسے نہیں چونکا سکی، وہ اس طرح اسی کیفیت کے زیر اثر کھڑی آنسو بہاتی تھی، دبیز کارپٹ نے آنے والے کے قدموں کی آواز جذب کر لی یہاں تک کہ معیز بالکل اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''بند کرو یہ ڈرامہ، کس کو دھوکہ دے رہی ہو، اپنے آپ کے علاوہ۔'' اس کے آنسو معیز کو بھڑکا کے رکھ گئے، آیت تب ہی چونکی گویا اسی پل اس کی موجودگی سے آگاہ ہوئی ہو، نم پلکیں اٹھا کر اسے دیکھتی وہ کتنی غمناک لگی مگر معیز کو نہیں۔

''معیز .....!'' اس نے سسکاری بھری۔

''پپا چلے گئے۔'' وہ پھپھک کر رو پڑی۔

''اب ..... میں انہیں کبھی نہیں دیکھ سکوں گی۔'' اس کا سر ڈھلک کر معیز کے بازو سے آ لگا، معیز نے بے حد جارحانہ انداز میں اسے کہنی سے پکڑا، اور تند انداز میں جھٹکا دے کر خود سے فاصلے پہ کر دیا۔

''میں کہہ چکا ہوں ڈرامہ بند کرو، تم کم از کم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتیں، نہ تم بدل سکتی ہو، کل تم کیا تھیں، بھول گئیں، اب تم خود کو اتنا مظلوم بنا کر کیوں دکھلا رہی ہو، میں پوچھنے آیا ہوں تم سے کیسے مارا تم نے چچا کو؟ اپنی سفاک زبان کی کیسی قاتلانہ دھار دکھلائی انہیں کہ اس بار۔''

''معیز .....!'' شک و تشفیش کے اس بے رحم انداز پہ آیت ششدر نظر آنے لگی۔

''کیا کہہ رہے ہو تم؟'' اس کے انداز میں بے یقینی و دکھ ہلکورے لینے لگا، آنکھیں پھر سے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سمندر بن گئیں۔

''جی چاہ رہا ہے ایسی سزا تجویز کروں تمہارے لئے کہ عمر بھر سسکتی رہو مگر کیا فائدہ، جب احساس جرم نہیں تو سزائیں بے کار چلی جاتی ہیں، یاد رکھنا کبھی معاف نہیں کروں گا تمہیں تم عمر بھر میری نظروں میں قاتل رہو گی۔'' اس کا بازو غصے سے جھٹکتا ہوا وہ از حد حقارت سے کہہ رہا تھا، آیت بہتے آنسوؤں کے ساتھ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

''خوش ہو جاؤ، اب تمہیں من پسند فیصلے کو سننے کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا، جس کا لحاظ مجھے مانع تھا اب وہ شخص اس غم سے بے نیاز ہو چکا ہے۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ تیزی سے باہر نکل گیا، اندر داخل ہوتیں چچی نے اسے بہت حیرانی سے دیکھا تھا، مگر کچھ بولی نہیں، سائیڈ پہ ہو کے اسے راستہ دے دیا اور معیز تو جیسے اتنے قہر ساماں موڈ میں تھا کہ ان کا راستے میں آنا ان کی حیرت اور پھر مصالحانہ خاموشی کچھ بھی اسے نہیں چونکا سکی تھی۔

☆☆☆

بزدلی موت میں آرام دکھاتی ہے پریشانوں کو
دکھ کی شدت جو نکل جائے تحمل کی حدوں سے آگے
ایک مایوسی جنم لیتی ہے
ایک تاریک گھٹا ٹوپ گھنور مایوسی
ایک مکمل صحرا
حوصلے ٹوٹیں تو بیماری سوا ہوتی ہے
ہمتیں پگھلیں تو بیماری سوا ہوتی ہے
آنکھ اشکوں میں ہی بہہ جائے تو بینائی کہاں
دل غم و رنج والم کے مابین
اپنی دھڑکن ہی گنوا آئے اگر
زندگی کی کسی وحشت کے ستم کے ہاتھوں
مات کھائے ہوئے کمزوروں کو
درد فاتح ہو تو پھر جی کر بھی کیا کرنا ہے
موت ہی رستی ہو جن زخموں سے
ان کو پھر سی کر بھی کیا کرنا ہے

ان کی طبیعت اسی روز سے خراب تھی جب سے عمامہ کے گھر سے لوٹی تھیں، اٹھا ہی نہیں جاتا تھا، مایوسی دکھ اور اذیت لامتناہی ہو گئی تھی، ابو جب بھی انہیں ایسے دیکھتے غصہ ہی کرتے ظاہر ہے ان سے ہمدردی عیث تھی، پھر کیسے کر سکتے تھے بھلا، ان کی پوری کوشش ہوتی ان کی موجودگی کے دوران بستر نہ سنبھالیں۔

اس وقت بھی فون کب سے بجے جاتا تھا، انہوں نے بڑی دقت سے خود کو اٹھنے کے قابل بنایا اور لابی میں آ کر فون کا ریسور اٹھا لیا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''ہیلو۔''

''شکر ہے امی آپ کی آواز تو سننے کو ملی، کب سے فون کر رہی تھی، کوئی اٹھاتا ہی نہیں، کہاں تھیں آپ؟'' ان کی بڑی بیٹی تھی، چھوٹتے ہی ایسے تابڑ توڑ سوال کیے کہ وہ گہرا سانس بھرتی وہیں فون اسٹینڈ کے پاس دھری کرسی پہ بیٹھ گئیں۔

''عمر کا آخری دور چل رہا ہے تو سب سے زیادہ فکر موت کی ہی رہتی ہے مگر مجھے تو سلمان کا غم لے ڈوبا، مرنا بھی آسان نہ رہا اب تو۔'' ان کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی، بیٹی کے گہرا سانس بھرنے کی آواز ابھری۔

''آپ اس کی فکر میں خود کو ہلکان کرنا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں امی آخر، دنیا میں آپ واحد ماں نہیں ہیں جس کا اکلوتا بیٹا ہے، خود تو وہ عیش کرتا ہے آپ خواہ مخواہ ہولتی رہتی ہیں۔'' بیٹی کو غصہ آ گیا تھا، انہیں ہی سنانے پہ اتر آئی۔

''صحیح کہتی ہو بیٹی، اکلوتا نہیں ہے مگر بگڑا ہوا ضرور ہے، جبھی ماں کے دل کو قرار نہیں لینے دیتا۔'' وہ بولتے ہوئے آواز کی بھراہٹ پہ قابو نہ رکھ سکیں، بیٹی کی طرف سے گہرا سانس بھرنے کی آواز ابھری، گویا خود پہ بہت ضبط کر رہی ہو، کسی جبر سے گزر رہی ہو۔

''ویسے تو اس کے کارناموں کی اک طویل فہرست ہے مگر اب کیا کر دیا خیر سے، امی برا نہ منائیے مگر ابو کچھ اتنے غلط بھی نہیں ہیں سلو کے بارے میں۔'' بیٹی تو جیسے بھری بیٹھی تھی، امی کا دل بھرانے لگا۔

''تم سب لوگ ہی صحیح ہو، مگر میں ماں ہوں، برے بیٹے کو بھی برا نہیں مان سکتی، وہ دل کہاں سے لاؤں جو اس کے عیب سمجھ لے۔'' انہوں نے اب باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا۔

''اب کیا کر دیا ہے اس سلو کے بچے نے؟'' بیٹی کو پھر لے دے کر چھوٹے بھائی پہ ہی غصہ آیا، جو اس کا لاڈلا نہیں بن سکا تھا۔

''تمہیں وہ لڑکی یاد ہے، کیسی موہنی سی تھی، جس کے لئے سلو کا پیغام لے کر گئے تھے۔''

''ہاں یاد ہے کیا ہوا اب، خود ہی آپ بتا رہی تھیں کہ سلو نے انکار بھجوا دیا تو قصہ ختم بھی ہو گیا۔'' بیٹی کے انداز میں ہلکا سا تجسس بھی نہیں جاگا اس کی جگہ کچھ بے زاری نے لے لی۔

''کاش کہ قصہ واقعی ختم ہو گیا ہوتا، سلو کو وہی لڑکی جانے کہاں ملی کہ اس پہ فدا ہو بیٹھا، مجھے تصویر لا کر دکھائی کہ وہاں جاؤں رشتہ کے لئے میں تو تصویر دیکھ کر.....'' وہ پوری جزئیات کے ساتھ واقعہ بیان کرنے لگیں، اب بیٹی کی دلچسپی بھی بڑھ گئی تھی، پورا قصہ سننے کے بعد سرد آہ بھری۔

''شاباش تو آپ پہ ہے امی کہ آپ وہاں چلی بھی گئیں دوبارہ، کسی عقلمند کی رائے ہی لے لی ہوتی تو ایسی تواضع سے بچ جاتیں۔'' بیٹی جھلا اٹھی تھی، اب والدہ کچھ نہ بولیں۔

''ابھی شکر کریں کہ آپ نے وہاں پھر سے رشتے کی بات نہیں کی، بات معذرت کی ہی سمجھی گئی۔'' بیٹی کی بات پہ انہوں نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

''سلو سے کیا کہوں گی، تم جانتی ہو باز آنے والا نہیں ہے وہ۔'' ان کے لہجے میں خوف سرسرایا۔

Hagar Azeem
www.paksociety.com

''کیا کرے گا وہ، کیا ان کی لڑکی اٹھوالے گا؟'' بیٹی کو غصہ چڑھ گیا، والدہ کا کلیجہ ہل سا گیا۔
''اللہ نہ کرے بیٹی، یہ تو خوف مجھے سہائے دے رہا ہے، تمہیں پتا ہے کیسا سرکش ہے وہ۔''
''جیسا بھی ہے اگر ایسا ویسا کچھ کرے گا تو لڑکی کے والدین خود نپٹ لیں گے، آپ فکر نہ کریں۔''
''ارے کیسے فکر نہ کروں، میری تو راتوں کی نیند حرام ہوگئی ہے۔'' معاً وہ چونکی تھیں، سلمان کی بائیک پورٹیکو میں آن ٹھہری تھی، ان کے ہاتھ سے ریسور چھوٹتے چھوٹتے بچا۔
''ہائے ..... آ گیا۔'' انہوں نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھ لیا، ریسیور انہوں نے بغیر الوداعی کلمات ادا کیے ہی کریڈل پہ ڈال دیا تھا کہ ہمتیں ایک دم جواب دے گئی تھیں گویا، یہ پیشی بھگتنی ہے جانتی تھیں مگر یوں اچانک قیامت ٹوٹ پڑے گی سر پہ یہ گمان نہیں تھا۔
''کیسی ہیں ماں جی، آپ تو ہمیں یاد ہی نہیں کرتیں، سوچا خود ہی جا کے درشن دے آئیں۔'' ہنستا مسکراتا ایک دم ہشاش بشاش ان کے سر پہ آن چڑھا، یہ پہلی بار تھا کہ وہ جواباً خوشی منا سکی تھیں نہ اس کا ہمیشہ سا سواگت کر پائیں۔
''خیریت ..... اداس لگ رہی ہیں۔'' وہ انہیں دھیان سے دیکھنے میں مصروف ہوا۔
''بیٹھ جاؤ بیٹے، سب کچھ کھڑے کھڑے ہی پوچھو لو گے۔'' انہوں نے خود کو سنبھالا اور اٹھ کھڑی ہوئیں، اس کے ہمراہ کمرے میں آئیں تو اس کی اِدھر اُدھر بھٹکتی متلاشی نظروں سے چونکیں۔
''وہ موبائل جو میں نے آپ کو بالخصوص نصیحت کی تھی، ساتھ لے جانے کی کہاں ہے، ظاہر ہے آپ کی بہو عمامہ بیگم کو تو ڈھونڈنے سے رہا، اسے تو مایہ دولت لائیں گے تو یہاں نظر آسکیں گی۔'' بات کے آخیر میں وہ جس اعتماد سے مسکرایا انہیں اسی اعتماد سے خوف محسوس ہوا، اسے موبائل بیڈ کے سرہانے پڑا نظر آ گیا تھا، لپک کر اٹھایا، موبائل آف تھا۔
''سچ بتائے ساتھ لے کر بھی گئی تھیں، ویسے مجھے خود بھی معلوم ہو جائے گا آپ چھپا نہیں سکیں گی مجھ سے، ویسے آپ نے بتایا نہیں، وہاں کیا معاملہ ہوا کیسی آؤ بھگت ہوئی آپ کی؟'' اب وہ صوفے پہ بیٹھ چکا تھا، موبائل آن کرتے ہوئے بہت تسلی سے سوال داغا، والدہ ایک دم غصے سے بھر گئیں۔
''صحیح کہا پتر، آؤ بھگت خوب ہوئی میری وہاں، ایسی کہ کبھی بھلا نہیں سکتی۔'' ان کے بے قابو آنسو پھر بہنے لگے، سلمان نے تیوری چڑھا کر انہیں دیکھا تھا۔
''اس کا مطلب ہے کہ بدسلوکی کی ان لوگوں نے آپ کے ساتھ۔'' اس کا لہجہ پر یقین ہوا تو والدہ کو مزید آگ لگ گئی۔
''جب پتا تھا ایسا ہوگا تو کیوں مجھے بھیجا وہاں ذلیل کروانے کو۔'' سلمان انہیں ابرو اچکائے دیکھتا رہا۔
''بتائیے کیا کہا ان لوگوں نے، یاد رکھیے جتنا آپ کو بے عزت کیا گیا اس سے چار گناہ بڑھ کے انہیں اس کا بدلہ چکانا پڑے گا، معافی نہیں ملے گی۔'' اس کے انداز میں گویا بھڑیا غرانے لگا،

waqarazeem www.pakistanipoint.com

والدہ ایک دم سے سہم گئیں۔
''کچھ نہیں ہوا، بس چھوڑو اس معاملے میں نہ پڑو تم۔'' انہوں نے جس طرح سر جھٹکا اس طرح سلمان معاملہ کبھی نہیں جھٹک سکتا تھا۔
''آپ مجھے نہیں بتائیں گی۔'' اس نے برہمی سے کہا اور موبائل کا جانے کون سا نمبر ملایا کہ پہلے ان کی پھر عمامہ کی امی کی آواز گونجنے لگی، وہ ہی مکالمہ جو ان کے درمیان ہو چکا تھا، والدہ کا خوف سے رنگ پیلا پڑنے لگا، ٹانگیں لرزنے لگیں، انہیں معلوم ہوتا اس شیطانی پرزے کا یہ مصرف ہے تو کبھی ساتھ نہ رکھتیں اسے چاہے بعد میں سلو کتنا ہی برہم ہوتا ان پر۔
''میں چھوڑوں گا نہیں ان میں سے کسی کو، مگر آپ یہ بتائیے والدہ آپ نے رشتے کی بات کیوں نہیں کی، ضابطے کی کاروائی مکمل نہیں ہونے دی آپ نے، کل کو الزام ہم پہ آسکتا ہے کہ ہم نے خواہ مخواہ بات بڑھادی۔'' وہ ناراضی سے بات کرتا تھا، والدہ سہمی سہمی اسے دیکھنے لگیں۔
''کیا کرو گے تم سلو، کیا کرنا چاہتے ہو؟'' ان کی ٹانگوں کی طرح ان کی آواز بھی لرزنے لگی۔
''جو بھی کریں گے اچھا ہی کریں گے، اپنا گھر آباد کریں گے، دل آباد کریں، آپ کو تو خوش ہونا چاہیے نا۔'' اس کا لہجہ ہرگز بھی خوشگوار نہیں تھا، پھنکارتا ہوا تھا، والدہ کچھ اور سہم گئیں۔
''سلو خدا کے لئے جانے دو، میرے بچے کی بد دعا نہ لے بیٹھنا۔'' انہوں نے اس کے آگے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے، وہ کچھ دیر انہیں عجیب نظروں سے دیکھتا رہا، پھر سر زور سے جھٹکا۔
''سلمان بٹ کی لغت میں معافی کا صیغہ نہیں ہے والدہ، جو کر چکے وہ لوگ سود سمیت لوٹانے والے بنیں گے ہی، خیر چھوڑیں، آپ یہ بتائیے پکایا کیا ہے، بہت بھوک لگی ہوئی ہے، وعدہ کرتے ہیں اگلی بار آئیں گے تو آپ کی بہو کو ساتھ لائیں گے، کھانا بھی وہی پکائے گی، بلکہ اصرار کر کے ہمیں کھلائے گی ٹھیک ہے۔'' وہ انہیں ایسے بہلا رہا تھا منا رہا تھا گویا وہ بچی ہوں، جس کے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہو اور وہ ازالے میں مصروف ہو، والدہ ڈری ڈری اسے دیکھتی رہیں، اس کے ارادے اس کے دعوے انہیں سہانے کو کافی تھے۔
''سلو بیٹے باز آجاؤ، ہم بھی بیٹیوں والے ہیں۔'' والدہ نے ہمت نہیں ہاری، ایک اور کوشش میں مصروف ہوئیں۔
''ہاں تو میں کیا کر رہا ہوں؟ پراپر طریقے سے نکاح کروں گا، پھر ہاتھ لگاؤں گا آپ کی پاکباز بہو کو، بے فکر رہیں بالکل جائز پوتوں کی دادی کہلائیں گی۔'' لاپرواہ انداز میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا وہ کیسے انہیں دلاسہ دے رہا تھا، والدہ کا دل بھر آیا، انہیں عجیب سے خوف اور وہم گھیر رہے تھے مگر اسے ان کا تھا کوئی خیال۔

☆☆☆

راکھ کی رات میں ہم انگلیاں پھیریں تو ستارے مل جائیں
کسی اوقات کے بے پایاں تصرف میں ہے پرنور دیار
اس طرح چاند کی قربانی بھی ناجائز ہے
جیسے تم بات کے رستوں میں بھٹک جاتے ہو

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہم تجھے اس لئے ویران گزرگاہوں میں لے کر نکلے
بھیڑ کم ہوگی تو جی بھر کے تجھے دیکھیں گے
شور کم ہوگا تو جی بھر کے سنیں گے تجھ کو
شور کم ہوگا تو تم ساتھ زیادہ ہو گے
ہم تجھے کھل کر کریں گے محسوس
وقت کم ہوگا تو ہم ٹوٹ کے چاہیں گے تجھے

ابھی کچھ دیر پہلے وہ ابا کو دوائیں کھلا کے ان کے سو جانے کے بعد اٹھ کر آیا تھا، چھوٹے لاڈلے بھائی کی اس ناگہانی موت نے توڑ کر رکھ دیا تھا انہیں، موت کے سفاک ہونے کا ایک بار پھر یقین کامل ہوا، ایشل نے اسے کمرے کی سمت جاتے دیکھا تو بہت تیز پتی کی گرم چائے اسی وقت لئے چلی آئی۔

''تھینک یو سویٹ ہارٹ۔'' چائے کی واقعی شدید طلب تھی اسے، بے ساختہ ممنون ہوگیا۔

''ابھی تک جاگ رہی ہو، اتنی تھکاوٹ تمہیں بیمار کر ڈالے گی، اب آرام کرلو میری گڑیا۔'' معیز کو اس پہ بے ساختہ پیار آرہا تھا، ایشال نے جواباً یاس بھری آہ بھری تھی۔

''بس نیند نہیں آرہی بھائی اور آیت بھابھی کی بھی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں، انہوں نے تو کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔''

''وہ تمہاری بھابھی کس طرح ہوگئی؟ خواہ مخواہ رشتے جوڑنے والی فضول عادت پہ قابو پالو اب، اس کی فکر میں مت گھلو، پہلے بھی سمجھایا تھا کچھ نہیں ہونے والا اسے جو دکھ دینا جانتے ہوں انہیں دکھ کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔'' معیز کا غصہ ایک طرح سے ایشال پہ نکل گیا، وہ حیران پریشان اس کی جھاڑ سنتی اس کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

''آپ کو کیا ہوا ہے بھائی، میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا کہ اتنی ڈانٹ پڑ جائے۔'' ایشال جس کا دل پہلے ہی بھرا ہوا تھا آنکھوں میں آنسو لئے کہہ گئی، معیز کچھ نہیں بولا، کچھ احساس بھی ہوگیا تھا، بیچاری کو خواہ مخواہ عتاب کا نشانہ بنا ڈالا۔

''میں تو اس واسطے آپ کے پاس آئی تھی آیت بری طرح بخار میں پھنک رہی ہے، آپ جا کر دیکھ لیتے دوا دے دیتے اور بس، ویسے بھی اپنی مرضی سے بھی تو آپ اس کے کمرے میں گئے تھے، اگر میں نے کہہ دیا تو کیا قیامت آگئی۔'' تلخی سے کہتی وہ پلٹ کر جانے والی تھی کہ معیز جو اس بات پہ ٹھٹک گیا تھا بے ساختہ اسے پکار بیٹھا۔

''بات سنو ایشل۔'' وہ رک گئی مگر ناراضگی کے مظاہرے کو پلٹ کر نہیں دیکھا، معیز کو خود اس کے سامنے آنا پڑا تھا۔

''کیا کہا تم نے کہ میں آیت کے کمرے میں گیا تھا؟'' وہ بے حد غضبناک ہو کر سوال کر رہا تھا، ایشل کچھ خائف سی ہوگئی۔

''یہ میں نہیں کوئی اور کہتا پھر رہا ہے ہر کسی سے۔'' وہ دبے ہوئے انداز میں بولی۔

''کون......؟ آیت......؟'' معیز کی سنجیدگی مزید خطرناک ہوگئی تھی یہ سوال کرتے ہوئے۔

(جاری ہے)

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

فسونِ حُب

ریحانہ آفتاب

"شمائل جعفری! تم صرف میرے لئے بنی ہو، کسی اور کا خیال بھی دل کے کسی کونے میں ہے تو نکال دو، تم پہ شارون سکندر کی نظر پڑ چکی ہے، دنیا کے کسی بھی کونے میں چھپنے کی کوشش کرو، میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا، تمہارا ہر راستہ مجھ پہ آ کر ختم ہوگا، پیچھے تمہارے لئے کچھ ہے ہی نہیں لیکن یہ بات تمہیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی، جلد آ جائے گی۔" وہ بہت غصے سے کہہ کر شال جھٹک کر شانے پہ پھینکتا چلا گیا تھا اور وہ بت بنی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

"نکاح مبارک"
کے شور کے ساتھ ہر چہرہ مسکرانے لگا تھا، لڑکوں نے آتشبازی سے آسمان کو رنگوں میں ڈبو دیا تھا، شمائل اور عابس کھلے کھلے چہرے کے ساتھ اسٹیج پہ بیٹھے تصاویر بنوا رہے تھے۔

شمائل دکھ و خوشی کے امتزاج کے ساتھ براجمان تھی تو عابس کے چہرے پہ فتح مندی کے رنگ نمایاں تھے جسے دیکھتے اسٹیج سے نیچے کھڑی وردہ جل ہی تو گئی۔

"دیکھ رہی ہو اماں چھوٹا کیسے کھلا پڑ رہا ہے...... ذرا شرم نہیں چھوٹے میں کہ بڑی بہن کے ہوتے زور زبردستی سے اپنا نکاح پڑھوالیا اور اب باچھیں چر گئیں۔" پوٹلی میں سے چھوٹا سا پان کھول کر اس میں چھالیہ چیک کرتی فاطمہ کو ٹھوکا دے کر وردہ نے اپنا دکھڑا رو دیا۔

"اے کھلا تو واقعی پڑ رہا ہے مگر کیا کریں، نصیب اپنا اپنا، تو نے جو ذرا سی اپنی لگام کھینچ رکھی ہوگی تو کب کی تیری بھی شادی ہو جاتی لیکن دیر ہو رہی ہے تو اس میں تیرے کرتوتوں کا بھی خاصا عمل دخل ہے، کہ جیسے ہی کوئی کاٹھ کا الو ملا تجھے اس کے گلے مونڈھ دوں گی۔"

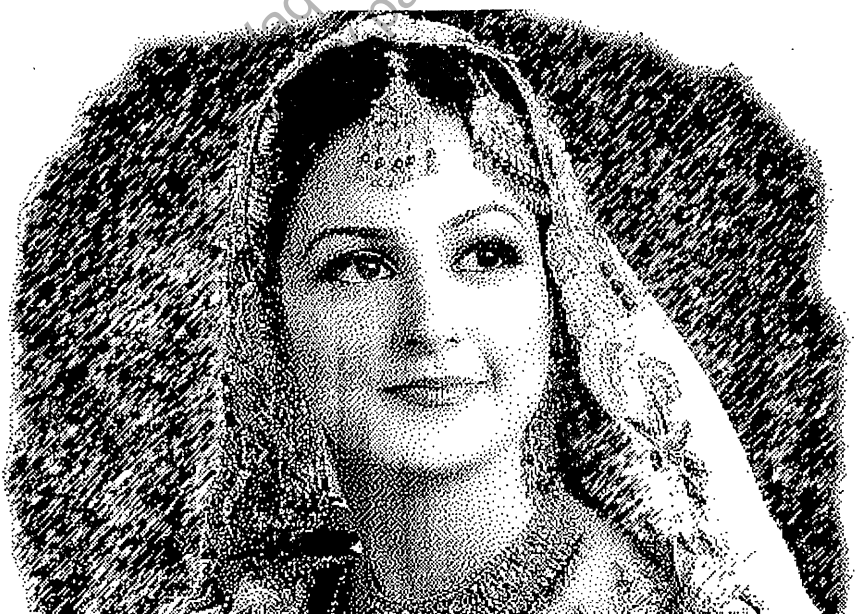

فاطمہ پان منہ میں دباتے، شروع ہوگئیں تو

مکمل ناول

وردہ پہلو بدل کے رہ گئی، منہ بسورتی اسٹیج کی طرف متوجہ ہوئی تو اک شخص نے توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔

''اماں! یہ کالے سوٹ والا کون ہے؟''

وردہ کی آنکھیں چمکیں، وہ شخص شائل سے باتیں کررہا تھا۔

''اے کہاں؟'' فاطمہ نے چشمہ ناک پہ جمایا۔

''وہ جو شائل سے بات کررہا ہے۔'' وردہ جی جان سے دکھارہی تھی۔

''یہ تو حسن ہے، شائل کا بڑا بھائی، شارجہ میں ہوتا ہے، بہن کے نکاح کے لئے آیا ہے، ورنہ تو شائل اور اس کے والد ہی ہوتے ہیں بس.....والدہ تو کئی سال پہلے مرگئیں۔''

''شائل کا بھائی؟''

فاطمہ کی دی گئی ساری معلومات میں اسے یہی بات قابل توجہ لگی، عابس نے جب گھر میں شور ڈالا کے جا کے شائل کو دیکھ لیں تب اس نے معلومات دی تھیں کہ باپ بیٹی ہی اک دوسرے کا سہارا ہیں اور بھائی شارجہ میں ہوتا ہے، جانے کیسے وہ اس بات کو اہمیت نا دے سکی تھی اور اب خوبرو حسن کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

''تم بھی نا اماں! بڑی بھولی ہو۔''

''اے کیا ہوا؟'' وردہ کہ انداز پہ چونکیں۔

''کاٹھ کا اُلو سامنے ہے اور تمہیں نظر نہیں آ رہا۔''

''ہیں کہاں؟'' وردہ کے معنی خیزی سے کہنے پہ فاطمہ اس کی بات کا مفہوم سمجھتے چشمہ ٹھیک کرتے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں، تب وردہ نے شانے سے پکڑ کر ان کا رخ اسٹیج کی طرف کردیا۔

''اوہ!'' ان کی اوہ بڑی معنی خیز تھی۔

☆☆☆

''شائل جعفری! تمہیں کیا لگتا ہے، میں روز یوں گاڑی سے ٹیک لگائے تمہاری راہوں میں کھڑا رہوں گا اور تم مجھے نظر انداز کر کے شان بے نیازی سے گزر جاؤ گی؟ میں اک لمحہ نہیں، موسم ہوں بار بار پلٹ کر آؤں گا۔''

''تم نے بھلے میرے آنے کا انتظار نہیں کیا لیکن میں ساری زندگی تمہارا منتظر رہوں گا، تم آؤں گی، میری بنو گی کیونکہ میں ہی تمہاری منزل ہوں، میرا جنون ہی تمہارا حاصل ہے۔''

اپنی بی ایم سے ٹیک لگائے شارون سکندر وثوق کے ساتھ گویا تھا اور وہ نفرت بھری نظر ڈال کر آگے بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

''اب تو یقین آ گیا نا، میں سڑک چھاپ عاشق نہیں ہوں۔'' عابس کی آواز سے احساس تفاخر جھلک رہا تھا۔

''جی!'' شائل کی جھینپی جھینپی آواز سماعت سے ٹکرائی تھی، نکاح کے بندھن میں بندھ کے دنیا بے حد الگ الگ رہی تھی، نکاح کی تقریب میں کتنے ہی خوش کن جملے عابس چپکے سے اس کی سماعت میں انڈیل رہا تھا اور وہ بجائے جا رہی تھی۔

تقریب تک عابس ساتھ تھا، اس کی سراہتی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں، دلفریب سرگوشی شائل کی سماعت براہ راست محفوظ کررہی تھی، تقریب کے بعد مہمانوں کے ساتھ عابس کی فیملی بھی سدھاری تو وہ بھی گھروں کو لوٹ آئے۔

گھر آ کر جعفری صاحب اور حسن کافی دیر تک دلہن بنی شائل کو پاس بٹھائے اس سے باتیں کرتے رہے، دونوں ہی کو اس کے پرایا ہونے کا احساس ستا رہا تھا تو شائل بھی دکھ و خوشی کے امتزاج کی تصویر بن گئی۔

www.pakistanipoint.com

پارٹی میں محض اک بار مل کر عابس کو اتنی اچھی لگی کہ وہ اس سے راہ و رسم بڑھانے لگا اور دھتکار پہ دوست کی معرفت اس کے گھر تک رسائی حاصل ہوئی اور تب شائل کو بھی یقین آنے لگا کہ وہ سنجیدہ ہے، دونوں فیملی میں رابطے ہوئے اور عابس کے زور پر آج نکاح کی تقریب ہو چکی تھی۔

رخصتی سال بھر بعد تھی تاکہ شائل کی تعلیم بھی پوری ہو جائے اور عابس کی بڑی بہن وردہ کی بھی نہیں بات بن جائے۔

رات گئے بستر پہ لیٹی تو تقریب کا سارا منظر نگاہوں میں بھرنے لگا، لبوں پہ دھیمی مسکان پھیلنے لگی تھی، تب ہی عابس کی کال آ گئی تھی اور وہ اپنی ثابت قدمی کی تعریف سننا چاہ رہا تھا۔

شائل کو عابس سے طوفانی محبت نہیں تھی، لیکن اس کی پیش قدمی، گھر تک رسائی کے بعد وہ اسے سوچنے لگی تھی اور اب تو نکاح میں بندھ گئی تھی، سوچوں کا اس سے منسلک ہو جانا عام سی بات تھی۔

''مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا تم اتنی آسانی سے میرے نام ہو گئی ہو، اماں، آپا نے اعتراض کیا تھا لیکن میں نے انہیں منا لیا، شکر ہے، تمہارا حصول ناممکن نہیں ہوا، عابس شکر ادا کرتے فخریہ لہجہ اپنا کیا تھا، شائل بھی ہم نوا تھی، لیکن تب اسی کے علم میں نہیں تھا کہ اس کی زندگی میں بھونچال آنے والا ہے۔''

☆☆☆

اسے کہنا بری شے ہے جنوں
اسے کہنا مجھے جنوں ہے اس کا

شائل جعفری اسے دور سے ہی دیکھ چکی تھی، وہ کنی کترا کر گزرنے لگی تھی، ہمیشہ کی طرح جب گمبھیر آواز میں شعر پڑھ کر وہ اس کے قدموں کی رفتار دھیمی کرنے کے ساتھ رکنے پہ مجبور کر گیا، وہ آگے نکل گئی تھی مگر اتنی شدید تپ چڑھی تھی شعر سن کر کہ اس نے اپنے قدموں کو واپس موڑ لیا اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''آپ کو کیا لگتا ہے، روز اپنی جھلک دکھا کر آپ مجھے امپریس کر لیں گے یا اس طرح کے شعر سن کر میں آپ سے ڈرنے لگوں گی؟'' ہاتھ سینے پہ باندھے، بیگ کندھے سے لٹکائے، بلیک دوپٹہ سر پہ لئے وہ جلال چہرے پہ سجائے بے خوفی سے اسے دیکھ رہی تھی، شارون سکندر کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی، بلیک جینز فی شرٹ اور بلیک ہی جیکٹ پہنے جس کی آستین کہنی تک چنٹوں کی شکل میں پڑی ہوئی تھی، مضبوط کلائی میں بلیک بیش قیمتی گھڑی خود پہ نازاں نظر آ رہی تھی۔

''جانتا ہوں، ڈرتی تو تم کسی سے نہیں ہو، تمہاری اسی بے خوفی نے تو اسیر کیا ہے کہ شارون سکندر تمہاری راہ کی دھول بننے کو بھی تیار، روز تمہاری راہ میں منتظر رہتا ہے، صرف تمہاری اک جھلک کے لئے اور جب تم پر جلال چہرے کے ساتھ ہم کلام ہو کر کلاس لیتی ہو تو سمجھو چاند رات جتنی خوشی ہونے لگتی ہے۔''

کھلی جیکٹ کی سلور زپ دھوپ سے چمک رہی تھی، لب و لہجہ شوخ تھا، شرارتی نظریں مسکرا رہی تھیں، مغرور اٹھی ہوئی ناک، کھلی رنگت اور خوبصورت ہیئر کٹ کے ساتھ گارڈر سے بھری ہائی ایکس کے ساتھ وہ کسی بھی اینگل سے نظر انداز کر دینے والی چیز نہیں تھا۔

شائل جعفری لب بھینچے اسے دیکھتی رہی پھر غصیلی نظر ڈال کر پلٹ گئی تھی۔

☆☆☆

''آپ دونوں اتنے خاموش کیوں ہیں؟''

www.paksociety.com

ناشتے کی میز پہ دونوں کو خاموش دیکھ کر شنائل نے اپنی کرسی سنبھال کر جعفری صاحب کے سامنے ان کا ناشتہ رکھتے استفسار کیا تو حسن پھیکے سے مسکرا دیا۔

"خاموشی تو اب مستقل ہو جائے گی، تمہارے جانے کے بعد، ساری رات اسی سوچ نے سونے نا دیا کہ تم چلی جاؤ گی سال بھر بعد تو میں بالکل اکیلا رہ جاؤں گا۔"

جعفری صاحب اداسی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے، اک پل کو اس کا دل بھی بوجھل ہو گیا، وہ اچھی طرح ان کا کرب محسوس کر سکتی تھی، خود وہ اسی کیفیت سے گزر رہی تھی، کسی کی منکوحہ ہو جانے کی خوشی تھی تو باپ، بھائی کو اکیلا چھوڑ جانے کا دکھ بھی ساتھ تھا، نکاح کی تیاری کرتے کتنے مقامات پر اسے ماں کی کمی محسوس ہوئی تھی، گھر میں عورت نا ہونے کے باعث بڑے بوڑھوں والے سارے کام کرتے اسے ماں بے حد یاد آئی تھی، حسن تو عرصہ سے شارجہ میں مقیم تھا، وہ دونوں ہی اک دوسرے کا آسرا تھے۔

"اکیلے کیوں رہیں گے، بھائی نے بہت کر لی پردیس میں نوکری، اب واپس پاکستان آ جائیں، ہم جلد ہی اچھی سی لڑکی دیکھ کر ان کی شادی کر دیں گے، گھر میں رونق بھی ہو جائے گی، بھابھی کے آنے سے، کیوں بابا، کیا خیال ہے؟" شنائل موڈ بدل کر تصویر کا دوسرا رخ کھینچ لائی تو حسن چھوٹی خفگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"چھوڑ کر تم جا رہی ہو اور پھنسا مجھے رہی ہو۔"

"بات تو تمہاری درست ہے بیٹا، لیکن یہ مانے تب نا، شادی کی عمر نکلی جا رہی ہے لیکن ہر بار جل دے جاتا ہے دیکھ لو۔" جعفری صاحب اتفاق کرتے حسن کے بیان کی طرف اشارہ کر گئے۔

"کہاں عمر نکلی جا رہی ہے بابا، صرف پینتیس کا ہی تو ہوا ہوں۔" حسن منہ بسور گیا۔

"میاں تمہاری عمر کو ہماری شادی کو بارہ تیرہ سال ہو گئے تھے اور تم ابھی تک چھڑے گھوم رہے ہو۔" جعفری صاحب نے اپنا حوالہ دیا۔

"اگر یہاں شادی نہیں کرنی تو وہیں کر لیں۔" شنائل نے راہ دکھائی۔

"بات تو بابا کی تنہائی دور کرنے کی ہو رہی تھی، اگر جو وہاں کی لڑکی مستقل پاکستان میں رہنے کو راضی نا ہوئی تب کیا کروں؟"

حسن کے خدشے پہ اک پل کو دونوں چپ سے ہو گئے۔

"مجھے بھی احساس ہے، یہاں آپ دونوں اکیلے ہوتے ہیں اور وہاں میں، جب میں یہاں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو کیا تھا ہمارے پاس؟"

"مانا، بابا نے ہم دونوں بہن، بھائی کو اچھی تعلیم و تربیت دی، چھوٹی سی چھت بنا لی، جسے آج ہم نے بڑا کر لیا، آس پاس کی زمین خرید کر، لیکن مجھے آج بھی افسوس ہے کہ ہم اماں کو کینسر جیسے موذی مرض سے نا بچا سکے، کیونکہ ہمارے پاس علاج کے لئے خطیر رقم نہیں تھی اور اماں چلی گئیں، مجھے آج بھی یہ اذیت نہیں بھولتی، اسی لئے اپنوں کو چھوڑ کر سالوں شارجہ میں نوکری کی اور آج جب کچھ سیو ہوا تو میں نے ساری جمع پونجی کاروبار میں لگا دی، بھلے آج ہم امیر، کروڑ پتی نہیں لیکن مجھے پوری امید ہے کہ کاروبار جلد چل پڑے گا اور میرا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔"

ماں کے ذکر پہ حسن کا لہجہ نم ہو گیا تھا تو دونوں کی آنکھیں، جعفری صاحب خود کو بیوی کا مجرم سمجھنے لگے تھے، دونوں بچے زیر تعلیم تھے ان

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کی کم مائیگی نے بیوی کا علاج ٹھیک سے کروانے کا موقع نہیں دیا تھا، وہ پرائیوٹ ادارے میں ملازم تھے، حسن یونی ورسٹی میں پڑھ رہا تھا تو شائل اسکول میں تھی کہ دونوں بہن بھائی کی عمروں میں چودہ، پندرہ سال کا فرق تھا۔

''بجا کہہ رہے ہو، موت برحق ہے لیکن انسان کو خلش ستانے لگتی ہے کہ شاید یوں کر لیتے تو زندگی بچ جاتی۔''

جعفری صاحب دکھی ہو گئے، مرحومہ ساتھی کی یاد نے گلاسز دھندلی کر دی تو وہ انہیں اتار کر دامن سے صاف کرنے لگے، ماحول اک دم سے اداس ہو گیا۔

''فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے بابا، بیتا ہوا وقت تو ہم واپس نہیں لا سکتے، لیکن آنے والا وقت انشاء اللہ بہت اچھا ہو گا، ابھی تو شائل کی رخصتی میں سال باقی ہے، تب تک میرا بزنس بھی چل پڑے گا، آپ کو اپنے ساتھ شارجہ لے جاؤں گا، دونوں باپ بیٹا ساتھ رہیں گے، ابھی تو یہ مانو بھی اکیلی آپ کی محبت سمیٹ رہی ہے۔''

ماحول کی گمبھیرتا کو دور کرنے کے لئے حسن نے شائل کو چھیڑا تو جھلملاتی نظروں سے وہ مسکرا دی۔

''نہیں بیٹا، میں کہیں نہیں جاؤں گا، اپنا ملک، اپنی زمین، ناکل چھوڑی تھی، نا آج چھوڑ سکوں گا، تم اپنا کاروبار دیکھو، خوب ترقی کرو، میری دعا ساتھ ہے۔'' جعفری صاحب معذرت کر گئے تو دونوں چپ ہو گئے کہ ان کی محبِ وطن فطرت سے آگاہ تھے۔

☆☆☆

''شائل جعفری! چاہوں تو اک منٹ بھی ضائع کیے بنا تمہیں اپنا بنالوں، زور زبردستی سے اپنانے کی سوچ میں ہوتی تو یہ میں بہت پہلے کر چکا ہوتا، تمہیں تمہاری مرضی سے اپناؤں گا، جب تم پکارو گی، خود میری زندگی میں آنے کی خواہش کرو گی۔'' وہ بہت زعم سے کہہ رہا تھا۔

''یہ خوش فہمی، اک دن تمہاری جان لے لے گی۔'' وہ چبھتے ہوئے لہجے میں نفرت سے کہہ گئی تھی، ایئر پیس پہ گمبھیر قہقہے کی آواز بکھر گئی تھی اور اس نے کال کاٹ کر فوراً سے پیشتر فون کو فلائیٹ موڈ پہ لگا دیا تھا، اس کی رسائی فون نمبر تک ہو گئی تھی، شائل جعفری کو حیرت کے ساتھ غصہ آنے لگا تھا۔

پرائیوٹ نمبر سے آتی کالنگ پہ اس نے محتاط انداز میں کال پک کی تھی اور شارون سکندر کی آواز اس کی روح کھلسا گئی تھی۔

☆☆☆

عابس کھلے کھلے انداز میں گنگناتے ہوئے چائے کے لئے میز تک آیا تھا، پھر اپنا مگ لے کر صوفے پہ آرام سے بیٹھ گیا اور ریموٹ اٹھا کر چینل سرچنگ میں مصروف ہو گیا، اس کے فریش موڈ کو دیکھتے وردہ نے فاطمہ کے سر میں مالش کرتے کہنی سے ان کے شانے کو دبا کر کچھ یاد دلایا، فاطمہ بند آنکھوں سے جھومتی اس دباؤ پہ پٹ سے آنکھیں کھول کر گردن گھما کر وردہ کو دیکھنے لگیں، آنکھ اور ابرو کے اشارے سے اس نے عابس کی طرف اشارہ کیا تو فاطمہ کی آنکھیں بھی چوپٹ ہو گئیں۔

''ہاں بھئی عابس میاں، نکاح کے بعد سے تو تم اور بھی موبائل فون کے ہو کر رہ گئے ہو، اگر تمہیں فرصت ہو تو اک بات کر لوں؟''

عابس کے سیل فون کی نوٹیفیکیشن رنگ بیل بجی تھی، وائی فائی بھی کنکٹ تھا جس کے باعث ٹون لگاتار بجی تھی، فاطمہ نے اس کے مصروف انداز پہ طنز کیا تھا۔

www.pakistanipoint.com

''اماں! دوست کے میسجز ہیں۔'' عابس چونک کر صفائی دینے لگا۔

''تو میں نے کون سا تمہاری بیوی کا نام لے لیا جو یوں پھڑ پھڑا رہے ہو؟'' فاطمہ نے ناک پر سے مکھی اڑائی تو وردہ سر پیٹ کے رہ گئی، جو بات کرنا تھی اس کے لئے ضروری تھا کہ عابس کو آرام سے ہاتھ میں لیا جاتا لیکن فاطمہ بغض بہو میں سارے احتیاطی تقاضے فراموش کر گئیں، ہوش وردہ کے دوسری بار کہنی چبھونے پہ آیا۔

''اے تو کیا کنواں کھودنے لگی ہے، میری گردن کے پیچھے۔'' وہ جھنجھلا کے وردہ کی کلاس لینے لگیں تو وہ معصوم سی شکل بنا گئی۔

''کیا بات ہے، کہیں۔'' سیل فون سائیلنٹ موڈ پہ لگا کر عابس نے ان کا گلہ دور کرنا چاہا۔

''تو جانتا ہے تیری رخصتی اس وقت تک نہیں کرواؤں گی جب تک وردہ اپنے گھر کی نہیں ہو جاتی، یہ بھی تو نے ضد کی تو نکاح پڑھوا دیا تیرا۔''

''آپا کے لئے کوشش تو کر رہا ہوں، کافی میرج بیورو اور دوستوں کو کہہ رکھا ہے۔'' فاطمہ کے یاد دلانے پر عابس اپنی کارگزاری کا ذکر کر گیا۔

''اے تو دور کیوں جاتا ہے، وہ شائل کا بھائی حسن بھی تو ہے، تو بات کر شائل سے اسے بول کے وہ خود اپنے باپ بھائی سے ذکر کرے اور انہیں ہمارے گھر وردہ کا رشتہ مانگنے کے لئے بھیجے۔'' فاطمہ اتنے فراٹے سے سارا کچھ بیان کر گئی تھیں کہ وردہ تو عش عش کر اٹھی لیکن عابس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''حسن بھائی اور آپا!'' وہ متحیر تھا۔

''ہاں تو اس میں برائی ہی کیا ہے، ہم بھی تو ان کی بیٹی لا رہے ہیں، انہیں ہمارے گھر کی بیٹی لیتے موت پڑے گی کیا؟'' فاطمہ اس کی حیرانی پہ آڑے ہاتھوں لے رہی تھیں۔

''اسے تو خود سانپ سونگھ گیا ہے، یہ بھلا خاک چاہے گا کہ میری بھی شادی ہو، بڑی بہن بیٹھی ہے، لیکن اسے چھوٹا ہو کر نکاح پڑھواتے شرم نہ آئی۔'' وردہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی، دوپٹہ منہ پہ رکھ کر فلمی ہیروئن کو مات دیتی اندر کی طرف دوڑ لگا چکی تھی اور وہ جو سمجھ رہا تھا نکاح پڑھوا کر اس نے معرکہ مار لیا اس نئی افتاد پہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

''شائل جعفری! وہ شخص تمہارے لائق نہیں ہے، اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ اس سے تمہیں بھی محبت نہیں ہے، ہاں نکاح پڑھوا کر شاید تمہارے دل میں اس کے لئے کوئی جذبات ہوں تو کچھ کہنے سے قاصر ہوں، لیکن میرے رقیب کو تم سے کتنی محبت ہے اس کا احساس بھی تمہیں جلد ہی ہو جائے گا، اگر اسے تم سے محبت ہوئی تو تم پہ کوئی آنچ نا آنے دیتا، حیران نا ہو، تم سے جڑی پل پل کی خبر رکھتا ہوں، چاہوں تو دو منٹ میں تمہارے نام نہاد منکوح کی محبت کا عملی نظارہ کروا دوں لیکن پھر تمہیں لگے گا کہ میں حسد میں یہ سب کر رہا ہوں، حسد تو بہت ہے، جلن بھی بہت ہے کہ اس گھونچو نے مجھ سے پہلے تم تک رسائی حاصل کر لی، لیکن جتنا میں اس کے بارے میں جان گیا ہوں، امید ہے جلد ہی تم پہ بھی آشکار ہو جائے گا، اسے برا ثابت کرنے کے لئے مجھے محنت نہیں کرنا پڑے گی، جلد یا بدیر اس کی فطرت خود تم پہ عیاں ہو جائے گی۔''

''بکواس بند کرو، تم عابس کی فطرت آشکار کرنے کی بات کر رہے ہو، خود اپنی فطرت کو بھی مدنظر رکھو کہ خود کیا ہو، یہ جان کر کہ میں کسی کی

www.pakistanipoint.com

منکوحہ ہوں، روز اپنی محبت کی پٹاری اٹھائے میرے سامنے آ جاتے ہو اور اب مجھے میرے شوہر کے خلاف بھڑکا رہے ہو۔'' اس کی باتوں پہ شنائل چراغ پا ہوگئی تھی، پہلے ہی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی اوپر سے شارون سکندر کے ڈراوے (جو کافی حد تک درست تھے لیکن وہ اس کے سامنے ماننے سے انکاری تھی) یہ جھنجھلا کر برس پڑی تھی۔

''شنائل جعفری! صرف کاغذی کاروائی سے کوئی رشتہ مضبوط ہوتا یا مجھے عابس صاحب کی ثابت قدمی پہ ذرہ برابر بھروسہ ہوتا تو یہ جاننے کے بعد کہ تم اس کی منکوحہ ہو، میں پیچھے ہٹ جاتا، جب تم میری نظروں میں ہو تو تمہارا فائدہ اور نقصان کس چیز میں ہے، میں اس پہ ضرور سوچوں گا، بار بار سوچوں گا، بھلے تم اپنا برا کرنے کی ٹھان لو لیکن میرے جیتے جی تو تم اپنا برا بھی نہیں کر سکو گی۔'' لفظ بے حد جما کر سختی سے ادا کیے گئے تھے، اک پل کو تو وہ بھی بھونچکی سی رہ گئی، اسی کے بھلے کے لئے وہ اسی سے لڑنے کو تیار بیٹھا تھا، وہ حیران نا ہوتی تو اور کیا کرتی۔

☆☆☆

''کیا بات ہے عابس، میں اتنی دیر سے آپ سے اپنی باتیں شیئر کر رہی ہوں اور اک آپ ہیں کہ کوئی رسپانس نہیں دے رہے۔''

وہ کافی دیر سے اس کی غائب دماغی محسوس کر رہی تھی اور جب اس کا قصہ ختم بھی ہوگیا اور اس کے بعد بھی اس نے کوئی رسپانس نہیں دیا تو وہ گلہ کر گئی۔

''ہاں..... آں..... کیا کہہ رہی تھیں تم؟'' عابس چونکا۔

''یعنی آپ نے میری گفتگو سنی ہی نہیں۔'' وہ ٹھنکی۔

''سنی ہے نا، بولو، کیا کہہ رہی تھیں۔'' وہ بہلانے لگا۔

''یہی شیئر کر رہی تھی کہ بھائی اور بابا میری رخصتی کا سوچ کر ابھی سے دکھی ہو رہے ہیں، بھائی تو شارجہ چلے جائیں گے، پیچھے بابا اکیلے رہ جائیں گے۔'' وہ پھر سے ساری گفتگو پورے سیاق وسباق سے کیا سناتی لب لباب بتا گئی۔

''ہاں، یہ تو ہے! تم لوگ حسن بھائی کی شادی کیوں نہیں کر دیتے۔'' عابس چونک گیا، اک دم سے فاطمہ کی باتیں اور وردہ کا جذباتی ڈرامہ یاد آیا تو آہستہ آہستہ مدعے کی طرف آنے لگا، اس کی توجہ ہوئی تو وہ یہ حل بھی نا بتاتا، کیونکہ صبح میز پہ ہوئی ساری گفتگو شنائل نے اسے سنا دی تھی، وہ متوجہ ہوتا تب نا، شنائل نے ایک لمبی سانس لی تھی۔

''جی..... اس موضوع پر بھی بات ہوئی تھی لیکن بھائی پاکستان شفٹ ہونے کو تیار نہیں کہ ابھی بزنس کی شروعات کی ہے اور بابا شارجہ جانے کے موڈ میں نہیں، بھائی کی شادی ہوئی تو بھابھی بھی یقیناً شارجہ میں رہیں گی اور بابا کی تنہائی کا مسئلہ جوں کا توں ہی رہے گا۔'' وہ ہر پہلو دکھا رہی تھی۔

''ایسی بھی کوئی اندھیر نہیں مچی ہوئی، تم لوگ ایسی لڑکی ڈھونڈو جو یہاں پاکستان میں رہے اور حسن بھائی چار، چھ مہینے میں چکر لگا لیا کریں، ایسی کتنی ہی بے شمار مثالیں ہیں، شوہر سالوں پلٹ کر نہیں آتے اور بہو سسرال میں وقت گزارتی ہے۔'' عابس کو لگ رہا تھا اس کے لئے پلیٹ فارم مہیا ہوگئی ہے، تب ہی وہ پوری جانفشانی سے کیس لڑنے لگا۔

''بات تو آپ کی درست ہے لیکن شاید بابا خود اس ناانصافی کو ناپسند کر کے بھابھی کو بھائی کے پاس بھجوا دیں۔'' وہ جعفری صاحب کی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

انصاف پسند طبیعت سے واقف تھی، خدشہ ظاہر کر گئی۔

''تم لوگ پہلے لڑکی دیکھنا تو شروع کرو، یہ تو ہم اپنے ذہن سے سوچ رہے ہیں، کیا معلوم حسن بھائی خود پردیس سے بزنس سمیٹ کر یہاں آ کر کاروبار جمالیں۔'' عابس اسے ٹریک پہ لے آیا تھا۔

''ہاں ممکن تو یہ بھی ہے، اپنوں کا ساتھ اور گھر کے سکھ سے انسان کب تک منہ موڑ سکتا ہے۔'' شنائل بھی جیسے قائل ہونے لگی تھی۔

''میں بات کرتی ہوں بابا اور بھائی سے اور جلد ہی لڑکی دیکھنا شروع کر دیتی ہوں، اماں تو ہیں نہیں، مجھ اکیلی کو ہی یہ فریضہ انجام دینا پڑے گا، بہتر ہو بھائی کے جانے سے پہلے کوئی اچھی لڑکی مل جائے۔'' ماں کے ذکر پہ لہجہ سست ہوا تھا لیکن اس نے جلد ہی کور کر لیا۔

''شنائل!..... وہ'' عابس جھجک سا گیا، اپنے منہ سے بہن کے متعلق بات کرنا عجیب سا لگ رہا تھا، لیکن فاطمہ کئی بار جتا چکی تھیں، گفتگو بھی اس نہج پہ پہنچ چکی تھی تو اسے ہمت کرنا پڑی۔

''کچھ کہنا چاہ رہے ہیں؟'' مشکل آسان کی۔

''تم لوگ حسن بھائی کے لئے لڑکی دیکھو گے اور ہم آپا کے لئے لڑکا دیکھ رہے ہیں، تو کیا یہ مناسب نہیں کہ تم لوگ حسن بھائی کے لئے آپا کو مانگنے ہمارے گھر آ جاؤ، دونوں کی عمروں میں بھی مناسب فرق ہے، آپا تیس کی ہو گئی ہیں تو حسن بھائی پینتیس کے، پانچ سال کا فرق بہت مناسب ہے دونوں کی عمروں میں۔'' عابس پروپوزل رکھ نہیں رہا تھا، جیسے فائنل کر رہا تھا، شنائل اس کی فیملی کیا چاہتی ہے، کیا سوچتی ہے؟ اس سے بے غرض ہو کر وہ عمروں کا فرق بتا رہا تھا۔

شنائل اک دم سے چپ ہو گئی تھی، آپا کے ذکر پہ اس کی یادداشت میں دو عیار و مکار آنکھیں آ گئی تھیں، بھلے وہ عابس کا رشتہ لے کر اس کے گھر آئی تھیں، لیکن ماں، بیٹی کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ زبردستی بھیجی گئی ہیں۔

بیٹوں کے بھیجے گئے گھروں میں آ کر ماں، بہن کی تیوری پہ بل کچھ اس لئے بھی پڑ جاتے ہیں کہ یہاں بے فکری سے چائے کا ناشتہ اڑا کر لڑکی میں سو سو نقص نکالنا، ذرا مشکل کام ہو جاتا ہے۔

ان کے انداز شنائل کو بھی کھلے تھے، جعفری صاحب تو انکاری ہونے لگے تھے لیکن عابس کی کال پہ منت سماجت نے جعفری صاحب سے ہاں کروالیا کہ نند کب تک گھر رہتی ہے اور ساس کو بہو اچھی لگی ہی کب ہے خواہ وہ خود ہی بیاہ کر لائے، عابس کی منت سماجت تو کام آ گئی تھی اور اس کے بعد سے وہ دونوں جب بھی آئیں جامہ میں رہیں لیکن ابھی عابس نے جو خواہش کی اسے سن کر شنائل چپ سی ہو گئی اور اس کی خاموشی پہ عابس کی تیوری پہ بل پڑنے لگے۔

''میں نے ایسی کون سی مشکل بات کر دی کہ تم چپ سی ہو گئیں۔'' ائیر پیس سے عابس کی جھنجھلائی ہوئی آواز آئی تو شنائل چونکی۔

''آپ نے اک دم سے اتنی بڑی بات کر دی تو سوچ میں پڑ گئی۔''

''اتنی انوکھی بات بھی نہیں کی، تم جلد ہی گھر میں بات کر کے مجھے کنفرم کرو کہ تم لوگ کب تک آؤ گے باقاعدہ رشتہ لے کر۔'' عابس اتنے بھرم سے سب پلان کر گیا کہ وہ چپکی رہ گئی۔

☆☆☆

''شنائل جعفری! کسی کو پرکھنے میں اتنا وقت

www.pakistanipoint.com

نہیں لگانا چاہیے کہ اپنی ذات ہی تماشا بن جائے، تم بلاوجہ آس لگائے بیٹھی ہو، سب ٹھیک ہو جائے گا، وہ تمہارے کہنے پر چلے گا، محبت کرنے والا کبھی آزمائش میں نہیں ڈالتا بلکہ آزمائش سے بچاتا ہے..... اور جب ثابت ہوگیا کہ اپنے مفاد کے لئے وہ تم پہ پریشر ڈال رہا ہے تو کہاں ہے اس کی محبت؟ کیا نکاح کے عوض اس نے خرید لیا تمہیں جو من مانی کروائے گا، اپنی پسند کا فیصلہ کروائے؟''

''چند ماہ کی فون پہ باتیں اور نکاح..... تم اتنا نہیں جانتیں اپنے نام نہاد منکوح اور اس کی فیملی کو..... جتنا میں جانتا ہوں، ابھی کوئی ثبوت تمہارے سامنے لا کھڑا کروں، تب بھی تم نہیں مانو گی، یہی کہو گی کہ یہ میں نے بغض رقیب میں اکٹھی کی ہیں، تم سمیت تمہاری فیملی کا بھلا مجھ پہ فرض ہے، جیسے تمہاری محبت مجھ پہ فرض ہوگئی ہے، جو ہو سکے تو حسن بھائی کے لئے کوئی اور لڑکی دیکھو۔''

جانے اس نے کہاں کہاں اور کون سے جاسوس چھوڑ رکھے تھے جو اسے پل پل کی خبر دیتے تھے اور شائل اپنی پریشانیوں میں گھری شارون سکندر کے منہ سے تنبیہی نوٹس سن کر حیران رہ جاتی تھی۔

اس کے وائس میسج کو ڈیلیٹ کرتے اس نے ایک بار پھر عابس کا نمبر ملایا تھا مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہا تھا، پچھلے کئی دنوں سے اس کا یہی رویہ اس کے ساتھ تھا، نا خود رابطہ کر رہا نا کوئی رسپانس دے رہا تھا، کتنے ہی ٹیکسٹ، وائس میسجز وہ کر چکی تھی، سب سین تھے، لیکن کوئی جواب نہیں تھا اور اب ہمدرد بن کر وہ میسج کر گیا تھا۔

جس سے امید تھی، وہ خود ہی اسے مشکل سے دوچار کر کے چھپ گیا تھا اور جس کی سننے کی روداد نہیں تھی وہ ہمدرد بنا مشورے دے رہا تھا، ایسا کیا جانتا تھا وہ عابس کی فیملی کے بارے میں؟ اسے تجسس تو ہوا مگر وہ اظہار کر کے اسے کھیلنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی لیکن نادان تھی جو اصل کھلاڑی سے انجان تھی۔

☆☆☆

''شائل! فری ہو تو شام کو تیار رہنا، سوچ رہا ہوں، جانے سے پہلے تھوڑی سی شاپنگ کر لوں۔'' دونوں کو چائے کا کپ تھما کر اپنا کپ لئے صوفے پہ بیٹھ گئی تو حسن نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''یونی کے بعد تو فری ہی ہوتی ہوں بھائی!''

''پھر ٹھیک ہے، تیار ہو جاؤ، تمہیں بھی شاپنگ کروا دوں گا، بھائی کو یاد کرو گی۔'' حسن نے شوخی دکھائی تو وہ مسکرا دی۔

''بھائی کو شاپنگ پہ ہی یاد کرنے کی ضرورت نہیں، بنا رشوت کے محبت کرتی ہوں۔'' وہ بھی محبت سے جتا گئی اوپر سے بظاہر وہ ہشاش بشاش تھی لیکن عابس نے جو کام اس کے ذمہ لگا دیا تھا وہ اسے مشکل سے دوچار کرنے لگا۔

''بابا آپ بھی چلیں نا؟'' حسن ان کے سر ہونے لگا۔

''نا بھئی، مجھ بوڑھے کا بھلا شاپنگ مالز میں کیا کام..... کسی حسینہ نے پسند کر لیا تو اب اس عمر میں تم لوگوں پہ سوتیلی ماں لانا کیا اچھا لگوں گا، اوپر سے تمہاری ماں ''اوپر آ پھر بتاتی ہوں'' والے ڈراؤنے خواب دکھانے آ جائے تو مجھ غریب کی تو نیا ہی ڈوب جائے گی نا تیرنے سے پہلے۔'' جعفری صاحب کے سنجیدگی سے کہنے پہ دونوں ہی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

''اماں کا ڈرنا ہونا ہوتا تو ہم سوتیلی ماں بھی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

لے آئے، اسی بہانے آپ کی تنہائی کا مسئلہ تو حل ہوتا۔" حسن بھی شرارتی ہوا تو جعفری صاحب ہنس دیئے۔

"بعض آیا میں ایسی محفل سے۔"

"بھائی، آپ کیوں شادی نہیں کر لیتے؟ ہم ایسی لڑکی لائیں گے جو ہمارے ساتھ یہاں رہے اور آپ چار چھ ماہ میں چکر لگا لیا کریں اور پھر آہستہ آہستہ وہاں سے کاروبار ختم کر کے یہاں ہی کاروبار شروع کر دیں، یا پھر وہاں کا کاروبار ایماندار بندے کے حوالے کر کے یہاں بھی شروع کریں تا کہ دونوں ممالک میں کاروبار کو فروغ ملے۔" شمائل راہ ہموار کر رہی تھی۔

"آئیڈیا تو اچھا ہے بہنا، لیکن دو ممالک میں کاروبار کے لئے کثیر سرمایے کی ضرورت پڑے گی، ابھی تو میں خالی ہاتھ ہوں کہ سب کچھ داؤ پہ لگا کر کاروبار شروع کیا ہے، پیسہ ڈوب گیا تو پھر سے ذلت بھری نوکری کی زندگی اور کاروبار چل پڑا تو پھر تمہارے مشورے پر ہی عمل کروں گا کہ میرا ابھی یہی پلان ہے لیکن اس کے لئے پیسہ، محنت اور وقت تینوں چیزوں کی ضرورت ہے۔" حسن نے اتفاق کرتے ہوئے سارے زاویے دکھائے تو وہ بھی اتفاق کر کے سر ہلانے لگی۔

"انشاء اللہ کامیاب ہو گا بزنس پریشان نا ہو، اللہ پر توکل رکھو۔" جعفری صاحب ہمت بندھانے لگے تو وہ مسکرا دیا۔

"ویسے آئیڈیا میری بیٹی نے بھی کمال دیا کہ شادی کر کے بہو گھر لے آؤ، ہمارے نا سہی بہو کے کہنے پر تو جلدی جلدی آؤ گے، ورنہ پھر ہم اسے بھی تمہارے پاس بھیج دیں گے، کہ پرائی بچی کے ساتھ ظلم خلاف قانون پسند نہیں، پھر بیٹا، کب سے لڑکی دیکھ رہی ہو؟ میرا خیال ہے تمہاری رخصتی سے پہلے حسن کا گھر آباد کر ہی دوں۔"

جعفری صاحب اتفاق کرنے شمائل کی طرف جانے والی نظریں جما گئے تو وہ کچھ بوکھلا سی گئی۔

"وہ بابا، میں سوچ رہی تھی، وردہ آپا بھائی کے لئے کیسی رہیں گی، دیکھی بھالی ہیں۔" وہ اٹک کے کہہ گئی۔

"تمہاری نیند وردہ؟" جعفری صاحب بھی چونکے، حسن خاموشی سے دیکھنے لگا، وہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

"پرائی بچیوں کے غلط بات منہ سے نکالتے ڈرتا ہوں کہ میرے آگے بھی بیٹی ہے، لیکن بیٹا معاف کرنا، تمہاری نند عادات وفطرت کی اچھی نہیں لگی، ساس نند دونوں زبان کی تیز ہیں، ان ہی اسباب پر میں نے انکار کرنا چاہا تھا، عابس نے معقول وجہ بتائی کہ ہر ساس نند کا بہو، بھابھی کے لئے اک سیا رقابت بھرا انداز ہوتا ہے اور یہ کہ دونوں نے تمہیں تنگ کیا تو وہ تمہیں الگ گھر میں رکھے گا تا کہ تم معمول کی تکرار سے بچتی رہو، اس سلسلے میں، میں نے حسن سے بھی مشورہ کیا تھا اور جب اس نے بھی عابس کی بات کی حمایت کی تو میں نے ہاں کر دی کہ شاید تم بھی یہی چاہتی تھیں لیکن اب اس بچی کو بہو بنا کر گھر لے آنا، میرے خیال میں یہ معقول رشتہ نہیں ہے، ہم سب ٹھہرے متحمل مزاج زبان کی تیزی طراری سے کوسوں دور۔" جعفری صاحب کے خوبصورت انداز میں موازنہ اور سہولت سے توجیہ دے کر ناپسند کرنے پہ شمائل کے چہرے پہ ناامیدی پھیلنے لگی تھی۔

"اور پھر وٹہ، سٹہ دونوں رشتوں پہ اثر انداز ہوتا ہے، ایسا نا ہو کل کو تمہاری زندگی لپیٹ میں آ جائے، بہتر ہے کوئی اور لڑکی دیکھ لو۔" جعفری صاحب نے مہر لگا دی تو وہ پھیکے سے جی کہہ کر مسکرا دی۔

''شائل! یہ تمہاری خواہش تھی یا کسی اور کی..... مطلب، عالبس یا اس کی فیملی میں سے تو کسی نے تم پر دباؤ نہیں ڈالا؟'' حسن اس کے چہرے پہ نگاہ جمائے بیٹھا تھا اس کے اچانک سوال پہ شائل کے چہرے کا متغیر ہوتا رنگ دونوں پہ کھل گیا تھا۔

''نہیں بھائی! وہ بس ایسے ہی خیال آ گیا تو پوچھ لیا۔'' وہ جلدی سے باتیں گھڑنے لگی تو دونوں اک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے، کل تک ان سے سچ کہنے والی، نکاح ہوتے ہی جھوٹ بولنے لگی تھی۔

☆☆☆

''مس شائل جعفری!'' پرنسپل گلاسز کے پیچھے کسے تصدیق چاہ رہے تھے۔

''جی سر!'' وہ حیران ہوتی ہامی بھر گئی، اسی کالج سے گریجویشن کر کے اب وہ ماسٹرز کر رہی تھی، پرنسل سے آج تک بالمشافہ ملاقات کی نوبت نہیں آئی تھی۔

گزرتے ہوئے سامنا ہونے پر اچھی اسٹوڈنٹ کے ناتے سلام کر دیتی تھی، جانے وہ جواب بھی دیتے تھے یا نہیں، اسے تو پرنسپل کی شکل یاد تھی لیکن اتنے اسٹوڈنٹس میں انہیں کہاں سے یاد ہوتا کہ ان کے کالج میں کوئی شائل جعفری بھی زیر تعلیم ہے، جو ان کے بلاوے پر روبرو تھی۔

''کون لڑکا ہے جو روز کالج کے باہر آپ کے لئے کھڑا ہوتا ہے؟ آپ کا لور..... فیانسی؟ جو کوئی بھی ہے، اسے کہہ دیں کہ آئندہ سے کالج کے باہر نظر آیا تو آپ کا نام کالج سے نکال دوں گا پھر بھلے آپ اس کے ساتھ سیر سپاٹے کرتی رہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن اب سے کالج کے باہر آپ سے باتیں کرتا کوئی بھی نظر آیا تو مجھے ایکشن لینا پڑے گا۔''

''والدین اداروں پہ بھروسہ کر کے لڑکیوں کو اسکول، کالج، یونیورسٹی بھیجتے ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے ان کی تربیت کے ساتھ آپ ہمارے ادارے کا نام بھی برباد کر رہی ہیں، آپ کو کیا لگتا ہے، میں ایسا ہونے دوں گا، ذرا سی شرم ہے آپ میں کہ آپ کی اس حرکت سے دوسری لڑکیوں پر کیا اثر پڑ رہا ہے؟ مجھ تک کمپلین آئی تو اس کا مطلب ہے یہ سلسلہ پرانا ہے، اصولی طور پہ تو مجھے آپ کے پیرنٹس کو کال کر کے بلا کر ان کی بیٹی کے کارنامے کے قصے سنانا چاہیے تھے لیکن خود بھی بچوں والا ہوں اس لئے والدین کے جذبات کو سمجھتا ہوں، انہیں دھچکا پہنچانے سے پہلے آپ کو وارننگ دے رہا ہوں، آپ کا اکیڈمک رپورٹ دیکھا، اچھا ہے، اچھی لڑکی بھی بنو، اسے میری پہلی اور آخری وارننگ سمجھنا، ورنہ اگلی بار بات گھر تک جائے گی اور کالج سے الگ نکال جائیں گی، جا سکتی ہیں آپ۔''

پرنسپل جو بولنا شروع ہوئے تو رکنا بھول گئے، شائل جعفری تو اس بلاوے پر ہی حیران تھی اور جب وہ لعن طعن کرنے لگے تو کئی بار منہ حیرت سے کھلا، کئی بار لب سختی سے بھنچے اور کئی بار ذلت کی سرخی چہرے پہ دوڑ کر نظریں جھکانے پر مجبور کر گئی۔

اسے صفائی میں بولنے کا موقع دیے بغیر پرنسپل لعنت ملامت، جھاڑ جھپاڑ کے ساتھ کالج سے نکالنے کی دھمکی دے کر جانے کا کہہ کر فون میں بزی ہو گئے، دوسرے معنوں میں گیٹ لاسٹ کہہ گئے اور وہ ذلت کا احساس لئے حیران پریشان پلٹ گئی۔

☆☆☆

''تم نے بات کی گھر میں؟ بابا اور حسن

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بھائی نے کیا کہا؟'' عابس کی کال معمول سے کافی پہلے آگئی تھی، چند اک باتوں کے بعد وہ فوراً بے تابی سے سوال داغ گیا تو شائل جعفری کو اس جلدی کی وجہ بھی سمجھ آگئی، وہ جواب کا منتظر تھا، شائل نے سہولت سے جعفری صاحب کے اعتراضات بتا دیے تھے، سوائے وردہ کی تیز طرار فطرت کے کہ اب وہ اسے تو سچ نہیں بتا سکتی تھی۔

''یہ کیا بات ہوئی، وٹہ سٹہ کو بنیاد بنا کر رشتہ ریجیکٹ کرنا یہ کون سی بات ہوئی۔'' عابس کی ناگوار آواز میں غصہ بھی نمایاں تھا۔

''بابا نے کچھ سوچ کر ہی کہا ہوگا، وہ تجربہ کار انسان ہیں۔'' وہ باپ کی طرف داری کرنے لگی۔

''خاک تجربے والی بات ہے، دنیا میں کتنی ہی مثالیں ہیں وٹہ سٹہ کی۔'' عابس بدتمیزی پہ اتر آیا۔

''اور ان مثالوں میں کتنی شادیاں اک دوسرے کی وجہ سے کامیاب رہی ہیں، یہ بھی آپ کے علم میں ہوگا۔'' شائل جعفری کو اس کا انداز ناگوار تو گزرا لیکن وہ محتمل انداز سے اسے احساس دلانے لگی۔

''یہ سب مفروضے ہیں، کامیاب و ناکام کرنا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے، روز دس طلاقیں ہوتی ہیں تو کیا سب کی وجہ وٹہ سٹہ ہے، اگر تم لوگوں کو یہ ڈر ہے تو ایسا کرو آپا اور حسن بھائی کا نکاح پڑھوا دو، میں قربانی دے دیتا ہوں۔''

پہلے تو صرف وردہ اور فاطمہ کی ہی خواہش تھی کہ وردہ کی شادی حسن سے ہو جائے لیکن جب عابس نے حسن کو اس نظر سے دیکھا تو اسے بھی مناسب لگا، بنا جھنجھٹ والی سیدھی سادھی فیملی، شارجہ میں کاروبار، شائل رخصت ہو کر آ جاتی، ساس کا جلایا نہیں بس اک بوڑھا سسر، اس سے اچھا گھر اور کہاں ملتا۔

وہ ہاں سننے کا ہی منتظر تھا لیکن شائل کی باتوں پہ غصہ کرنے وہ حد سے گزر گیا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ قربانی دیں گے آپ؟''

''قربانی؟ ہمارے رشتے کو ختم کرنے کی بات کی نا آپ نے؟ یہ ہے وٹہ سٹہ کا اثر، ابھی اک رشتہ جڑا نہیں اور دو دن پہلے جڑے رشتے کو قربان کرنے کی بات آپ کی زبان پر آگئی۔'' شائل کو بے حد گراں گزرا تھا، کل تک اس سے محبت کا دعویدار آج بہن کے لئے قربانی دینے کو تیار ہو گیا تھا، عابس کو بھی زبان کے پھسل جانے کا احساس ہوا تھا، لیکن دیر ہو چکی تھی، شائل بھڑک اٹھی تھی۔

''آپ نے ہی بتایا کہ آپ کی ماں اور بہن تیز مزاج کی ہیں اور ان کے انداز بھی، میری فیملی اور میں نے ملاخطہ کیے اور آج آپ اسی بہانے کے لئے انکار سن کر نکاح کو توڑنے کی بات لا رہے ہیں؟''

شائل کو چند دنوں میں ہی اس کا یا پلٹ پہ حیران ہو رہی تھی، کل تک اس کا لب و لہجہ اور تھا اور نکاح کے بعد سے اور ہو گیا تھا اور بہن کے رشتے کی بات عالم بن کر وہ یوں کر رہا تھا، جیسے نکاح کے عوض شائل جعفری کی چابی اس کے ہاتھ لگ گئی ہو اور وہ جیسے چاہے اسے اپنے اشارے پر چلا سکتا ہے۔

''تیز مزاج کوئی ایسی خرابی تو نہیں کہ معیوب ہو، ہر روٹی کھانے والا غصہ کرتا ہے مزاج رکھتا ہے، میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اپنی ماں بہن کو صحرا میں اکیلا چھوڑ آؤں گا۔'' عابس کے تند و تیز لفظ شائل کو دکھ کے ساتھ لب بھینچ لینے

Nusrat Azeem
www.pakistanipoint.com

پر مجبور کر گئے۔

مردوں کو ماں، بہن کے جو رویے پہلے چبھتے ہیں، بیوی کے آ جانے کے بعد وہی تیور پیارے لگنے لگتے ہیں، تب ہی تو وہ بیوی کو صبر برداشت کی گھٹی دے دے کر سسرال میں تماشا بنا دیتا ہے۔

''میں نے کبھی نہیں کہا کہ خونی رشتوں کا صحرا میں چھوڑ آئیں، ہم خاندانی لوگ ہیں، شجرہ نسب کو اہمیت دیتے ہیں، بابا کے خدشے نہ آپ نے ہی کہا تھا کہ اگر مجھے کوئی تکلیف ہوئی تو آپ الگ گھر میں رکھیں گے۔''

بے شک وہ بدتمیز نہیں تھی کہ تربیت ان خطوط پر نہیں ہوئی تھی، کچھ فطرت کا بھی عمل دخل تھا لیکن حق و سچ کہنے میں نڈر تھی۔

''ہاں کہا تھا، تب تمہارے بابا کو ہر حال میں راضی کرنا تھا، اب نکاح ہو چکا ہے، مکر بھی جاؤں تو کوئی میرا کیا بگاڑ لے گا؟ میری ماں، بہن تمہیں کھا نہیں جائیں گی، تم اپنے بوڑھے باپ کو اکیلا چھوڑنے پر دکھی ہو تو مجھ سے کیوں امید رکھ رہی ہو کہ میں اپنی ماں کو چھوڑ کر تمہارے آنچل سے بندھا چلتا رہوں گا اور تم خاندانی ہو، شجرہ نسب، اس ٹائپ کے جملے آئندہ مجھے مت سنانا، اب سے تم وہی ہو، جو میں ہوں، بیوی لینے آؤں گا، استانی نہیں جو مجھے خاندان کا شجرہ نسب حفظ کروائے، آئی سمجھ..... گھر میں دوبارہ بات کرو، ہر حال میں ہاں ہو۔'' عابس ازلی روپ میں بڑی جلدی آ گیا تھا، اس کا لہجہ، اس کی باتیں، شمائل تو دنگ رہ گئی تھی۔

☆☆☆

''شارون سکندر! اگر ابھی میرے ہاتھ میں پسٹل ہوتا تو میں اس کی ساری گولیاں تمہارے سینے میں تار دیتی۔'' اس کی آواز سنتے ہی وہ پھٹ پڑی۔

''جگہ بتاؤ، کہاں آنا ہے، اپنا لائسنس یافتہ پسٹل بھی ساتھ لیتا آؤں گا تاکہ موت قتل نا لگے اور تم میرے قتل میں نا پھنسو۔'' پرنسپل سے عزت افزائی کے بعد وہ آف ہونے کے لئے پل پل گن رہی تھی اور جب مخصوص ٹائم پر آف ہوا اور شارون سکندر کی مخصوص جگہ خالی منہ چڑاتی نظر آئی تو اس کی خوش قسمتی پہ رشک آنے لگا، اگر وہ ابھی سامنے ہوتا تو کچھ بعید نا تھا وہ حد سے گزر جاتی، کالج کے باہر تماشا ہوتا پھر بھلے اسے کالج بدر کر دیا جاتا اور جب اس کی کال آئی تو وہ پھٹ پڑی لیکن اس کے فریفتہ انداز پر اپنا ہی سر دیوار پہ مارنے کو چاہنے لگا۔

''شدید غصے میں لگ رہی ہو، میری بدقسمتی کہ آج اہم میٹنگ کے باعث حاضری نا دے سکا، اگر سامنا ہوتا تو عین ممکن ہے تم بڑے سے پتھر سے میرا سر توڑ پھاڑ ہی دیتیں، آج نا سہی لیکن خیر کل سرپیش کرنے آ جاؤں گا، لیکن مجھے وجہ بتاؤ گی اس برہمی کی؟'' وہ ایسا ہی تھا، اس کی ہر بات پر سرخم کر دینے والا۔

''مبارک ہو، روز، روز کالج یاترا سے آپ کو جلد نجات ملنے والی ہے، جب مجھے کالج سے ذلیل کر کے نکال دیا جائے گا تو آپ وہاں کس کے حضور گالیاں سننے جائیں گے، ہو سکتا ہے، پھر کوئی نیا ٹارگٹ ڈھونڈیں۔'' اس کے شاہانہ موڈ پہ وہ جل ہی تو گئی۔

''تمہیں وارننگ ملی ہے، کالج سے؟'' وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا تھا، اب کے لہجہ بے حد سنجیدہ ہو گیا۔

''جی! آپ کے کارناموں پہ مجھے وارننگ ملی، نا صرف وارننگ بلکہ میرے پیرنٹس کی تربیت، میرے کردار پر بھی انگلی اٹھی کہ میں اپنے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

لور کو بلاتی ہوں، مزید جاننا چاہیں گے آج آپ کی وجہ سے مجھے کتنی ذلت کا سامنا کرنا پڑا؟ آپ جیسے لینڈ لارڈ کی عزت اس کے پیسے اور پاور کے بل بوتے پر ہوتی ہے جب کہ مجھ جیسی لڑکیاں عزت پہ جیتی اور بے عزتی پہ مرجاتی ہیں۔''

''کیا بگاڑا ہے میں، میں نے آپ کا، جو آپ نے میرا پیچھا لے لیا اور اب اس کے ثمرات مجھے ذلیل ہو کر بھگتنا پڑ رہے ہیں، کیا ملتا ہے ساری دنیا کے سامنے مجھے تماشا بنوا کر؟''

''یہ ہے آپ کی محبت؟ یہ ہے آپ کی نام نہاد مردانگی کہ آپ کی وجہ سے ذلت میرا مقدر ہو رہی۔''

وہ چیخ گئی تھی، حالات و واقعات اس تیزی سے ہر نہج پہ رونما ہو رہے تھے کہ اس کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی، آواز پہ آنسوؤں کا غلبہ ہو چکا تھا، ائیر پیس پہ کئی لمحے سناٹا چھایا رہا۔

''تمہاری اک جھلک کے لئے اتنی دیوانگی رہی کہ ان نزاکتوں کو فراموش کر گیا، شارون سکندر ایسا تو کبھی خواب میں بھی نہیں چاہے گا کہ تمہاری عزت پہ حرف آئے، ہاں مجھ سے کوتاہی ہوئی، لیکن تمہاری اک جھلک کی اور کوئی سبیل نہیں کال بھی تم پک نہیں کرتیں، ہر جگہ بلاک کر دیتی ہو لیکن میرے جنوں سے تم پر حرف آئے یہ گوارا نہیں، اس پرنسپل کی تو دو دن میں چھٹی کرواتا، ساری پروفیسری بھول کر اب وہ ساری زندگی گھر بیٹھ کر اپنی جعلی ڈگری کو اصلی ثابت کرتا رہے گا، باقی رہی تمہیں دیکھنا تو بے فکر رہو اب سے کالج کے باہر نہیں ملوں گا، تمام رستے تم تک آتے ہیں، کہیں بھی دیکھ لوں گا۔'' اس کی مدح سرائی جاری تھی۔۔ اس نے فون ہی بند کر دیا۔

''یہ تم کس سے بات کر کے آنسو بہا رہی تھیں؟'' وردہ اک دم سے سامنے آ گئی تھی، شنائل رخساروں پر ہاتھ پھیرتے اک دم سے ٹھٹک گئی۔

''نن...... نہیں بھابھی...... کسی سے بھی نہیں۔'' گڑبڑا گئی۔

''میں نے خود تمہاری آواز سنی۔'' وہ مشکوک نظروں سے اس کے فون کو دیکھ رہی تھی۔

''عابس تھا یا کوئی اور؟'' تفتیشی سلسلہ دراز ہونے لگا تھا، اسے گھبراہٹ ہونے لگی، وردہ کی عقابی نظریں اس پہ گڑی ہوئی تھیں۔

''دوست کو وائس میسج کیے ہیں اسی کی آواز آئی ہوگی آپ کو...... میں فریش ہو جاؤں۔'' بہانہ گھڑ کے وہ تیزی سے نکل گئی تھی، عابس کا نام لیتی تو کچھ بعید تھا وردہ کنفرم بھی کر لیتی، وردہ تو اس گھر میں آ گئی تھی لیکن چین سکون اس گھر سے جانے لگا تھا۔

''کرتی ہوں عابس سے بات!'' وردہ آنکھیں گھمانے لگی تھی۔

☆☆☆

''تم کس قسم کی لڑکی ہو یار، باپ اور بھائی کو راضی نہیں کر پا رہیں، ویسے مجھے ہزاروں قصے سنائے جاتے ہیں کہ باپ بھائی کی اکلوتی بہن بیٹی ہوں، لاڈلی ہوں یہاں اک ذرا سی بات نہیں منوا پا رہیں۔'' عابس کا لہجہ دن بہ دن خراب ہوتا جا رہا تھا اس کے لہجے کی تلخی، بدزبانی سے شنائل پریشان رہنے لگی تھی، حسن اور جعفری صاحب کئی بار کرید چکے تھے لیکن وہ انہیں ٹال جاتی، کئی بار اس نے اس موضوع پر انہیں قائل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جعفری صاحب کے دوٹوک انکار پہ چپ رہ گئی تھی۔

''تم وقت گنواؤ، بے فکری سے عیش کرو ادھر میری جان عذاب میں ہو گئی ہے، اماں صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تم لوگ آپا کا رشتہ نہیں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

گے تو رخصتی ہی نہیں ہوگئی کبھی۔'' وہ اک دم سے سناٹے میں آگئی تھی، رخصتی سے قبل از وقت نکاح کے ثمرات ملنا شروع ہوگئے تھے۔

نکاح کے بعد سسرالیوں کو لگتا ہے لڑکی اور اس کی فیملی ان کی باندی ہیں، وہ جو حکم کریں گے، بناچوں چرا کیے اس کی تعمیل ہوگی۔

''اگر ایسی کوئی شرط آپ لوگوں کی طرف سے تھی تو یہ آپ سب کو پہلے بتانا چاہیے تھا تاکہ ہم بھی سوچ سمجھ کر نکاح کرتے۔''

وہ سناٹے سے نکلی تو اپنی ذات کی بے قدری پہ بلبلا کے کہہ اٹھی، اس سے بڑی بے عزتی کیا ہوتی کہ نام نہاد شوہر نے بہن کا نکاح اس کی رخصتی سے منسلک کر دی تھی، گویا اس کی تقدیر کا فیصلہ واؤ یہ لگا ہوا تھا۔

''اتنا وقت مجھے سمجھانے کی بجائے اپنی فیملی کو سمجھانے میں لگاؤ تو امید ہے وہ ہاں کر دیں، میرا پیغام پہنچا دینا اپنے باپ بھائی کو، وہ انکار کریں گے تو میں بھی کاغذ بھیج دوں گا۔'' عابس بے رحمی سے کہہ کر فون بند کر گیا تھا۔

وہ دکھ و غصے سے بلبلا کے وہ گئی تھی، اس کے بعد اس نے کتنی کالز کیں مگر وہ پک نہیں کر رہا تھا، اسے اندازہ تھا کہ ریسیو کرتے ہی بے بھاؤ کی پڑے گی۔

کلاس آف کا وقت تھا، گھر جا کر تفصیلی بات کرنے کے ارادے سے وہ کالج سے نکلی تھی لیکن ذرا دور جا کر ہی اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔

☆☆☆

کیا آنکھیں بند کر کے چل رہی تھیں؟ آواز بھی دی کہ پیچھے بائیک آ رہی ہے لیکن جانے کہاں کھوئی ہوئی تھی۔

''غلطی تمہاری تھی، لے کے اس بے چارے بائیک والے کی کوٹ لگا دی لوگوں نے، شکر ہے صرف پیر پہ ہی چوٹ لگی ہے، زیادہ سیریس بات نہیں۔''

سہیلیاں فرسٹ ایڈ کے لئے قریبی ہاسپٹل لے آئی تھیں اور اب شکر ادا کر رہی تھیں۔

''چلو!'' پیر کی بینڈیج کروا کر وہ کھڑی ہو گئی تھی۔

''سہارے کی ضرورت نہیں ہے، ٹھیک ہوں۔'' دوست نے لڑکھڑاہٹ پر تھامنا چاہا تو وہ ہاتھ اٹھا کر منع کر گئی۔

باتیں کرتی وہ تینوں خارجی دروازے کی طرف بڑھی تھیں، جب ساتھ میں موجود داخلی دروازہ اک دم سے کھلا اور باڈی گاڈ ٹائپ بندہ لمبی سی بندوق لئے داخل ہوا اور اس کے پیچھے دو اور۔

برا نہ ہوا کہ دروازہ بڑا نہ ہونے کے باعث بندوق سیدھی کرنے کے چکر میں سامنے سے آتی شائل جعفری کی پسلی کو بندوق چھو گئی، کسی کی بدتمیزی جان کر وہ سرعت سے پلٹی تھی، اس سے زیادہ سرعت سے اس کا تماچہ اس بندوق والے کے گال پہ پڑ گیا تھا، سناٹے بھرے ماحول میں تماچے کی گونج واضح تھی، ہر کوئی ٹھٹک گیا تھا، پیچھے آنے والے گارڈ نے ساتھی کی خاطر ہوتے دیکھ کر ممکنہ حملے بچے کے خدشے سے بچنے کے پیش نظر بندوق کی نال شائل جعفری پہ تان لی۔

چار محافظوں کے گھیرے میں آنے والا شارون سکندر اس تماچے کو دیکھتا ابھی حیران ہی ہوا تھا کہ اس کے دوسرے محافظ نے گن اس پہ تانی تو وہ جس تنفر سے نال کا رخ بدل گئی، وہ بھی توجہ طلب تھا۔

''تمہارے لگتے سکتوں کا ہاسپٹل ہو سکتا ہے، جس میں تم جیسے درندے منہ اٹھائے گھس آتے ہیں لیکن عوام اتنی بے بس نہیں ہوئی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کہ تم جیسے لینڈ لارڈ کے رکھوالوں کا گریبان نا پکڑ سکے۔''

محافظ نے نال دوبارہ تان لی تھی، نال کو ہاتھ سے دھکیل کر وہ جتنے کڑوے لہجے میں بولی سہیلیاں منہ دیکھتی اسے پکڑ کر کھینچنے کی کوشش کرنے لگیں، پورا ہاسپٹل متوجہ ہو چکا تھا اور وہ شعلہ جوالہ بنی اک محافظ کو تماچے سے نواز کے دوسرے کی رائفل کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔

شارون سکندر پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی، تب ہی وہ رائفل دوبارہ تاننے والے محافظ کو شانے سے پکڑ کر پیچھے کرتے اس کے سامنے آ گیا، بلیک شلوار سوٹ پہ زمانے بھر کا سحر لئے وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا، جو دھان پان سی تھی لیکن جس نڈر انداز میں بندوق کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی وہ شارون سکندر کو بہت دلچسپ لگا، اول تو لوگ اس طرح کا پروٹوکول دیکھ کر ہی سائیڈ ہو جاتے تھے اور پھر اس کی شخصیت کا سحر بولتا تھا۔

وہ جانے مانے سیاسی گھرانے کا چشم و چراغ تھا اور اس سے بڑھ کے پروٹوکول میں چلتا تھا۔

''محترمہ! یہ میرے محافظ ہیں اور گن غلطی سے آپ کو لگی۔''

''غلطی سے لگی یا جان بوجھ کر، سزا تو مل گئی، غلطی کرنے والے کو۔'' تھپڑ کھا کر گھورنے والے محافظ پہ چوٹ کر گئی۔

''اور اس سے بھی بڑی غلطی آپ جیسوں کی ہے جو محافظوں کی فوج لے کر عام انسان کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اگر اپنی جان کی اتنی ہی پروا ہے تو باہر نکلتے ہی کیوں ہیں آپ جیسے لینڈ لارڈ، اپنے محلوں میں دبک کے رہا کریں، ہیلی کاپٹر کا استعمال زیادہ سے زیادہ کریں تاکہ زمینی لوگوں سے ٹکراؤ نا ہو۔'' اس کے سامنے آ کر بولنے پہ وہ مزید چراغ پا ہو گئی تھی، یعنی اک بندے کے آگے پیچھے دائیں بائیں چار محافظ تھے اور انہیں رکتے دیکھ کر گاڑی میں موجود باقی کے محافظ بھی غیر معمولی بات محسوس کر کے قریب آ گئے تھے، لیکن شارون سکندر کے ہاتھ کے اشارے پہ محافظ واپس پلٹ گئے تھے۔

محافظ کو تھپڑ اور باتیں سنانے تک تو ٹھیک تھا، وہ تو اسے بھی رگید گئی تھی، شارون سکندر کی بھنویں سکڑ کر تنی تھیں۔

''شنائل! تم بھی نا، ہر اک کو سبق پڑھانے لگ جاتی ہو۔''

سہیلیاں جو ذرا دور ہو گئی تھیں، نزدیک آ کر اسے کھینچ کھانچ کر لے گئی تھیں، شارون سکندر نے گردن موڑ کر شیشے کے اس پار تک اسے جاتے دیکھا تھا، اسے چلنے میں دشواری تھی، شاید چوٹ لگی تھی۔

''سی سی ٹی وی کیمرے کی ریکارڈنگ نکال کر مجھے دو اگر یہ مومنٹ بریکنگ نیوز بنی تو ہاسپٹل ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔'' ہاسپٹل کے عملے کو تنبیہ کے ساتھ وارننگ دیتے وہ اندر چلا گیا تھا، جس کی عیادت کو آیا تھا، وہ تو کر لیتا، یہ دونوں کی پہلی مدبھیڑ تھی۔

☆☆☆

''کیا بات ہے شنائل! بہت الجھی الجھی رہنے لگی ہو؟'' حسن اور جعفری صاحب آؤٹنگ کا پروگرام بنا رہے تھے کہ اس کے بعد تو حسن کو چلے جانا تھا، پھر فیملی پروگرام کا موقع مشکل سے ملتا۔

''بابا، بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، اب جھوٹ نا بولنا کہ ہمارا وہم ہے وغیرہ وغیرہ۔'' جعفری صاحب نے تشویش سے سوال کیا تو حسن بھی زور دے کر دروغ گوئی کی راہ مسدود کر گیا،

www.pakistanipoint.com

شنائل جعفری لمبی سانس بھر کے رہ گئی، بہانے بنا بنا کر وہ بھی تک گئی تھی، جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی لیکن سچ چھپا چھپا کر اب وہ بھی عاجز آ چکی تھی۔

''سچ ہی بولنے لگی ہوں کہ جھوٹی تاویلے دے دے کر میں خود اور آپ لوگوں کو مزید فریب نہیں دے سکتی۔'' اس کے سنجیدہ لب و لہجے پہ دونوں چونک گئے تھے، وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی، اتنے دنوں سے جاری بحث نے دکھ کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ اس کی اپنی ذات کوئی اہمیت نہیں رکھتی، عابس اپنی بہن کے لئے مہرہ بنا کر اسے چھوڑنے تک کی دھمکی دے چکا تھا۔

''میں نے آپ دونوں کے سامنے مبالغہ سے کام لیا تھا کہ حسن بھائی اور وردہ آپا کے رشتے کی بات میرے ذہن میں آئی، عابس نے کہا تھا کہ میں آپ دونوں سے اس سلسلے میں بات کروں، میں نے آپ دونوں سے بات کی آپ لوگوں کا انکار بھی پہنچا دیا لیکن عابس زور دیتے رہے ان کی فیملی نے شرط رکھ دی ہے کہ اگر ہم وردہ آپا کو مانگنے ان کے گھر نہیں گئے تو میری رخصتی کبھی نہیں ہوگی، عابس فیملی کے ہمنوا ہو کر زور دے رہے ہیں کہ میں کسی طرح آپ لوگوں کو راضی کروں، ورنہ وہ مجھے طلاق بھیج دیں گے۔''

بہت دل شکن مقام تھا کہ شوہر کے ہاتھوں ہوئی تذلیل کا تذکرہ باپ اور بھائی سے کیا جائے لیکن عزت دینے والا مرد جب خود ہی تذلیل کرانے کا باعث ٹھہر جاتے تو عورت یوں ہی سبکی محسوس کرتی ہے جبی وہ اس وقت سب کہہ دینے کے بعد محسوس کر رہی تھی، اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے دونوں شاکڈ رہ گئے تھے۔

''شک تو ہمیں پہلے ہی تھا اور تم ہمیں آج بتا رہی ہو، اکیلی پریشان رہیں۔'' حسن بے ساختہ اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھ گیا تھا، مان کے احساس سے آنکھیں بھگنے لگی تھیں۔

''مجھے عابس سے ایسی امید نہیں تھی۔'' جعفری صاحب کی افسوس بھری آواز نکلی۔

''عابس اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتا ہے ہم بات کریں گے اس سے۔'' حسن ڈھارس دے رہا تھا۔

''ہمیں لوگوں کو پہچاننا ہی تو نہیں آتا بابا، بھائی عابس سے کوئی بھی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی بچھائی بساط کا مہرہ نہیں ہوں جسے چل کر وہ اپنی بازی جیت جائے، وردہ آپا آپ لوگوں کو پسند نہیں اور انکار کی صورت عابس نے مجھے طلاق کی دھمکی دی، ضد نے انا سے قطع نظر اب میری نظر میں اس نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں بچی، جس شخص نے نکاح کے بعد سے رنگ دکھانا شروع کر دیے اس سے مزید اچھی امید عبس ہے، محبت تو مجھے عابس سے کبھی ہی نہیں، (اندر زور سے اسی جملے کی بازگشت ہوئی تھی لیکن آواز کسی اور کی تھی، وہ چونک سی گئی)، لیکن جب عابس نے اپنی خواہش کا اظہار کر کے بابا سے اپنی فیملی کو بھیجنے کی بات کی تو میں چپ کر گئی کہ میری شادی کس سے ہوتی تھی، اس کا فیصلہ میں نے آپ دونوں پہ چھوڑا ہوا تھا، لیکن بابا شاید اسے عابس میں میری دلچسپی سمجھنے لگے، نکاح ہو گیا، لیکن نکاح کے بعد سے جس طرح عابس نے مجھے ذہنی اذیت میں رکھا ہوا ہے اسے دیکھ کر مجھے یہی بہتر لگ رہا ہے کہ میں خلع کا نوٹس بھجوا دوں، مجھے عابس کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رکھنا۔''

ابھی وہ دونوں پہلے دھچکے سے نہیں سنبھلے

www.pakistanipoint.com

تھے کہ شائل جعفری کے سنجیدگی سے سنائے گئے فیصلے پر چونک گئے۔

''کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو، نکاح کوئی بچوں کا کھیل ہے جب دل چاہا باندھ لیا جب دل ہوا توڑ دیا، ہم بات کریں اے عابس اور اس کی فیملی سے تم جذباتی نا ہو، تمہارا رشتہ ہم نے جوڑا ہے تو ہینڈل بھی ہم کریں گے، غصے سے معاملات بگڑتے ہیں، تم اکیلی نہیں ہو۔'' حسن اسے پچکار رہا تھا، وہ چپ ہو گئی تھی۔

☆☆☆

سی سی ٹی وی فوٹیج کی ویڈیو بڑے سے ایل ای ڈی پہ چل کے بند ہو گئی تھی اور اک بار پھر سے پلے کر دیا گیا تھا اور ایسا پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے ہو رہا تھا ویڈیو ختم ہونے کے بعد پھر سے چلائی جاتی تھی۔

چٹاخ کی آواز کے ساتھ ویڈیو چل پڑی تھی، اس نے ذرا سا ریوائنڈ کیا تھا، وہ برس رہی تھی، کال گھنی پلکوں والی آنکھیں شرارے اگل رہی تھیں تو رخسار غصے کی سرخی سے تمتما رہے تھے، اس کے بعد وہ بھی منظر میں داخل ہوا تھا اور وہ اسے بھی رگید کر سارے بھرم کرکرا کر گئی تھی۔

حیرت کی بات یہ تھی غصہ آنے کی بجائے اسے ہنسی آ رہی تھی، لڑکی میں کوئی بات تو تھی جو وہ ہاسپٹل میں اس کی کھینچائی نا کر سکا اور اب ویڈیو دیکھے آنکھیں اس پہ نثار تو دل فریفتہ ہو چکا تھا۔

اس نے فون اٹھا کر کچھ ہدایات کی تھیں اور چند گھنٹوں میں ہی شائل جعفری کا بائیو ڈیٹا اس کے سامنے آ چکا تھا، باقی تو ساری تفصیلات معمول کی تھیں سوائے اس کے کہ چند روز قبل اس کا نکاح ہو چکا ہے، وہ سخت برہم ہوا تھا، اٹھا پٹخ ہر کمرے کی چیزوں کی جگہ بدل گئی، سفید ریشمی پردے کھینچے جانے پر احتجاجاً زور زور سے پھڑ پھڑانے لگے، بیش قیمتی پرفیوم کی بوتلیں قالین پہ اوندھی پڑی خوشبو بکھرنے سے باز نہیں آئی تھیں۔

''مجھ سے پہلے کوئی کیوں؟ کیسے؟'' وہ چلا رہا تھا۔

ذہن نے کام کیا، فون کھینچ کر وہ اک بار پھر منتظر تھا، انتظار اعصاب شکن تھا، اگر رپورٹ اچھی ہوتی، تو شائل کی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے ہی نکل جانے کی ٹھان لی، خود سے کیا گیا عہد چند گھنٹوں کے انتظار کو صدیوں پر محیط کر گیا، فون کی ٹون بجی اور اس کی بے چینی کو قرار مل گیا کہ زندگی سے نکلنے کی باری کسی اور کی آ گئی تھی۔

اگلے ہی روز شائل کالج کے باہر اسے دیکھ کر چونکی تھی، سہیلیوں نے گھسیٹ کر لے جاتے بتایا تھا کہ وہ کتنا ''خطرناک'' ہو سکتا ہے، سیاست دان کا بیٹا جاگیردار کی اولاد، سوٹ بھی کر دیتا تو سڑک پہ بے فکری سے دندناتا پھرتا، اسے بھی تھوڑا سا ڈر محسوس ہوا، اس وقت تو غصے میں جو ہوا ہو ہوا، اسے دوبارہ دیکھ کر وہ کنی کترا رہی تھی، لیکن شارون سکندر راہ میں آ کر پسندیدگی کا اظہار کر گیا، وہ حیرت سے منہ کھولتی نکاح کا جتا گئی تو پتا ہے کہہ کر مسکراتا اسے شاکڈ کر گیا اور پھر شارون سکندر اس کی زندگی میں نا جانے کے ارادے سے گھستا چلا گیا، اسے روکنے کی ہر ہر کوشش شائل کی بے کار گئی تھی، وہ ہر بار نئے داؤ آزما کے آ جاتا تھا۔

☆☆☆

عابس آیا بیٹھا تھا، حسن سبھاؤ سے بات کر رہا تھا، جعفری صاحب کسی قدر برہمی کا اظہار کر رہے تھے اور عابس معصوم بنا معافی مانگ رہا تھا۔

''آپ دونوں، مجھے جتنا برا بھلا کہیں، کم ہے، میں غلطی پر ہوں اس کا اچھی طرح احساس

www.pakistanipoint.com

ہے لیکن میں کیا کروں؟ اماں نے مجھے بے حد مجبور کر دیا ہے، وہ تو اس نکاح کے خلاف تھیں کہ پہلے آپا کی کہیں بات بن جائے لیکن مجھے ڈر تھا کہ آپ لوگ شائل کا رشتہ کہیں طے نا کر دیں، اس لئے انہیں منا لیا، میرے لئے شرم کا مقام ہے کہ بڑی بہن بیٹھی رہے اور میں نکاح کر کے رخصتی بھی کروالوں، ابا سر پہ نہیں ہیں، میں اکیلا ہی ماں بہن کو ہینڈل کر رہا تھا، جب انہوں نے بات نہیں مانی تب شائل کو مجبور کیا اور غصے میں غلط بات کہہ دی، بخدا میرا مقصد کبھی نہیں تھا، غصے میں کہہ گیا، شائل کو کسی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتا، ماں بہن کو کہاں نکال باہر کروں؟ ان کا میرے سوا اور ہے ہی کون؟ آپ لوگ میری بہن سے رشتہ نہیں جوڑنا چاہتے، مت جوڑیں، لیکن اتنی گزارش ہے کہ اک اچھا لڑکا ڈھونڈنے میں میری مدد کر دیں نا کہ میں بہن کی ذمہ داری پوری کر کے شائل کو عزت سے رخصت کروالوں، اس کے بعد شائل کو کوئی تکلیف پہنچاؤں تو آپ کا جوتا میرا سر.....''

عابس ماں بہن کی آڑ میں مجبوری کی وہ داستان سنا گیا کہ وہ دونوں جو خاصے برہم تھے، اس کی گلوگیر آواز اور آنکھیں رگڑنے پہ دھیمے پڑ گئے، چائے بناتی شائل نے ساری گفتگو سنتے چینی کا جار زور سے بند کیا تھا، چائے دے کر آنے کے بعد گفتگو میں تبدیلی محسوس ہوئی تھی، وہ دوبارہ اندر نہیں گئی تھی، وقت رخصت عابس اس سے بھی معافی مانگ کر چلا گیا تھا۔

''شائل پھر اپنے سسرال جانے کی تیاری کرلو۔'' حسن اور جعفری صاحب باہر آئے تو وہ ان کی شکلیں دیکھنے لگی، تاکہ جان سکے کہ کیا معاملات طے پائے، حسن نے شوخی سے کہا تو وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

''تمہیں رخصت نہیں کر رہے بلکہ بابا کے ساتھ سسرال بھیج رہا ہوں، تاکہ بھابھی کو شگن کی چیزیں تھما آؤ۔'' حسن اس کی حیرانی پہ ہنس رہا تھا۔

''قربانی؟'' لہجہ گلہ آمیز ہو گیا۔

''قربانی کیسی، لڑکی تو تم نے میرے لئے دیکھنی ہی تھی، بس زحمت سے بچ گئیں اور طرح طرح کی چائے بسکٹ چکھنے سے بھی۔'' حسن نارمل لہجے میں کہہ کر احساس قربانی سے نکالنے کی سعی کرنے لگا، اس نے نظریں جعفری صاحب پر جما دیں۔

''فطرت کا اندازہ تو ساتھ رہ کر ہی ہوتا ہے، اجنبی لڑکی بھی جانے کیسی نکلے، اللہ وردہ تو ہمارے حق میں اچھا رکھے، آمین۔'' اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر جعفری صاحب عندیہ دے کر چلے گئے تو اس کی نظریں دوبارہ حسن پہ جم گئیں۔

''نا کریں۔'' لفظ آبدیدہ ہو گئے، حسن مان سے ساتھ لگا گیا۔

''پگلی! یہ تمہارا نکاح بچانے کے لئے تھوڑی کر رہا ہوں، عابس پر غصہ تھا، لیکن اس کی کہانی سن کر ٹھنڈا پڑ گیا، اس کی کنڈیشن بھی بری ہے، بڑی بہن بیٹھی ہے اور اس نے نکاح پڑھوا لیا، سوچو اسے کتنی ذلت اٹھانا پڑتی ہوں ماں بہن سے، نیچرل بات ہے بڑی بہن کی عمر نکل جائے تو ماں بہن ویسے ہی کاٹ کھانے کو دوڑتی ہیں، میں بس معاشرے میں موجود اک فیملی کو اس کشمکش سے نجات دلانا چاہ رہا ہوں، ویسے دیکھا ہے تمہاری نند کو، اتنی بری بھی نہیں ہے، بس آنکھیں ذرا مینڈک جیسی ہیں۔'' حسن اتنے مدبرانہ انداز میں سب کہہ گیا کہ وہ بھی ہر کردار کا درد خود پہ محسوس کر کے چپ سی ہو گئی، آخر کے جملے پر ہنسی

www.pakistanipoint.com

آئی تو ساتھ پلکیں بھی خشک کر گئی۔

''عابس کے لئے کوئی بات دل میں نا رکھتا، جذباتی ہو گیا، پریشر ہینڈل نا کر سکا۔'' حسن اس کی سائیڈ لے رہا تھا، نکاح بڑوں نے پڑھوایا تھا اور وہی نبھانے کا کہہ رہے تھے تو وہ اس پر بھی راضی ہو گئی۔

☆☆☆

''شدید افسوس ہوا، تمہاری طلاق ہوتے ہوتے ٹل گئی، یہ عابس کی اک جذباتی چال تھی جس میں تمہاری فیملی اور تم آ گئی ہو، جب اسے لگا کہ ٹیڑھی انگلی سے گھی تو خاک نکلنا ہے، الٹا تم سے جڑا رشتہ بھی ہاتھوں سے پھسل رہا تو مظلومیت کا چولہ پہن کر آنسو بہا گیا۔''

تھوڑی دیر بعد ہی شارون سکندر کا تعزیتی فون کال موصول ہوا تھا۔

''تمہیں کیسے خبر کہ عابس آنسو بہا کر گئے ہیں؟'' وہ چونکی اور ارد گرد نظر دوڑا کر جائزہ لینے لگی کہ اس کے گھر میں کوئی خفیہ کیمرے تو نصب نہیں۔

''تمہارے گھر کوئی خفیہ کیمرا نہیں لگا، اتنا گھٹیا نہیں ہوں لیکن گھٹیا لوگوں کی بڑی اچھی پہچان ہے۔''

جواب پہ سکون ملا تھا، نظر کو بھی، ذہن کو بھی ورنہ تو وہ سچ میں ڈر گئی تھی۔

''عابس کیا ہیں یہ مجھے تم سے جاننے کی ضرورت نہیں ہے، وہ میرے شوہر ہیں، اچھے ہیں۔''

''اگر وہ اتنا ہی اچھا ہے تو ابھی تک تم نے اسے میرے متعلق کیوں نہیں بتایا کہ کوئی لو فرینک کر رہا ہے، ذرا دو چار بڑکیں مار کر اسے سائیڈ لگا دیں۔'' غالباً عابس کے لئے کی گئی تعریف ناگ کی طرح محسوس ہوئی تھی، تب ہی وہ کڑے لہجے میں کڑا سوال کر گیا، وہ کچھ بول ہی نا سکی۔

''میری شکایت آپ اس سے اس لئے نہیں لگا سکتیں، محترمہ کہ آپ کو بھی پتا ہے آپ کا سچ سن کر وہ الٹا آپ پر شک کرے گا، آپ کو ذمہ دار ٹھہرائے گا اور بات شاید سچ پہ مبنی تھی تب ہی تو وہ اب تک اس کے متعلق بتا نہیں سکی تھی۔''

نکاح کے بعد عابس کے انداز اتنی تیزی سے بدلے تھے کہ وہ سوچ میں پڑ گئی تھی کہ آیا وہ قابل بھروسہ ہے بھی یا نہیں، کہیں وہ الٹی اس کے کردار پر تو انگلی نہیں اٹھائے گی۔

''شوہر پہ نا سہی لیکن اپنے باپ، بھائی پہ مکمل بھروسہ ہے کہ تمہاری شکایت کی تو مجھ سے اگلا سوال کیے بنا وہ تمہاری طبیعت پوچھیں گے۔'' وہ بلبلا گئی۔

''اس سے اختلاف نہیں رکھتا، اگر کہوں کہ میں خود شدت سے منتظر ہوں کہ تم کب باپ اور بھائی سے شکایت کرتی ہو، وہ میرا گریبان پکڑیں اور میں تمہارے عابس صاحب اور ان کی فیملی کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دوں، ساتھ ہی اپنی عرض بھی دوں اس وعدے کے ساتھ کہ تمہیں ساری زندگی خوش رکھوں گا۔''

اس کے پاس جیسے ہر بات کا جواب پہلے سے بنا رہتا تھا، وہ تو بلبلا ہی گئی۔

''شٹ اپ! تمہاری حسرت کبھی پوری نہیں ہونے دوں گی۔''

''ظالم لڑکی!'' وہ ہنسا تھا۔

☆☆☆

وہ جعفری صاحب کے ہمراہ وردہ کو مانگنے گئی تھی اور اگلے ہفتے شادی کی بات رکھ کر فاطمہ نے انہیں حیران کر دیا تھا۔

''ہاں تو..... حسن بھی تو چلا جائے گا اک ماہ بعد، شادی کے بعد پندرہ دن تو رہ لے بیوی کے

www.pakistanipoint.com

ساتھ۔'' فاطمہ بیگم کے چمک کے بولنے پہ جعفری صاحب کے سارے اعتراض دم توڑ گئے، انہوں نے حسن سے مشورہ کیا تو اس نے سب کچھ ان پہ چھوڑ دیا۔

''اور سب تو ٹھیک ہے لیکن دس دنوں میں شادی کی تیاری؟ پیسے کم ہیں کہ ابھی تو نکاح کی تقریب ہوئی ہے۔'' جعفری صاحب پریشان تھے۔

''بابا! شادی زیادہ گرینڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے، بس قریبی لوگوں کو بلا لیں۔'' حسن نے سمجھایا۔

''اکلوتے بھائی کی شادی اتنی ایمرجنسی اور سادگی کے ساتھ......؟'' شنائل نے احتجاج کیا اسے بھی فاطمہ کی جلدی کھل رہی تھی لیکن عابس یہاں بھی ہاتھ پاؤں جوڑ کر انہیں ہاں کہنے پہ کمر بستہ تھا۔

''چلو سب کچھ بچت میں کر بھی لیں تو بری میں گولڈ کہاں سے لائیں؟'' جعفری صاحب نے دھیان دلایا۔

''میں نے سارے پیسے کاروبار میں لگا دیئے ہیں، خالی ہاتھ ہوں، بعد میں بنوا دیں گے۔'' حسن نے راہ دکھائی۔

''نہیں، بری دنیا دیکھتی ہے، سبکی ہو گی۔'' جعفری صاحب انکاری تھے، جلدی کے کھیل نے انہیں پریشان کر دیا تھا، حسن کے جانے کے دن بھی قریب تھے وہ بھی اس حقیقت کے باعث زیادہ انکار نہیں کر سکے تھے۔

''میرا گولڈ کا سیٹ موجود ہے، وہ بھابھی کو دے دیں، بعد میں مجھے بنوا دیجئے گا۔'' شنائل نے یاد دلا کر مسئلہ حل کرنا چاہا۔

''نہیں، وہ سیٹ تمہاری ماں تمہارے لئے بنوایا تھا، اسے کسی کو نہیں دے سکتا۔'' جعفری صاحب کے انکار پہ حسن بھی چپ ہو گیا۔

''بھابھی اس گھر کی بہو ہوں گی بابا، کیا حرج ہے۔'' اس نے اختلاف کیا۔

''مرحومہ زندہ ہوتی، اپنی خوشی سے دیتیں تو اور بات تھی اب مرحومہ کی نشانی جس کے لئے ہے اسے ہی ملے گا۔'' جعفری صاحب کا لہجہ قطعی تھا۔

''ایسا کرتے ہیں، بری میں شنائل کا گولڈ سیٹ رکھ دیتے ہیں، سبکی سے بچ جائیں گے، جیسے ہی پیسے آئے فوراً سیٹ بنوا کر وردہ کو دے دیں گے، گھر کی بات گھر میں رہ جائے گی۔'' حسن کی بات شنائل کے دل کو بھی لگی۔

''دھوکا......؟'' جعفری صاحب گومگو کی کیفیت میں تھے۔

''دھوکا کیسا بابا، جلدی بھی تو انہیں ہے اور بعد میں ہم کون سا پیتل کا سیٹ بنوا کر دیں گے، گولڈ کا ہی ہوگا۔'' حسن نے سمجھایا تو بے دلی سے مان گئے۔

☆☆☆

''سمجھایا بھی تھا کہ عابس کی بہن کو بھابھی نہ بناؤ، لیکن میری سنتا کون ہے، اچھا ہے، خود ہی اپنے پیر پہ کلہاڑی مارو، آ جائے وردہ بی بی گھر، تمہیں ہی اس نے دودھ سے مکھی کی طرح نا نکال دیا تو پھر کہنا۔''

شارون سکندر رشتہ طے ہو جانے پر اسے جھاڑ پلا رہا تھا۔

''ہماری مرضی! ہم پیر پہ کلہاڑی ماریں یا سر پہ آپ کے جگر میں کیوں درد اٹھ رہا ہے، چین کیوں نہیں پڑتا آپ کو جو ہر بار ذلیل ہونے کو نئے نئے نمبر سے میسجز کال کرتے ہیں، پرائیوٹ نمبر یوز کرتے ہیں۔'' وہ ایک بار پھر جھنجھلا کر کال کاٹ گئی تھی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''شخص!'' وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی تھی، سمجھ نہیں آتی تھی کہ اس مسئلے کو کیسے حل کرے۔

☆☆☆

وردہ گھر میں آ گئی تھی اور آتے ہی گھر میں اس کی اجارہ داری نظر آنے لگی، کھانا اس کی مرضی سے پکنے لگا تھا، صبح و شام گھومنا پھرنا اس کی مرضی سے ہو رہا تھا، وہ خوش تھی کہ بھائی کی زندگی میں رنگ بکھرے، جعفری صاحب بھی اس تبدیلی پہ چونکے لیکن بیٹے کی خوشی کے لئے شاد تھے، حسن کے جانے کا وقت بھی آ گیا اور وہ چلا گیا، پیچھے وہ تینوں رہ گئے تھے۔

وردہ اپنے کمرے میں ہی رہتی تھی، میز لگنے پر شائل کی پکار پر آ جاتی تھی اور پھر سے غائب، گھر کے کاموں میں بس ذرا ذرا دلچسپی تھی ہاں بازار سے سودا سلف لانے کی شوقین تھی، جعفری صاحب نے اعتراض بھی کیا لیکن وہ بوڑھا ہونے کا احساس دلا کر انہیں گھر پہ بیٹھنے کا کہہ کر خود چل پڑتی تھی کہ آج مچھلی مارکیٹ جائے گی تو کل کلیجی پکے گی۔

''اب تو سب ٹھیک ہے نا، مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں؟'' عابس دل لگی کر رہا تھا۔

''آپ سے کیا شکایت ہو گی، بس بھابھی اپنی من مانی زیادہ کر جاتی ہیں۔'' گلہ زبان پر آ گیا۔

''گھر میں بڑی تھیں نا، پھر اماں کی لاڈلی تو بس عادت بگڑ گئی ہے، اچھا ہے نا، باہر کے کام خود دیکھ لیتی ہیں اب تمہارے بوڑھے بابا کہاں خوار ہوتے پھریں گے گرمی، دھوپ میں۔'' عابس در پردہ بہن کی سائیڈ لے گیا۔

''اتنے بوڑھے نہیں ہیں میرے بابا۔'' وہ برا مان گئی۔

''اچھا بابا!'' عابس ہنس دیا۔

اسی وقت کسی نے جھٹکے سے شائل کے ہاتھ سے فون جھپٹ لیا تھا۔

''ذرا شرم نہیں ہے، سارا دن ساری رات فون سے لگے رہتے ہو، یہاں تو کسی کو کوئی کام ہے ہی نہیں، لوگ فارغ فالتو سینے پہ مونگ دل رہے، تم تو کام سے لگو، دو گھڑی اماں کے پاس بھی بیٹھو جایا کرو، گلہ کر رہی تھیں مجھ سے کہ تم ان کے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اب سے کام تم آئے، رخصتی کروا لینا، پھر آرتی اتارتے رہنا۔''

شائل ابھی حیران ہی ہوئی تھی کہ روز فون کو گھور گھور کر دیکھنے والی وردہ نے آج کارروائی کر دی تھی، عابس کو باتیں سناتی جاتیں، عابس بھی اچانک بہن کی آواز پہ سٹپٹا سا گیا تھا۔

''خود تو کسی کام کی ہو نہیں، میرے بھائی کو تو بے کار نا کرو، ایسی بھی کیا آگ لگی ہوئی ہے کہ ہر وقت فون سے جڑی رہتی ہو۔''

کال کاٹ کر سیل فون بیڈ پہ پھینکتے وردہ کڑے کڑے تیوروں سے استفسار کر رہی تھی، وہ اپنے شوہر سے بات کر رہی تھی لیکن وردہ بھائی ہونے پہ اکڑ دکھا رہی تھی اور صحیح ہی تو دکھا رہی تھی، شوہر، بہن کی آواز پہ دبک کے بیٹھ گیا تھا اور دوبارہ کال کرنے کی اس میں ہمت بھی نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

کھلنے لگے نا جوہر کے وردہ بیگم کس قول و فعل کی عادی ہیں اور ان کے گھر میں کتنی مہذب زبان بولی جاتی ہے، وہ چڑا رہا تھا۔

''بچ کے رہنا اس سے۔'' اگلا مشورہ ٹون کی صورت بجا تھا، اس نے وائی فائی ہی نوچ کے پھینک دیا۔

وردہ کی زبان درازی نے دونوں باپ بیٹی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کو چپ کروا دیا تھا، ابھی وہ اس کی کال کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی کہ وہ کیسے سب جانتا ہے جعفری صاحب کی پکار پہ باہر نکل آئی۔

''جی بابا!''

جعفری صاحب دروازے پہ کھڑے تھے اور اک عجیب سا آدمی دروازے سے جھانک رہا تھا۔

''تم نے دو دن پہلے سبزی ادھار لی تھی؟ سبزی فروش پیسے مانگنے آیا ہے۔'' جعفر صاحب حیرانی کے ساتھ پوچھ رہے تھے، اس کے چہرے پہ تحیر پھیل گیا۔

''نہیں، میں کب سبزی لینے جاتی ہوں۔'' وہ انکاری تھی۔

''میری بیٹی انکار کر رہی ہے، تم غلط گھر آ گئے ہو۔'' جعفر صاحب نے دروازہ بند کرنا چاہا۔

''او بھائی کیوں دماغ خراب کر رہا ہے، تمہارا نام ہی شائل ہے نا؟'' سبزی والا دروازہ پہ ہاتھ رکھ کر بند کرنے سے روک کر شائل سے استفسار کرنے لگا۔

''جی!'' وہ حیران ہوتی ہامی بھر گئی۔

''دیکھا، یہی شائل ہے، ہم کیسے غلط گھر میں آ گیا۔'' خان فاتحانہ انداز میں جعفری صاحب سے ہمکلام تھا۔

''لاؤ بی بی، چار سو نکالو۔'' شائل سے تقاضا کرنے لگا۔

''میں نے تم سے کوئی سبزی نہیں لی، کیا تماشا لگا رہے ہو؟'' اسے غصہ آنے لگا۔

''تم نے شکل دیکھی ہے لڑکی کی؟ میری بیٹی تو تمہیں پہچانتی بھی نہیں۔'' جعفری صاحب پریشان ہونے لگے تھے۔

''او بابا، ہم کیا شکل دیکھتا پھرے گا، تمہاری بیٹی نقاب کر کے آتی ہے، ہمیشہ ہم سے ہی سبزی لیتی ہے، پیسہ نہیں تھا تو گھر سے آ کر لینے کا بول کر چلی گئی، اب مکر رہی ہے، تم اس سے پوچھو کہ سبزی کس کے گھر دے کر آئی ہے، ہمارا ٹیم خراب نا کرو۔''

سبزی فروش برا بھلا کہہ کر چلانے لگا، شائل حیران پریشان کھڑی تھی، جعفری صاحب نے تکرار سے بچنے کے لئے چار سو اسے تھمائے اور چلتا بنا۔

''یہ کیا معاملہ تھا؟'' وہ حیران تھی۔

''وردہ بیٹا تم نے کسی سے سبزی ادھار لی تھی کیا؟'' وردہ کچن سے سیب کی بائیٹ لیتے نکلی تو جعفری صاحب کسی خیال کے تحت اس سے پوچھ بیٹھے کہ سبزی، سودا وہی لاتی تھی۔

''میں کیوں کسی سے چیزیں ادھار میں لینے لگی، میرا میاں شارجہ میں اسی لئے کما رہا ہے کہ میں ٹکے ٹکے کے لوگوں سے ادھار لوں۔'' وہ الٹا انہیں سنا گئی۔

''سبزی فروش کی باتیں سن لی ہیں میں نے، اپنی بیٹی سے پوچھیں کیسے سبزی فروش کو نام اور ایڈریس تک بتا آئی۔'' وردہ ایسی نظروں سے دیکھنے لگی کہ شائل خود کو ہی چور سمجھنے لگی۔

''شائل کیوں جھوٹ بولے گی، گھر کا سامان تو تم ہی لاتی ہو، اسی لئے پوچھا۔''

''لاتی ہوں تو کیا برائی کر دی، آپ کا ہی ہاتھ بٹا رہی ہوں، تعریف کی بجائے آپ الٹا سنا رہے ہیں اور شائل جھوٹ نہیں بولتی تو آپ کے خیال میں، میں جھوٹی ہوں؟'' وردہ چڑھ دوڑی تو جعفری صاحب ہی چپ ہو گئے۔

''بابا کا یہ مطلب نہیں تھا بھابھی، پہلے کبھی ہمارے گھر ایسا ہوا جو نہیں۔''

''نہیں ہوا تو اس سبزی فروش سے جا کے پوچھو اب کیوں ہوا؟ کیوں تمہارا نام لے کر پیسے

www.Paksociety.com

مانگنے آگیا۔'' وردہ چمک کے بولی۔

''بس بحث ختم کرو، بہواب سے تمہیں گھر کا سودا سلف لانے کی ضرورت نہیں ہے، میں کر لوں گا یہ کام۔'' جعفری صاحب ناگواری سے فیصلہ سنا گئے تو وردہ بھی ہونہہ کر کے چل دی۔

☆☆☆

''نئے پرنسپل کی تقرری مبارک ہو۔''

دو روز بعد وہ خوشخبری دے رہا تھا، وہ بے طرح چونک گئی، پرنسپل کے کلاس لینے کے بعد وہ اگلے روز ڈرتے ڈرتے کالج گئی تھی پھر سے شارون سکندر کی موجودگی اس کا تماشا نا بنا دے، سہیلیوں نے بلاوے پہ کریدا بھی تھا، مگر وہ ٹال گئی تھی، معمول کے بلاوے سے موصوم کر گئی۔

''کہیں شارون سکندر کی وجہ سے کسی نے کمپلین تو نہیں کر دی تھی؟'' فہمی دوست کم جاسوس زیادہ تھی، اس کے استفسار پہ شائل دل ہی دل میں شارون کو کوستی نفی میں سر ہلا گئی، فہمی اور باقی سب تو چپ ہو گئی تھیں لیکن کالج کی بجائے شارون سکندر کو اسٹاپ پہ دیکھ کر سب نے اس کی بات کا کتنا یقین کیا تھا، وہ جاننا نہیں چاہتی تھی۔

اس کے اگلے دن نئے پرنسپل کی آمد کی بازگشت ہوئی، وہ چونک گئی لیکن اتفاق جان کر سر جھٹک گئی، اس کی دانست میں تقرر اور تبادلے تو ہوتے رہتے تھے، لیکن شارون سکندر کی مبارک باد پہ ٹھٹک گئی۔

''تم نے کروایا؟''

''کرنے سے پہلے بتایا تو تھا، تمہیں جھوٹ لگا ہوگا۔'' اس کی حیرانگی پہ مزا لے رہا تھا۔

''کتنوں کے تبادلے اور سینڈ کرواؤ گے؟''

وہ جل ہی تو گئی۔

''تمہاری طرف انگلی اٹھانے والے کا ہاتھ جسم سے الگ کر دوں یہ تو پرنسپل تھا، جس نے کرسی کا فائدہ اٹھا کر تمہیں دو چار باتیں سنا دیں، اب ترستا رہے گا ساری زندگی کرسی کے لئے، کرپشن جعلی ڈگری کی پیشیاں بھگتتا پھرے گا۔'' اعتماد قابل دید تھا۔

☆☆☆

شارون سکندر کی بڑھتی حرکتوں سے وہ خوفزدہ ہونے لگی تھی، وہ اس کے لئے مرنے مارنے کو تیار تھا وہ اس کی دیوانگی سے ڈرنے لگی تھی، بار بار سوچا تھا کہ حسن اور جعفری صاحب کے کانوں میں بات ڈال دے، جانے عابس کے متعلق اس کے پاس کیا ثبوت تھے کہ اسے یقین تھا سچ جان کر عابس کو کہانی سے نکال دیا جائے گا، شائل اپنی ذات سے اپنے پیاروں کو کوئی تکلیف پہنچانا نہیں چاہتی تھی، جانے شارون سکندر عابس کو غلط کرنے کے لئے کیا جھوٹ گھڑ کے لے آتا اور اس کے سگے برداشت بھی کر پاتے یا نہیں۔

ہر زاویے سے سوچنے کے بعد وہ عابس کو اعتماد میں لینے کا پلان بنا کر اس کی کال کا انتظار کرنے لگی، ابھی وہ لفظوں کو تول ہی رہی تھی کہ سبزی والے کے ادھار پہ عابس اس سے تفتیش کرنے لگا، وہ اک ثانیے کو چپ سی رہ گئی کہ وردہ نے عابس کے کان بھر دیئے تھے۔

سبزی فروش کے بعد آن لائن سوٹ والا بھی اس کے نام یہ باتیں سنا کر چھ ہزار لے گیا تھا اور وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی کہ اس نے کب آرڈر کیا تھا، جعفری صاحب بھی اسے دیکھ رہے تھے اور کبھی پھینکے ہوئے سوٹ کو، جو اس نے طیش میں پھینک دیئے تھے۔

''تمہیں پسند نہیں آیا تو میں رکھ لیتی ہوں، آخر کو میرے میاں کی پردیس کی حق حلال کی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کمائی سے یہ گھر چلتا ہے، ان کے خون پسینے کی کمائی میں کچرے میں تو جانے نہیں دوں گی۔''
وردہ سوٹ اٹھا کر باتیں سنا رہی تھی اور پھر سوٹ لے کر کمرے میں چلتی بنی، بعد میں اس نے چار لگا کر نا صرف عابس بلکہ حسن کو بھی سب کہہ دیا تھا۔

''بابا یہ سب ہو کیا رہا ہے؟ آئے دن کوئی نا کوئی ادھار والا میرا نام لے کر آ جاتا ہے۔''
شنائل سخت پریشان تھی، اس نے محسوس کیا تھا کہ گھر سے نکلنے پر اب لوگ اس پر نظر رکھتے تھے، اک دوسرے کو ٹہوکا دے کر اس کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

''میرا خیال ہے ہمیں حسن کو زور دینا چاہیے کہ وہ وردہ کو اپنے پاس بلا لے۔''
جعفری صاحب دانا آدمی تھے، صبح کے نکلے شام ڈھلے لوٹتے تھے اور ان سے ذرا پہلے شنائل یونیورسٹی سے آتی تھی، وردہ سارا دن گھر میں اکیلی ہوتی تھی، جانے کون آتا تھا، وہ کہاں جاتی تھی اور پھر آئے دن اس طرح کے تماشے، جعفری صاحب محسوس کر رہے تھے کہ محلے دار چبھتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے، دبے لفظوں میں شنائل کا نام بھی سننے میں آ رہا تھا، مولوی صاحب نے بھی باتوں باتوں میں بیٹی کی جلدی رخصتی کا زور دے کر ان پہ سوچ کے در کھول دیئے تھے، ان کی سوچوں کی ہر تان وردہ پہ جا کر ٹوٹ رہی تھی، لیکن بنا ثبوت کے الزام لگا کر وہ کسی فساد کو ہوا دینا نہیں چاہتے تھے کہ شنائل، وردہ کے بھائی سے جڑی ہوئی تھی، اس کے رشتے پہ آنچ وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے سو انہیں یہی حل مناسب لگا۔

شنائل عابس کو اعتماد میں لے کر ہر بات کرنا چاہ رہی تھی، شارون سکندر کے قصے کو آشکار کرنا چاہ رہی تھی لیکن اس سے پہلے عابس کے تفتیشی لہجے نے روک دیا۔

''آپا نے مجھے قسم دی ہوئی تھی کہ تم سے باز پرس نا کروں لیکن روز کوئی نا کوئی تمہارا نام لے کر پیسے مانگنے آ رہا ہے، ماجرا کیا ہے؟ اور یہ تم سارا دن فون پہ کس سے باتیں کرتی رہتی ہو، سارا کام آپا کے ذمہ چھوڑ کر کسے ٹائم دے رہی ہو، اب تو میں بھی کم ہی کال کرتا ہوں۔'' وہ تفتیش کی بجائے الزام لگا رہا تھا۔

''بہت نئی نئی باتیں سن رہا ہوں، تمہارے حوالے سے، وہ تو شکر ہے کہ آپا تمہارے گھر میں ہیں، ورنہ مجھے تو کبھی پتا ہی نہیں چلتا تمہارا کردار کیسا ہے۔''

''کیسا ہے میرا کردار.....؟'' عابس کی ساری باتیں تحمل سے سن کر آخر میں اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

''چوری اور سینہ زوری؟ بجائے اپنی حرکتوں پہ نادم ہو کر معافی مانگنے کے تم میرے منہ کو آ رہی ہو، شرم آنی چاہیے تمہیں۔'' عابس بک جھک کے فون بند کر چکا تھا اور وہ اس الزام تراشیوں پہ جھلتی رہی۔

☆☆☆

ہو گیا شوق پورا، ٹوٹ گیا بھرم عابس صاحب کا، جو شخص نکاح کے بعد بھی بیوی کی پارسائی کو دوسرے تیسرے کی آنکھ سے جانچے تو لعنت ہے، ایسے شخص پر۔

''کہا تھا نا، اس کی برائی، تم پر ثابت نہیں کروں گا وہ خود تم پہ کھل جائے گا، جتنی جلدی ممکن ہو وردہ بیگم کو شارجہ بھیجنے کے انتظامات کرو، تمہارا نام لے کر وہ سب سے پیسے کھا کر تمہیں بدنام کر رہی ہیں، میری برداشت سے باہر ہو رہا ہے، عورت ذات ہے، تب ہی موجود ہے، ورنہ اب

www.pakistanipoint.com

تک لا پہنچا ہوگی۔ شارون سکندر کے وردہ پہ آکر ٹریک بدلنے پر وہ چونکی تھی۔

’’تم کیسے جانتے ہو؟‘‘

’’میں کیا اور کتنا جانتا ہوں اس ذکر کو رہنے دو، ان نوسر باز ٹھگ، اور پیسہ بنانے کے طریقے الگ ہیں، وردہ بیگم تو اس فیملی کی بہترین کھلاڑی ہیں۔‘‘ وہ گول مول بات کر گیا، وہ ہمیشہ ہی ایسی چونکا دینے والی باتیں کر جاتا تھا کہ وہ کئی لمحے تک فون بند کرنا ہی بھول جاتی تھی، اصرار بے کار تھا، وہ اتنا ہی بتاتا تھا، جتنا ضروری سمجھتا تھا۔

☆☆☆

وردہ گولڈ کا سیٹ پہن کر سیلفی بنا رہی تھی، جب باہر سے جعفری صاحب پکارنے لگے، برا سا منہ بنا کر وہ سیٹ اتار کر باہر چلی آئی تھی۔

پیسوں کی بجائے حسن نے جاننے والے کے ہاتھوں گولڈ کا سیٹ ہی بھجوا دیا تھا، جعفری صاحب کے نام ہی بھجوایا تھا تا کہ معاملہ سہولت سے نبٹ جائے۔

’’سیٹ تو بہت پیارا بھیجا ہے بھائی نے۔‘‘ وردہ آئی تو شنائل کو گولڈ کا سیٹ دیکھنے اور بھائی سے منسوب جملہ سن کر وردہ کے کان کھڑے ہو گئے۔

’’جی آپ نے بلایا؟‘‘ پوچھ جعفری صاحب سے رہی تھی لیکن نظریں شنائل کے ہاتھوں میں موجود گولڈ کے ڈبے کی طرف تھیں۔

’’حسن نے سیٹ بھیجا ہے، بیٹھ کے سکون سے دیکھ لو۔‘‘ جعفری صاحب کے نرمی سے کہنے پر وہ جھٹ سے شنائل کے قریب ہو کر ڈبا اس کے ہاتھ سے کھینچنے والی ہی تھی جب شنائل نے خود آگے بڑھا دیا، حسن نے بھیجا ہے سن کر خوشی ہوئی تھی، پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کی کہ کس کے لئے، اس کی عقل کے مطابق وہ اکیلی ہی میاں کے مال کی وارث تھی، تب ہی سیٹ وفور شوق سے گلے سے لگا کر انگوٹھی پہن کر خوش ہونے لگی، اس کے انداز پہ دونوں مسکرا دیئے تھے۔

’’پسند آیا؟‘‘ جعفری صاحب خوشدلی سے استفسار کر رہے تھے، بالکل بہت خوبصورت ہے، وردہ فریفتہ ہوگئی تو انہیں سکون ہوا۔

’’بیٹا، یہ سیٹ سنبھال کے رکھ لو اور بری والا سیٹ لا کر دے دو۔‘‘

’’کیوں؟‘‘ جعفری صاحب کے سہولت سے کہے جملے پر وردہ کی تیوری اور آنکھیں دونوں چڑھ گئیں۔

’’وہ سیٹ شنائل کا ہے، اس کی مرحومہ ماں اپنی زندگی میں پیسے بنوا کر گئی ہے، تمہاری شادی اتنی جلدی میں ہوئی کہ گولڈ کے لئے پیسے نہیں تھے تو ہم نے اپنی اور تمہاری عزت بچانے کے لئے شنائل کا سیٹ رکھ دیا کہ جیسے ہی پیسے ہوئے بنوا دیں گے اور اب تمہارا سیٹ آ گیا۔‘‘ ساری باتیں سن کر بھی وردہ کی تیوری چڑھی رہی۔

’’مانا یہ میرے شوہر نے اپنی حق حلال کی کمائی کے پیسے سے بنوا کر بھیجا اس پر، میرا حق ہے لیکن کیا بری میں رکھا گیا، سیٹ ساس، سسر کی ذمہ داری نہیں تھی؟ جب مرحومہ ساس صاحبہ بیٹی کے لئے سیٹ چھوڑ گئیں تب انہیں بہو یاد نہیں آئی کہ وہ بھی اک دن اس گھر میں آئے گی، یا انہیں بیٹے سے محبت نہیں تھی۔‘‘

مرحومہ ساس کے لئے تیکھے بول پہ جعفری صاحب بے چین ہو کر شنائل کو دیکھنے لگے تھے، وہ بھی اس کی کتر کتر چلتی زبان کے آگے بے بس نظر آ رہی تھی۔

’’خیر گڑے مردے کیا اکھاڑنا، قصہ مختصر دل پہ پتھر رکھ کر یہ سیٹ تو شنائل کو دے سکتی ہوں کہ میرے میاں کی کمائی کے پیسوں کا ہے، بری

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

والا سیٹ بھول جائیں، وہ سیٹ اس سے کئی گنا بھاری ہے اور مجھے اس کا ڈیزائن بھی بہت پسند ہے۔'' وردہ صفا چٹا انکار کر کے گولڈ کا ڈبا پٹخ کر کمرے میں گئی اور اس سے ڈبل آواز سے دروازہ پٹخ کر ان دونوں کو چونکا گئی۔

گھر میں کئی دن کشمکش کی صورتحال بنی رہی، وردہ کو راضی نہیں تھی، حسن نے صورتحال جاننے کے لئے فون کیا۔

تو جعفری صاحب سہولت سے سارا معاملہ گوش گزار کر گئے، حسن نے بھی ہر طرح سے رام کرنے کی کوشش کی لیکن وردہ موم نا ہوئی۔

اس ساری صورتحال کو قابو میں لانے کے لئے شائل نے کہا بھی کہ وہ نیا سیٹ رکھ لے گی لیکن جعفر صاحب کے دل کو صدمہ لگ گیا تھا تو وردہ کی بدتمیزی پہ چپ وردہ، شائل پہ بھی چوٹ کر رہی تھی، وہ جواب دے کر فساد کو بڑھاوا نہیں دے رہی تھی، عابس سے سمجھانے کی استدعا کی تو وہ الٹا دھوکا دیا تم لوگوں نے جیسی باتیں کر کے بہن کے ری ایکشن کو حق بجانب گردن رہا تھا۔

حسن دور بیٹھا تھا لیکن اسے اندازہ تھا کہ جعفری صاحب کس قدر پریشان ہوں گے، اس لئے وہ آخری وقت تک سیٹ رکھنے سے انکاری تھے، حسن ہی تھا جس نے زور دیا تھا اور اب اسے ہی وردہ سے سیٹ نکلوانا تھا، حسن نے پیار سے بات کر کے دیکھ لیا تھا، لیکن جب وردہ نا مانی تو طلاق کی دھمکی دے کر بات منوا گیا۔

''ناگن پکڑ یہ سیٹ، تیری وجہ سے حسن نے مجھے طلاق کی دھمکی دی، تیرے اس سیٹ کی وجہ سے ہمارے بیچ دراڑ آئی لیکن تو بھول جا کہ اب تجھے کبھی یہ سیٹ پہن کر دلہن بننا نصیب ہوگا۔''

سیٹ کا ڈبا اس کی گود میں پھینکتے وردہ ہذیان بکنے لگی تھی، لاؤنج میں بیٹھے جعفری صاحب بھی دنگ رہ گئے تھے، شائل تو جیسے پتھر کی ہوگئی تھی۔

☆☆☆

گھر کے گھٹن بھرے دنوں میں شائل کی دوست نے اپنی برتھ ڈے پر انوائیٹ کیا تھا، اس نے جعفری صاحب سے تذکرہ کیا تو وہ بھی تائید کرنے لگے کہ ضرور جائے، وردہ کے آنے کے بعد سے وہ کتنی پریشان ان کو اندازہ تھا، تھوڑی سی فریش ہو جائے گی اسی لئے ہاں کہہ کر شاپنگ کے پیسے بھی دیے کہ دوست کے لئے گفٹ کے ساتھ اپنے لئے بھی کچھ لے آئے۔

وردہ دو دن کے لئے میکے گئی ہوئی تھی، سو وہ آزادی سے مال آ گئی تھی۔

''زہے نصیب! ابھی تمہیں یاد کیا اور تم نظروں کے سامنے آ گئیں۔'' ڈریس چیک کرتی آواز پر وہ بری طرح چونک کر پلٹی تھی، شارون سکندر اپنی سا ترانہ شخصیت کے ساتھ روبرو تھا اور اس کے گارڈز حسب معمول گن لئے ساتھ تھے۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' تڑخ کے کہتی وہ دوسرے رو کی طرف بڑھ گئی تھی۔

''نارمل رہو گی تو لوگ نوٹس بھی نہیں لیں گے کہ ہم ساتھ نہیں ہیں، شور مچا کر تماشا کرو گی تو ہر کوئی مڑ کے دیکھے گا۔'' غیر محسوس طریقے سے قریب آ کر گویا ہوا۔

''لوگوں کے مڑ مڑ کر دیکھنے کے لئے مجھے شور مچانے کی ضرورت نہیں، آپ کی حفاظت پہ مامور فوج ہی لوگوں کو اٹینشن کر دیتے ہیں، آپ پروٹوکول کے مزے لیں اور دور رہیں مجھ سے۔''

وہ جھنجھلا کر جواب دیتی ایسکلیٹر کی طرف بڑھ گئی، فرسٹ فلور پہ پہنچ کر سلیکشن میں دانستہ دیر کر رہی تھی تا کہ وہ چلا جائے، اوپر نہیں آیا تھا تو تسلی ہوئی تھی جب اچھی طرح وقت لگا کر اندازہ ہو گیا کہ وہ جا چکا ہوگا تب بل بنواتے نیچے کاؤنٹر سے

Qaisar Azeem
www.pakistanipoint.com

سامان وصول کرنے لگی تو وہ اک دم سے سامنے آ گیا۔

''یہ میں نے تمہارے لئے کچھ شاپنگ کی ہیں، پسند کرنے میں تم جتنا وقت تو نہیں لگاتا، امید ہے پہلی نظر میں پسند آئی چیز تمہیں بھی پسند آئے گی۔'' وہ کچھ شاپنگ بیگز اس کی طرف بڑھائے کھڑا تھا، شائل جعفری آنکھیں پھاڑے اس کے اعتماد کو دیکھ رہی تھی، جیسے وہ لے ہی تو لے گی، وہ یوں منتظر تھا۔

''اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینک دیں۔'' وہ جل گئی۔

''یہ کام تم خود اپنے ہاتھ سے کرلو، کچھ نہیں کہوں گا، تمہارے لئے لی ہیں چیزیں تم ہی استعمال کرو گی۔'' بضد تھا۔

''میں تھوکنا پسند نہیں کروں گی۔'' وہ چراغ پا ہوئی۔

''بہت پیار سے لی ہیں تمہارے لئے، رکھ لو۔'' وہ جیسے دھتکار پہ ضبط کر رہا تھا۔

''تمہاری کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانا حرام ہے، آج تک تمہاری بکواس برداشت کرتی رہی تو تمہیں لگتا ہے تم من مانی کرو گے؟'' وہ تلخ ہو رہی تھی، شارون سکندر سنجیدگی سے اس پہ نظریں جمائے کھڑا تھا۔

''ٹھیک ہے جاؤ..... یہ کیا..... اب اس سے بڑھ کر چیزیں تم تک پہنچیں گے، سوچا تھا تمہیں کبھی مشکل میں نہیں ڈالوں گا لیکن تم نے میرے ضبط کو آزمایا ہے، افسوس کرو گی اس وقت کو کہ کیا تھا جو رکھ لیتی، جاؤ اب دیر نا کرو، دیر سے لوٹنے پر بابا فکر مند ہوں گے۔'' مبہم سی باتیں کر کے وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا، اس کے اشارے پہ موجود محافظ جو دور ہو چکے تھے، اسے جاتے دیکھ کر دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے لپکے تھے، ہاتھ میں موجود بیگز شاہ کے اک وفادار نے لینے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے دوسرا ہاتھ اٹھا کر روک دیا تھا، اس کی باتوں کو سوچتے شائل، شارون سکندر کے قافلے کو تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کر ان کے قدموں کی دھمک سن رہی تھی، اس کا دل بیٹھنے لگا تھا۔

☆☆☆

وہ اتنی بزدل نہیں تھی کہ شارون سکندر کی دھمکیوں پہ لرزتی رہتی لیکن حالات و واقعات جس نہج پر جا رہے تھے اس نے اسے سہمنے پہ مجبور ضرور کر دیا تھا۔

فریحہ کی برتھ ڈے سے لوٹی تو دروازہ وردہ کو کھولتے دیکھ کر چونک گئی، اسے تو کل آنا تھا جانے آج کیسے آ گئی تھی اور اس وقت شدید حیرت ہوئی جب عابس بھی سامنے آ گیا۔

''کمال ہے، میں دو دن کے لئے میکے کیا گئی تم تو رنگ رلیاں منانے لگیں، نیا جوڑا، میچنگ کی نئی چیزیں..... اور غیر مرد کی گاڑی میں دیر سے واپسی..... واہ بھئی واہ..... دیکھ لو عابس اپنی آنکھوں سے..... وہ تو اچھا ہوا جو میں نے واپسی کی راہ لی اور تم مجھے چھوڑنے آ گئے، ورنہ تو یہ نظارہ ہمارے سامنے آتا ہی نہیں۔'' ابھی وہ سنبھلی بھی نہیں تھی کہ وردہ نے بھس میں چنگاری چھوڑ دی۔

''بھابھی میں فریحہ کے ساتھ آئی ہوں، اس کے بھائی ڈرائیو کر رہے تھے، فریحہ نے آپ کو ہاتھ بھی ہلایا۔'' صفائی دیتے وہ عجیب سی ہو گئی، عابس کی گھورتی نظریں الگ حیران کر رہی تھیں۔

''ہاں تو تمہیں ہماری آنکھوں میں دھول بھی تو جھونکنا تھا۔'' وردہ کی اپنی ہی منطق تھی۔

''کسی کی اجازت سے سہیلی کی سالگرہ پہ گئی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھیں؟'' عابس بگڑا۔

''بابا کو پتا تھا۔''

''تمہارے بھوسا بھرے دماغ میں یہ بات ابھی تک نہیں سمائی کہ نکاح کے بعد سے میں ہی تمہارا سرپرست ہوں، کہیں آنے جانے کے لئے تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے؟'' عابس زہرخندہ ہوا۔

''کیا ہوا؟'' اسی وقت نماز پڑھ کر جعفری صاحب بھی آگئے تھے اور شائل کو یوں ان دونوں کی عدالت میں کھڑے دیکھ کر چونک گئے۔

''ہونا کیا ہے، میرے بھائی کی عزت کو آپ کی بیٹی غیر مردوں کی گاڑی میں سیر سپاٹے کرکے روند رہی ہے۔'' وردہ بات کو غلط رنگ دینے لگی تھی، شائل نے انہیں حقائق سے آگاہ کیا تو جعفری صاحب انہیں سمجھانے لگے۔

''آپ کے گھر کے جو طور طریقے تھے وہ ختم ہو گئے، اب سے شائل کو وہی کرنا ہوگا، جو میں کہوں گا، اب سے کہیں بھی آنے جانے سے پہلے مجھ سے اجازت لینا ہو گی۔'' جعفری صاحب کی بات کاٹ کر عابس اتنی درشتی سے بولو کہ کئی لمحے تک دونوں اپنی جگہ ساکت ہو گئے، وردہ کے لبوں پہ استہزائیہ مسکراہٹ آ گئی تھی، عابس ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔

''شائل، کردار کی بالکل اچھی نہیں ہے، تم لعنت بھیجو اس پہ، میں نے اماں سے کہہ دیا ہے، تمہارے لئے کوئی اچھی لڑکی ڈھونڈیں، شادی کرو اور خوش رہو، شائل بیوی بن کر رہنا قبول کرے سو کن کے ساتھ تو رکھ لینا ورنہ طلاق دے دینا۔'' وردہ عابس کو فون پہ ''سمجھا'' رہی تھیں۔

''طلاق دے دوں اور آپ کی شادی؟ وہ بھی تو متاثر ہوگی۔'' عابس تذبذب کا شکار تھا۔

''میرے لئے اپنی زندگی خراب نا کرو، حسن تو سمجھو میری مٹھی میں ہیں، بہن کی آوارگی کی داستان سن کر کون غیرت مند بھائی ساتھ دے گا، میری فکر نا کرو، بس ہاں کر دو، اپنی پسند سے کر کے دیکھ لیا، اب ہماری پسند آزما کر دیکھ لو کہ ماں بہن کی پسند کتنی اچھی ہوتی ہے۔''

''ٹھیک ہے، دیکھیں آپ لوگ لڑکی شائل کو ساتھ رہنا ہوا تو رہے گی ورنہ پھر طلاق ہی سہی، غلطی کی اس کا انتخاب کر کے۔'' عابس بھی وردہ کی بولی بولنے لگا تھا۔

وردہ نے لگے ہاتھوں جان پہچان کی کتنی ہی لڑکیوں کی تصویریں واٹس ایپ کر دیں جس میں سے اک عابس کو پسند بھی آ گئی تھی، وردہ فاطمہ کو خوشخبری سنا کر لڑکی والے کو فون کر کے وقت لینے کا سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

''انسان کو انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، نجانے کب وہی انتخاب بھاری پڑ جائے۔''

حسن کی کال آئی تھی، وردہ نے رو رو کر شائل کی من مانی، غیر مردوں کے ساتھ گھومنے پھرنے اور ادھار لینے کی کہانی اس طرح سنائی تھی کہ حسن اس کے دام میں آ گیا تھا۔

''ماں عرصہ سے ہے نہیں، شائل کے دل میں جو ہوتا ہے کرتی ہے، کسی کے روک ٹوک کا ڈر جو نہیں، آپ دور بیٹھے ہیں، اس کے رنگ ڈھنگ نہیں دیکھ سکتے، بابا جاب پر ہوتے ہیں، یونیورسٹی کے بہانے جانے کہاں کہاں ماری پھرتی ہے، اکثر لیٹ آتی ہے سہیلی کی سالگرہ میں جاتا تھا تو مجھے بھی ساتھ لے جاتی، میں بھی تو گھر کا فرد تھی، لیکن کباب میں ہڈی کون پسند کرتا ہے، سہیلی کا بھائی لٹو ہو رہا تھا، عابس نے یہ سب کیسے برداشت کیا میری خاطر، میں جانتی ہوں کل کو آپ کی بہن کی حرکتوں پر اسے طلاق ہو جائے تو

جعفری صاحب بھی چونکے بنا نہیں رہ سکے تھے۔

اس کا بھیجا گیا سامان، تینوں کے غضب ناک چہرے جواب حسرت میں ڈھل گئے تھے، مجبور باپ جو بیٹی کی صفائی میں ادھ موا ہو چکا تھا، روتی ہوئی شنائل جو اسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی، اب نظر میں وہ سب بھانپ گیا تھا۔

''تم لوگ باہر ویٹ کرو۔'' ہاتھ بڑھا کر اک گارڈ سے فائل لے کر انہیں ہدایت کی تو وہ سب مودب انداز میں باہر نکل گئے، شارون سکندر چند قدم چل کر آگے آیا تھا، وہ شاید کوئی ساحر تھا جس کی سحر انگیزی نے ان سب کی بولتی بند کر دی تھی۔

''کون شنائل کے کردار پہ انگلی اٹھا رہا ہے؟'' امپورٹڈ جوتے کی ایڑی کے بل گھوم کر اس کا رخ ان تینوں کی طرف ہو گیا۔

''کس حیثیت سے آئے ہو اس گھر میں، یا شاید آتے رہتے ہو، عیاشی کرنے؟'' عابس بھڑک کر بولا حد کراس کر گیا کہ شنائل سے پیروں پہ کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا، وہیں دوسری طرف شارون سکندر جو جینز میں اڑسا ہوا، چھوٹا سا جدید پسٹل نکال کر اس تیزی سے آگے بڑھ کر عابس کی کنپٹی سے لگا دیا کہ جہاں عابس کی سانسیں رکیں وہاں سب سراسیمہ ہو گئے۔

''دوبارہ منہ سوچ سمجھ کر کھولنا، ورنہ شنائل کو بیوہ کرنے کا مجھے کوئی ملال نہیں ہو گا۔'' اس کے سرد لہجے اور آگ بگولہ ہوتے تیور پہ عابس کا گلا سوکھ گیا، شنائل تحیر سے شارون سکندر کی جی داری دیکھ رہی تھی۔

''یہ سب کیا کر رہے ہو تم؟'' جعفری صاحب پریشان ہو گئے۔

''ان جیسوں کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیے وہی کر رہا ہوں بابا۔'' عابس کو گھور کر پیچھے دھکیلتے شارون سکندر نے اتنے اطمینان سے بابا پکار کر جواب دیا کہ جعفری صاحب حیران رہ گئے، فاطمہ جلدی سے عابس کے قریب آ کر چپ رہنے کا کہنے لگیں، گارڈز، پروٹوکول اور شارون سکندر کی پرسنالٹی نے ان کو بولتی بند کروا دی تھی۔

''بابا! شنائل نے آپ کو جو کہانی سنائی وہ سچ ہے، اتفاقاً مجھ سے ٹکرائی اور میں نے طے کر لیا کہ یہی میری لائف پارٹنر بنے گی، لیکن جب خبر ہوئی کہ چند دن پہلے اس کا نکاح ہو چکا ہے تو مجھے دھچکا سا لگا، شاید میں شنائل کو کبھی اپروچ نہیں کرتا، لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ شنائل کن لوگوں کے چنگل میں پھنسنے والی ہے تو ارادہ ملتوی کر دیا۔''

''بارہا شنائل کو تنبیہ کی کہ وردہ صاحبہ کو بھابھی نا بنائے لیکن اس نے میری ایک نہیں سنی۔'' تینوں ماں بیٹی اور بیٹے نے بے ساختہ پہلو بدلا۔

''ہمارے گھر کے معاملات سے تمہارا کیا لینا دینا۔'' جعفری صاحب ٹوکنے لگے۔

''شنائل کے ناطے اس گھر کے حق میں ہونے والا ہر برا فیصلہ روکنا میرا فرض تھا بابا۔'' پسٹل جینز میں واپس رکھ کر وہ جعفری صاحب کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گیا تھا۔

''یہ فائل ان ٹھگ اور دو نمبری لوگوں کے کارناموں کے ثبوت سے بھری ہوئی ہے، عابس جسے آپ نے داماد بنایا، یہ پہلے بھی اک لڑکی کے در تک بارات لے جا کر عین نکاح کے وقت یہ اور اس کی فیملی نے گاڑی کی ڈیمانڈ رکھ کر لڑکی والوں کو بلیک میل کیا اور لڑکی والوں نے بدنامی قبول کرنا بہتر سمجھا لیکن ان کے لالچ کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے، یہ ہے وہ نکاح نامہ جس میں اس لڑکی کے سگنیچرز تک موجود ہیں، کہیں گے تو اس

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کی فیملی کو گواہ بنا کر بھی لے آؤں گا۔''

وردہ اور فاطمہ بیگم کل بھی ایک لڑکی دیکھ کر آئی ہیں تاکہ عابس صاحب کی تیسری شادی کر سکیں، کیونکہ انہوں نے حسن بھائی سے نکاح پڑھوا کر اپنی بیٹی کو شادی شدہ تو کروا ہی لیا ہے، اس بدکردار بیٹی کو جو دس سال قبل اپنے آشنا کے ساتھ گھر سے بھاگ کر کورٹ میرج کر چکی تھی اور اک بچے کی ماں بھی ہے، بچے کو باپ کے حوالے کر کے فاطمہ بیگم نے طلاق دلوائی کہ انہیں یہ داماد پسند نہیں تھا اور وردہ بیگم کے سر سے محبت کا بھوت اتر چکا تھا، حسن بھائی کو دیکھ کر انہوں نے شائل کو مہرہ بنا کر آپ سب سے بات منوائی، اگر یہ مکر گے تو وردہ کے ساتھ شوہر اور بچے کو بھی سامنے لا کھڑا کروں گا، فائل میں دونوں کی تصاویر ہیں اور وردہ کے نکاح کے ثبوت بھی۔''

شارون سکندر فائل سے اک اک چیز نکال کر پیش کر رہا تھا، تینوں کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا، شائل اور جعفری صاحب شاکڈ ہو کر اک اک چیز کو دیکھ رہے تھے۔

''یہ سب جھوٹ ہے۔'' عابس منمنایا۔

''کروں ابھی واحد صاحب کو کال، پوچھوں ان سے کہ کیسے تم نے لالچ میں نکاح کے پیپر پر سائن نہیں کیے، یا پھر اپنے گارڈز سے کہوں تمہاری طبیعت پوچھ کر سچ اگلوائے، کہو تو پولیس کی خدمت بھی لے سکتا ہوں، کئی آپشنز ہیں، بہتر ہے، سچ خود ہی اگل دو۔''

شارون سکندر گردن موڑ کر اتنی سختی سے بولا کہ تینوں کا پتا پانی ہو گیا، ان کا مکر و فریب ان کے چہروں سے عیاں تھا۔

''یہ سب.....!'' جعفری صاحب حقیقت سن کر دل پکڑ کر بیٹھ گئے تھے۔

☆☆☆

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے، اگر میرے بابا کو کچھ ہوا تو، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔''

جعفری صاحب کو بازوں میں درد سا محسوس ہوا تھا، شارون سکندر نے سرعت سے انہیں ہاسپٹل منتقل کیا تھا، وردہ، فاطمہ اور عابس تو وہیں کھڑے رہ گئے، جب کہ وہ جعفری صاحب کے ساتھ ہاسپٹل آئی تھی، شارون کی وجہ سے انہیں فوراً ایمرجنسی میں منتقل کر دیا گیا تھا، شائل روتے ہوئے اسے مورد الزام ٹھہرا رہی تھی۔

''سچ کبھی نا کبھی تو ان کے سامنے آنا ہی تھا اور اس وقت انہیں مزید دھچکا لگتا جب انہیں تمہاری بربادی پر بھی رونا پڑتا، انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا بابا کو۔'' وہ سمجھاؤ سے سمجھا کر دلاسا دے رہا تھا اور ڈاکٹرز نے آ کر خوشخبری دی کہ ہارٹ اٹیک نہیں ہے، معمولی سا انجائنا پین ہے جو جلد ٹھیک ہو جائے گا، شائل کی جان میں جان آئی تھی۔

کئی گھنٹوں کی اچھی سی ٹریٹمنٹ لے کر جعفری صاحب گھر لوٹ آئے تھے، لیکن کس قدر صدمے میں تھے، وردہ عابس اور فاطمہ منظر سے غائب ہو چکے تھے۔

''آپ بالکل فکر مند نا ہوں، شکر ادا کریں کہ شائل کی رخصتی سے پہلے ان کے اصل چہرے سامنے آ گئے۔'' شارون سکندر ہر لمحہ ساتھ دیا تھا اور گھر آ کر بھی دلاسا دے رہا تھا۔

''یہ ساری پریشانی آپ کی مرہون منت ہے اور برائے مہربانی اب آپ جا سکتے ہیں، ہاسپٹل کا بل جلد ہی آپ کو مل جائے گا۔'' سوپ کا باؤل لے کر آتی شائل غصے سے بولی تھی۔

''شائل!'' جعفری صاحب ہاتھ اٹھا کر اسے روک گئے تھے۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

"آپ جا کر دوسرا کام کرلیں، ممکن ہے مجھے دیکھ دیکھ کر آپ کو غصہ ہی آئے گا۔" سوپ کا باؤل استحقاق سے اس کے ہاتھ سے لے کر وہ جعفری صاحب کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور جب محبت سے پلانے لگا تو وہ انکار نا کرسکے، شائل عصیلی نظر ڈال کر باہر چلی گئی تھی، وہ بہت دیر تک بیٹھا رہا، شائل دانستہ پھر جعفری صاحب کے روم میں نہیں گئی۔

"جلے پیر کی بلی بنی کب تک چکر کاٹتی رہو گی جاؤ بابا کے پاس اور کوئی فضول بات نا کرنا ان سے۔" وہ جانے کے لئے نکلا تو وہ واقعی لاؤنج میں لیفٹ رائٹ کرتی سوچ رہی تھی کہ وہ اندر اتنی دیر سے کیا باتیں کر رہا ہوگا اور اب وہ روبرو تھا۔

"جتنی فضول باتیں آپ کر چکے اس کے بعد گنجائش ہی کہاں بچتی ہے۔" وہ بلبلا گئی۔

"بندے کی شکل اچھی ہو تو بات بھی اچھی کرنی چاہیے، چلتا ہوں۔" اس پہ اک مسکراتی نگاہ ڈال کر وہ چلا گیا تھا۔

☆☆☆

جعفری صاحب نے حسن تک ساری بات پہنچائی تھی، شارون سکندر نے تمام ثبوت واپس کر دیئے تھے، دھوکا دہی اور فریب کاری پہ حسن، وردہ کو طلاق دینے کے درپے تھا، لیکن جعفری صاحب نے ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کا کہہ کر روک دیا تھا۔

عابس کی کوئی خبر خبر نہیں آئی تھی، شارون سکندر کے آگے کھڑے ہونے کی نا حیثیت تھی نا ہی دم، سو اس نے خاموشی سے طلاق کے پیپرز بھجوا دیئے تھے، سچ جان کر شائل بھی رشتہ رکھنے کی خواہش مند نہیں تھی، عابس کی حرکت نے مزید واضح کر دیا کہ وہ کتنا بڑا جھوٹا اور دروغ گو تھا، وردہ نے مگرمچھ کے آنسو بہا کر حسن سے معافی مانگی تھی، لیکن وردہ کی فطرت اور اس کا بیک گراؤنڈ دیکھ کر حسن نے طلاق بھجوادی۔

شارون سکندر تقریباً روز ہی آتا تھا، اس کے گارڈز کو باہر دیکھ کر محلے میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں، لیکن کسی میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔

پھر جعفری صاحب نے سہولت سے آنے سے منع کر دیا، دوسرے ہی دن اس نے اپنے والد محترم سکندر صاحب کو رشتہ لینے بھیج دیا، جعفری صاحب نے سوچنے کا وقت مانگا تھا۔

وہ حسن سے مشورہ کرنا چاہ رہے تھے، حسن نے ہاں میں عندیہ دیا تھا، ساتھ ہی خوشخبری سنادی کہ وہ اگلے ماہ پاکستان آرہا ہے، سحر سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، سحر اس کے آفس میں کام کرتی تھی اور اس کی فیملی بھی پاکستان سے تھی، جعفری صاحب دونوں بچوں کی نئی زندگی کی شروعات ہوتے دیکھ کر خوش تھے۔

☆☆☆

"بابا اور بھائی بھلے ہاں کر دیں لیکن میں انکار کر دوں گی اور میرے انکار کو دونوں کبھی نہیں ٹالیں گے، بہتر ہے آپ خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔" جعفری صاحب حسن سے صلاح مشورہ کر رہے تھے، ایسے میں وہ آیا تو شائل جتانا نا بھولی۔

"خواب کہاں، ہم تو تعبیریں پانے والوں میں سے ہیں۔" وہ ہمیشہ کی طرح سحر انگیزی لئے روبرو تھا۔

"جو بھی ہو، مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔" وہ سر جھٹک گئی۔

"پھر کس سے کرنی ہے؟" دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"مجھے شادی ہی نہیں کرنی۔" لہجہ روہانسا ہو

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

گیا، آنکھیں بھیگنے لگیں، جنہیں چھپانے کو وہ رخ موڑ گئی، جس تیزی سے سب کچھ بے نقاب ہوا اس نے اسے جذباتی طور پر ہرٹ کیا تھا۔

''ادھر دیکھو۔'' وہ گھوم کر اس کی طرف آیا تھا۔

''نہیں۔'' سر نفی میں ہلا گئی۔

''شائل!'' اصرار ہوا، وہ بھیگی پلکیں اٹھا گئی، وائیٹ سوٹ میں ادھ کھلے بالوں اور بھیگی پلکوں کے ساتھ وہ کتنی ہی دیر تک اسے مبہوت کر گئی۔

''جانتا ہوں، مرد کی طرف سے ملنے والے دھچکے نے تمہیں بددل کر دیا ہے، میری موجودگی بھی تمہیں گراں گزرتی رہی، لیکن جب تم راضی نہیں ہو تو کیا کر سکتا ہوں، انکار کر دوں گی تو بھی تم سے غافل نہیں رہ سکوں گا، پل پل کی خبر رکھوں گا لیکن تنگ کرنے کو سامنے نہیں آؤں گا۔'' ٹوٹے لہجے میں مسکرا کر کہا۔

''اور اگر کوئی اچھا لگ جائے اس سے شادی کر لوں تب.....؟'' وہ بے ساختہ سوال کر گئی، کئی ثانیے دونوں کے بیچ خاموشی رہی۔

''چیک ضرور کروں گا کہ آخر اس میں ایسا کیا ہے جو مجھ میں نہیں۔'' مغرور چہرے پہ مجروح مسکراہٹ شائل دیکھتی رہ گئی تھی۔

''ویسے تمہیں کس ٹائپ کا بندہ چاہیے، بتا دو، اگر نظر میں ہوا تو تمہاری مشکل آسان کر دوں گا۔'' یہ سب کہنا بہت دل شکن تھا لیکن وہ کہہ گیا۔

''ہم سفر ایسا ہو جو کسی سے بیوی کے بارے میں سن کر اس سے تفتیش کرنے نا اٹھ کھڑا ہو، اعتماد کی چادر دے، بے اعتباری کے کانٹوں سے لہولہان نا کرے، اتنا جابر نا ہو کہ میں اس سے اپنی باتیں شیئر کرتے ہوئے ڈروں۔''

''یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں مل جائے گا۔'' اس کی باتیں سن کر وہ ہلکے سے مسکرایا تھا۔

''مل جائے گا نہیں، مل گیا ہے۔'' ہولے سے بولی۔

''کون؟'' شارون سکندر کو اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوئیں۔

''تم۔'' وہ جھک کر رخ پھیر گئی، شارون سکندر کے چہرے پہ روشنیاں پھوٹ بڑی تھیں، وہ سرعت سے روبرو ہوا۔

''تم راضی ہو؟ کوئی پریشر تو نہیں؟'' وہ بے یقین تھا۔

''جب کے فسوں سے بڑا پریشر کیا ہو گا، دیکھا ہے، تمہاری محبت کا فسوں، کیسے میرا برا وقت آنے سے پہلے خبردار کر گئے، صرف محبت نہیں کی، میرے محافظ بنے رہے مجھے محبت کے ساتھ تحفظ اور مان ہی چاہیے تھا، ڈھنڈورا پیٹ کے اپنے باکردار ہونے کا ثبوت نہیں دے سکتی، مجھے اعتماد چاہیے، بعد میں بھی اتنا ہی جتنا ابھی کرتے ہو، عزت چاہیے کہ کسی کے انگلی اٹھانے پر تمہاری نگاہیں بدل کر میرا وجود نا چھلنی کر دیں۔'' لہجہ روہانسا ہو گیا تھا۔

''تم پہ اٹھنے والی انگلی اٹھنے سے پہلے ہاتھ سے الگ ہو جائے گی، تم شارون سکندر کی عزت ہو، محبت، مان سب کچھ پورے حق وہ محبت سے ملے گا، کہیں کوتاہی ہو تو بے شک میرا گریبان پکڑ لینا۔'' اس کی آنکھوں کے اشک چنتے سرگوشی کی۔

''بھروسہ ہے؟'' ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ بھرا گیا۔

''یقین ہے۔'' کہہ کر مان بخش گئی، اسے لگا عرصہ بعد کسی محفوظ پناہ گاہ میں بسیرا کر لیا ہو اور اب یہی آخری ٹھکانہ تھا، جہاں مان تھا، محبت تھی اور چہار سو فسوں حب تھا۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

اب عشق فسانہ کرنا

شفق افتخار

رات کے کھانے کے بعد زارون اپنے کمرے میں چلا آیا تھا، دن ویسا ہی تھا، جیسا روز ہوتا تھا، لگا بندھا سا، صبح یونیورسٹی اور اس کے بعد آفس اور پھر رات کو گھر، وہ اور راحم مل کر اپنی کنٹریشن فرم اسٹارٹ کر رہے تھے، سو دونوں ہی اس میں مصروف رہتے تھے، وہ یونیورسٹی کے بعد سیدھا وہیں جاتا تھا اور راحم بھی اپنے آفس کے بعد وہیں آ جاتا تھا، وہ ایک پرائیویٹ فرم میں جاب کر رہا تھا، دونوں تھکے ہارے رات کو ہی گھر آتے تھے، ہاتھ میں تھاما کافی کا کپ اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور خود بیڈ پہ بیٹھ کر ٹانگیں پھیلا لیں تھیں، آج کچھ زیادہ ہی تھکن ہو گئی تھی، اس نے مگ اٹھا کر گرم کافی کا سپ لیا تھا، پھر پاس رکھا لیپ ٹاپ کھول لیا تھا، اسے کچھ ای میلز چیک کرنا تھی اور کل کے لیکچر کی تیاری بھی کرنی تھی، کل ہونے والی طوفانی بارش کے بعد سے

ناولٹ

اب موسم قدرے خنک سا محسوس ہو رہا تھا اور ابھی بھی کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے، اس نے ایک نگاہ کھلی کھڑکی سے نظر آتے چاند پہ ڈالی اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا، اب اس کے لئے یہ سب چیزیں کچھ معنی نہیں رکھتیں تھیں، اس کی زندگی محبت کے نقطے پہ رک ضرور گئی تھی، مگر وہ ان سب چیزوں سے بہت آگے نکل آیا تھا، اس نے کافی کا مگ خالی کر کے رکھا ہی تھا کہ دروازے پہ مدھم سی دستک ہوئی تھی۔

''کون ہے آ جائیں پلیز۔'' اس نے ایک نگاہ سامنے لگے وال کلاک پہ ڈالی تھی، جہاں رات کے تقریباً گیارہ بجنے والے تھے، اس وقت کون ہو گا، شاید نگین ہو، کیونکہ کل اس کا پیپر تھا اور وہ اس سے کہہ آیا تھا کہ اسے کوئی ہیلپ چاہیے تو وہ جاگ رہا ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''ارے امی آپ، اس وقت خیریت ہے نا۔'' مگر دروازے میں نمودار ہوتے ماں کے چہرے کو دیکھ کر وہ حیران سا ہوا تھا۔

''ہاں بالکل خیریت ہے بیٹا، بس تمہارے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تو سوچا کچھ دیر تم سے باتیں کروں، دن میں تو تم دونوں بھائی گھر پہ نظر ہی نہیں آتے ہو۔'' وہ چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آ کھڑی ہوئیں تھیں، ہاتھ میں تھاما دودھ کا گلاس بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا تھا، جہاں پہلے ہی کافی کا خالی مگ دھرا تھا۔

''جی امی بس یونی کے بعد فرم چلا جاتا ہوں، ایک بار سیٹ ہو جائے تو پھر تسلی ہو جائے گی اور ٹائمنگ بھی سیٹ ہو جائے گی، آپ بیٹھیں نا پلیز، کھڑی کیوں ہیں۔'' اس نے ٹانگیں سمیٹ کر ماں کو بیٹھنے کے لئے اپنے قریب ہی جگہ بنائی تھی، لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ میں رکھ دیا تھا، وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں تھیں اور غور سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں امی۔'' اس نے امی کو خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر پوچھا تھا۔

''کتنے کمزور ہو گئے ہو زونی، تم اپنا بالکل بھی خیال نہیں رکھتے ہو، دیکھو تو ذرا اپنی حالت، رنگت کیسی ماند پڑ گئی ہے اور آنکھوں کے نیچے کیسے حلقے پڑ گئے ہیں۔'' وہ ممتا بھری فکر سے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولیں تھیں، وہ ان کی محبت پہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں امی، آپ پریشان نہ ہوں، بس ذرا کام کا اسٹریس ہے، چند دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے اپنے چہرے کے گرد رکھے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لے کر ان کی تسلی کرائی تھی، اس کی زندگی میں اب سب سے قیمتی رشتہ ماں کا ہی تھا اور پھر بہن بھائی، باقی تو وہ سب کچھ کھو چکا تھا، زاریہ، اس کے جان سے پیارے بابا، پھپھو، اس کی ذات عجیب عدم تحفظ کا شکار ہو گئی تھی، اس کے دل میں ایک وہم سا بیٹھ گیا تھا کہ جیسے وہ اپنی ہر قیمتی چیز، ہر قیمتی رشتہ کھو دے گا، شاید اس لئے وہ زندگی میں ایک جگہ ٹھہر گیا تھا اور خود کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا، لیکن زندگی تو آگے بڑھنے کا نام ہے، ساکت تو صرف موت ہی کرتی ہے۔

''مجھے جھوٹی تسلیاں مت دو زونی، میں تمہاری ماں ہوں، میں جانتی ہوں کہ تم کتنے ٹھیک ہو اور کتنا جھوٹ بول رہے ہو، تمہارے اندر کی کوئی بھی بات میں تمہارے بن کہے بھی جان سکتی ہوں، میری جان کب تک آخر کب تک ایسا چلے گا، جو ہوا وہ سب قسمت کا لکھا تھا، وہ سب اول روز سے لکھا تھا، ایسا ہی ہونا تھا، تم کب تک خود کو روگ لگا کر بیٹھے رہو گے، کب تک خود کو پچھتاؤں کی نظر کیے رکھو گے، زندگی کی خوشیوں سے اس کی رعنائیوں سے کب تک نگاہ چرائے زونی، میں تھک گئی ہوں میرے بچے، مجھ میں اب اور حوصلہ نہیں ہے کچھ بھی سہنے کا، کچھ بھی کھونے کا، بس اب تو میری سانسیں میری اولاد سے ان کی خوشیوں سے مشروط ہیں، میری جان خود کو اور سزا مت دو، ہم تقدیر سے نہیں لڑ سکتے ہیں، اس بات کو سمجھو مان لو۔''

وہ پچھلے کئی دنوں سے اس سے بات کرنا چاہ رہی تھیں، لیکن موقع نہیں مل رہا تھا، لیکن کل وہ اس کی حالت دیکھ کر سمجھ گئیں تھیں کہ وہ پھر اس شہر خموشاں کا مہمان بنا تھا، سو کل سے دل میں ٹھانے بیٹھی تھیں کہ اس سے بات ضرور کریں گی اور یہ بھی شکر تھا کہ آج وہ ہمیشہ کی طرح ان کی بات سن کر غصہ نہیں ہوا تھا، بھڑکا نہیں تھا، خاموشی سے سن رہا تھا اور ان کے لئے یہی بہت تھا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''میں بالکل ٹھیک ہوں امی، خوش ہوں، میں کہاں قسمت سے لڑا ہوں، میں نے کب تقدیر سے شکوہ کیا ہے، میرا کب کوئی بس چلا ہے، میں کوشش کررہا ہوں زندگی میں آگے بڑھنے کی، میں وہ ہر کام کرتا ہوں جو ایک نارمل انسان کرتا ہے، کھاتا ہوں پیتا ہوں، کام کرتا ہوں، مصروف رہتا ہوں، لیکن میرے اندر زندگی ویسے کھلکھلاتی نہیں ہے امی جیسے کبھی اس کے سنگ کھلکھلاتی تھی، میرا دل اب بس ایک مشین کی طرح میرے اندر دھڑکتا ہے، مگر میں ٹھیک ہوں، آپ پریشان نہ ہوں، بس اب آپ ہی ہیں کہ جس کی خاطر میں جی رہا ہوں زندہ ہوں۔'' اس کے لہجے میں اس لمحے زمانوں کی تھکن اتر آئی تھی، اس نے تھک کر ماں کی گود میں سر رکھ دیا تھا، کوئی کہہ سکتا تھا کہ وہ کبھی زندگی سے بھرپور شخص تھا کہ جس کی ایک مسکراہٹ گویا ماحول کو گرما دیتی ہے، قہقہوں سا برپا کردیتی تھی، دلوں کو دھڑکا دیتی تھی۔

''زونی وہاں جانا چھوڑ دو میری جان، ورنہ تمہارا دل یونہی مردہ رہے گا، زاریہ جہاں ہے نا وہ بہت خوش ہے تم اس طرح سے اسے تکلیف مت دو۔'' انہوں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا تھا۔

''امی میں نے آپ کی ہر بات مانی ہے مگر مجھے وہاں جانے سے مت روکیں، وہ اگر آج وہاں ہے تو صرف میری غلطی کی وجہ سے، اس حادثے کا ذمہ دار میں ہوں، مجھے وہاں جا کر سکون ملتا ہے، وہ میرا انتظار کرتی ہے امی، اگر میں وہاں نہیں جاؤں گا تو شاید میں مرجاؤں گا۔''

''اللہ نہ کرے کیسی باتیں کرتے ہو۔'' انہوں نے بے ساختہ ہی اسے ٹوک دیا تھا، اس کی بات سن کر ہی ان کا دل دہل کر رہ گیا تھا، وہ ان کا بڑا بیٹا تھا اور انہیں دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھا۔

''زونی میری ایک بات مانو گے۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد انہوں نے اپنی گود میں آنکھیں موندے لیٹے زارون سے کہا تھا، اس نے پل بھر کو آنکھیں کھول کر ماں کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''شادی کرلو زونی، میری خواہش پوری کر دو بیٹا، یہ میرے دل کی آس ہے کہ میں تمہیں تمہاری زندگی میں خوش دیکھوں، مکمل دیکھوں، تمہاری اولاد کو اپنی گود میں کھلاؤں، میری بات مان جاؤ، ایک ماں کا مان رکھ لو میری جان۔''

''امی پلیز، آپ جانتی ہیں کہ میں نے اپنی زندگی زاریہ کے علاوہ کبھی کسی اور کے ساتھ گزارنے کا نہیں سوچا، میں یہ نہیں کرسکتا ہوں۔'' وہ یکدم ہی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، ماں کی خواہش کا التجائیہ لہجہ اسے ندامت میں مبتلا کررہے تھے، مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو آج بھی بے وفائی پہ آمادہ نہیں تھا اور امی سب کچھ جانتے بوجھتے ایسی بات کررہی تھیں۔

''لیکن اب تم اس بات کو مان لو کہ وہ اب ہمارے درمیان نہیں ہے، وہ اس دنیا سے جاچکی ہے، تم کب تک خود کو روگ لگا کر بیٹھے رہو گے، وہ سب ایک حادثہ تھا، بھول جاؤ اسے زونی، تم ابھی زندہ ہو بیٹا، تم سے وابستہ رشتے ابھی زندہ ہیں، خود کو اور ہم سب کو جیتے جی مت مارو، ہم سب تمہاری خوشی چاہتے ہیں، اگر تمہیں اپنی ماں کا ذرا بھی خیال ہے نا یا تم مجھ سے ذرا بھی محبت کرتے ہو نا تو تمہیں میری بات ماننا ہوگی، میں تمہارے لئے لڑکی پسند کرچکی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تم بھی اس سے مل لو، جان لو، خود کو تیار کرلو زارون، میں جلد ہی اس کے گھر والوں سے بات کرکے اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہوں،

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پھر مجھے راحم اور نگین کا بھی سوچنا ہے۔'' اب ان کی آواز میں غصے میں قدرے سخت ہوگئی تھی، وہ ماں تھیں آخر کب تک بیٹے کو اس حال میں دیکھ کر خاموش رہتیں، پیار محبت سے بہت سمجھا لیا، اب انہیں بھی غصہ آگیا تھا، وہ ماں تھیں حق رکھتیں تھیں، زور زبردستی بھی کرسکتیں تھیں، وہ چاہتی تھیں کہ پہلے زارون کو اپنے گھر کا کردیں اس کی لائف سیٹ ہو جائے پھر راحم کے بارے میں سوچیں مگر زارون تو ابھی بھی پروں پہ پانی ہی نہیں پڑنے دے رہا تھا۔

''امی پلیز آپ راحم کی شادی کردیں، مجھے شادی نہیں کرنی ہے، مجھے بس اپنی فرم سیٹ کرنی ہے، کام پہ توجہ دینا ہے، میں اپنے دل کو شادی جیسے نئے رشتے کے لئے آمادہ نہیں پاتا ہوں، بلکہ کسی بھی نئے رشتے کے لئے، میں دل میں کسی اور کی محبت رکھ کر شادی کسی اور سے کیسے کرسکتا ہوں، نہیں امی پلیز مجھے مجبور مت کریں۔'' زارون نے اس بار نرم لہجے میں ماں کو دل کی بات سمجھائی تھی، وہ اگر اپنی جگہ درست تھیں تو غلط وہ بھی خود کو نہیں سمجھتا تھا۔

''زونی، میرب بہت پیاری لڑکی ہے، تم ایک بار اس کے بارے میں سوچو تو سہی۔''

''میرب.....؟'' اس نے دھیمے سے زیر لب وہ نام دوہرایا تھا، اس کی نگاہوں کے سامنے وہ شہد رنگ بالوں اور صبیح پیشانی والی لڑکی چھم سے آکھڑی ہوئی تھی، جس کے لبوں پہ ہمہ وقت شرارتی مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی، کہ جس کا وجود، جس کی باتیں ہمیشہ اسے کسی اور کی یاد دلاتی تھیں۔

''ہاں میرب..... مجھے وہ بچی بہت پیاری لگتی ہے، پرخلوص، ہنسنے مسکرانے والی، اچھی شکل بھی فیملی سے ہے، مجھے پہلی ہی نظر میں وہ تمہارے لئے بے حد اچھی لگی تھی، میری جان تم کہو تو میں بات کروں۔'' امی کی نگاہوں سے میرب کے نام پہ اس کا چونکنا چھپا نہیں رہا تھا، مگر وہ یہ نہیں جان پائی تھیں کہ وہ اس کے بارے میں کس طرح سوچتا ہے۔

''نہیں امی، وہ بہت امیچور سی لڑکی ہے، مجھ سے زیادہ راحم کے ساتھ سوٹ کرے گی، آپ چاہیں تو راحم کے لئے بات کرلیں، میری شادی کو آپ رہنے دیں۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں سلگتی دبی محبت کی چنگاری کو ہوا نہیں دینا چاہتا تھا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو شاید وہ بھی جل کر بھسم ہو جاتا، بچ نہیں پاتا، وہ ڈر سا گیا تھا، وہ اپنی زندگی میں، اپنی یادوں میں خوش تھا، وہ اب کسی اور محبت کسی اور رشتے کو کھونے سے ڈرتا تھا، اسی لئے اس نے اپنی زندگی میں اس باب کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا تھا، مگر وہ بھول گیا تھا کہ محبت کسی آکاس بیل کی مانند ہوتی ہے اپنی طرف کھینچ ہی لیتی ہے، امی اس کا انداز اور دوٹوک جواب سن کر مایوس لوٹ آئیں تھیں۔

☆☆☆

''السلام علیکم خواتین! کیا حال ہیں آپ دونوں کے۔''

اتوار کا دن تھا اور دن کے تقریباً بارہ بج رہے تھے جب وہ نیند سے اٹھ کر سیدھی کچن میں چلی آئی تھی، دھلا دھلایا صاف ستھرا چہرہ بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بنا رکھا تھا، غلافی آنکھیں نیند کے خمار سے ابھی بھی بھری ہوئی تھیں۔

''وعلیکم السلام!'' جواب صالحہ مامی کی بطوف سے خوشدلی سے آیا تھا، جبکہ امی نے خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کوئی وقت ہے جاگنے کا، اتوار کا مطلب

waqarazeem.pakistanipoint.com

یہ ہے کہ تم دن چڑھے تک سوتی رہو۔''

''امی پلیز یار پہلے ناشتہ دے دیں، پھر ڈانٹ لیجئے گا، بنا ناشتے کے مجھ سے ڈانٹ ہضم نہیں ہوتی ہے۔'' اس نے بے چارگی سے کہتے ہوئے کچن چیئر کھینچی اور وہیں بیٹھ گئی تھی۔

''ارے چھوڑو نہ آمنہ، کیوں صبح صبح بچی کو ڈانٹ رہی ہو، نگین اور راحم بھی ابھی ہی اٹھے ہیں اور زونی کو دیکھو ابھی بھی سو رہا ہے، ایک اتوار کا دن ہی تو ہوتا ہے بچوں کے آرام کا، پورا ہفتہ تو بے چارے مصروف ہی رہتے ہیں، پھر یہی تو دن ہیں ان کے انجوائے کرنے کے، کرنے دو اتنا مت ڈانٹا کرو۔''

صالحہ مامی نے ہمیشہ کی طرح بچوں کی طرف داری کی تھی، وہ اکثر بچوں کو بہت اسپیس دیتی تھیں، ہاں مگر سختی بھی اتنی ہی کرتیں تھیں، بے جا لاڈ پیار کی وہ بھی قائل نہیں تھیں، مگر بلاوجہ ڈانٹا بھی نہیں کرتی تھیں۔

''تھینک یو مامی، یو آر دا بیسٹ مامی ان دے ورلڈ۔'' زاریہ فوراً ہی اٹھ کر پیچھے سے مامی سے لپٹ گئی تھی اور ان کے گال پر پیار کرلیا تھا، انہوں نے بھی ہنستے ہوئے ایسے پیار کیا تھا، وہ انہیں اپنی بیٹی کی طرح ہی عزیز تھی۔

''بھابھی آپ لوگوں کے لاڈ پیار نے ہی اسے لگاڑا ہے، کوئی بات نہیں سنتی ہے، میرا کیا ہے آپ کو ہی پریشانی ہوگی، یہ بہو بن کر تو آپ کے پاس ہی آئے گی نا۔'' زاریہ اور ان کا لاڈ دیکھ کر انہوں نے لاپروائی سے کہا تھا اور دل ہی دل میں کسی کی نظر نہ لگ جانے کی دعا بھی کی تھی، وہ اگر ڈانٹتی بھی تھیں اسے تو صرف اس لئے کہ کل کو خدانخواستہ اسے کوئی پریشانی نہ ہو، وہ چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی کو بھی کوئی پریشانی نہ ہو، دکھ نہ ملے، ان کی ڈانٹ ڈپٹ بھی دراصل ان کے پیار کا ہی حصہ تھی۔

''اچھا چلو اب یہ مسکہ لگانا بند کرو، یہ ٹرے اٹھاؤ اور باہر لے جاؤ، ہاں سب کو ناشتے کے لئے بلاؤ۔'' آمنہ نے اسے ٹرے پکڑاتے ہوئے کہا تھا، جس میں گرم گرم آلو کے پراٹھے تھے، سب بچوں کو بہت پسند تھے، سو انہوں نے آج اتوار کے دن یہی بنا لئے تھے۔

''واؤ آلو کے پراٹھے، تھینکس ماما، ابھی بلاتی ہوں سب کو۔'' اس نے آگے بڑھ کر آمنہ کا گال بھی چوم لیا تھا، وہ ہنس پڑیں تھیں، وہ ایسی ہی بھی بچوں کی سی معصوم اور سادہ۔

''یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی۔'' وہ ہنس کر اپنا کام کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

''زاریہ آپی جلدی آئیں، باہر اتنے مزے کی بارش ہو رہی ہے۔'' وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی پڑھ رہی تھی، تبھی نگین بھاگتی ہوئی آئی تھی، وہ بھی بارش کی دیوانی، کتابیں سمیٹ کر رکھیں اور نگین کے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی، وہ کمرے سے باہر آئی تو پورے گھر میں بارش کی سوندھی خوشبو کے ساتھ ساتھ پکوڑوں کی خوشبو بھی پھیلی ہوئی تھی، مطلب کہ بارش کافی دیر سے ہو رہی تھی، جو پکوڑوں کا اہتمام بھی ہو چکا تھا، ماموں گھر پہ ہی تھے اور یہ پکوڑے ان کی فرمائش پہ ہی بن رہے تھے۔

زاریہ کے فائنل ایگزام ہونے والے تھے، اس لئے وہ دنیا جہان سے بے خبر ہو کر اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی، ورنہ وہ تو ان لوگوں میں تھی کہ بارش کی بوند بعد میں پڑتی تھی اور وہ شور پہلے مچا دیتی تھی، اس وقت بھی وہ نگین اور راحم کے ساتھ پچھلے صحن میں آ گئی تھی، جہاں کونے میں لگے نیم کے پیڑ میں بندھے جھولے

www.pakistanipoint.com

میں نگین بیٹھی لمبی لمبی پینگیں لے رہی تھی اور راحم پاس کھڑا اسے اترنے کو کہہ رہا تھا، حالانکہ وہ لڑکا تھا مگر اسے جھولا جھولنے میں بہت مزہ آتا تھا، شاید یہ زاریہ اور نگین کے ساتھ زیادہ رہنے کی وجہ سے تھا، وہ وہیں برآمدے کے ستون کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی، ستون سے لپٹی بوگن ویلیا کی بیل ہوا سے لہرا رہی تھی، کتنے ہی پھول زاریہ کے اوپر اور اس کے قدموں میں آن گرے تھے۔

جیسے اس کا استقبال کر رہے ہوں، بارش اتنی تیز تھی کہ اس کی بوچھاڑ برآمدے تک آ رہی تھی اور برآمدے کی سیڑھیاں اور فرش کا کافی حصہ بھیگ گیا تھا، زاریہ نے آنکھیں بند کر کے لمبا سانس کھینچا تھا، بارش کے سنگ آتی مٹی کی سوندھی مہک نے جیسے اس کے روم روم میں سرشاری سی بھر دی تھی، بارش کی بوچھاڑ اب اسے بھگونے لگی تھی، اس کا دوپٹہ ہوا کے زور سے لہرا رہا تھا، بوگن ویلیا کے پھول ہوا کے زور سے اس پہ برس رہے تھے اور اس دل نشین منظر کو کسی کی آنکھوں نے اپنی پلکوں سے اتار کر دل میں قید کر لیا تھا، وہ ہر چیز سے انجان بارش کی دیوانی آنکھیں موندے بارش کو محسوس کر رہی تھی، تبھی راحم آیا تھا اور اسے بازو سے پکڑ کر نیچے صحن میں لے گیا تھا، نگین بھی جھولے سے اتر آئی تھی، اب وہ تینوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بارش میں بھیگ رہے تھے، ہنس رہے تھے، خوشی سے کھلکھلا رہے تھے۔

''راحم، تم کیا لڑکیوں کے ساتھ بارش میں بھیگ رہے ہو پاگل، اندر آؤ اور زاریہ اور نگین تم دونوں بھی اندر آؤ فوراً، اتنا مت بھیگو بیمار پڑ جاؤ گی۔'' تبھی صالحہ مامی فکرمندی سے ان تینوں کو بلانے چلی آئیں تھیں، مگر وہ تینوں ان سنی کرتے اسی طرح مصروف رہے تھے، البتہ راحم کچھ دیر بعد اندر چلا گیا تھا، اب وہاں صرف نگین اور زاریہ تھیں، بارش اب بھی برس رہی تھی، تبھی زارون اپنے کمرے سے نکل کر اس برستی بارش میں بھیگتی قوس و قزح سی لڑکی کے پاس چلا آیا تھا۔

''آؤ نا زونی تم بھی، دیکھو تو کتنی اچھی بارش ہو رہی ہے۔'' اس نے برآمدے میں ستون سے ٹیک لگائے کھڑے زارون کو آواز دی تھی۔

''جی نہیں شکریہ میں یہیں ٹھیک ہوں اور تم دونوں بھی اندر آؤ، بیمار پڑ گئیں تو سارا گھر سر پہ اٹھا لو گی۔'' اس نے فوراً ہی منع کرتے ہوئے انہیں بھی اندر آنے کو کہا تھا، جیسے ان دونوں نے ہوا میں اڑا دیا تھا۔

''جب بیمار ہوں گے، تب دیکھی جائے گی، ابھی تو بارش کو انجوائے کرنے دو۔'' زاریہ نے بارش کے شور میں قدرے بلند آواز میں کہا تھا، زارون نے جواباً لاپروائی سے کندھے اچکا دیئے تھے، پر وہ اب بھی فکرمندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

کہ بارش اب قدرے تیز ہو چکی تھی، تبھی نگین امی کی آواز پہ دوڑتی ہوئی جھولے سے اتر کر اندر گئی تو زاریہ بھی بھیگے فرش پہ سنبھل سنبھل کر چلتی ہوئی سیڑھیوں کے پاس چلی آئی تھی، سیڑھیاں چونکہ کافی زیادہ بھیگی تھیں اس لئے اس نے زونی کے لئے ہاتھ بڑھا دیا تھا، زارون نے فوراً ہی اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے سہارا دیا تاکہ وہ آرام سے اوپر چڑھ سکے کیونکہ وہ ننگے پاؤں تھی مگر زاریہ نے ان کا ہاتھ، ہاتھ میں آتے ہی پوری طاقت سے اسے نیچے کی طرف کھینچا تھا، وہ جو بے ترتیب سا اسے سہارا دینے کو کھڑا تھا، خود کو سنبھال نہ سکا اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا، بارش کی تیز بوچھاڑ نے لمحہ بھر میں ہی زارون کو بھگو دیا تھا،

www.pakistanipoint.com

اسے کبھی بھی بارش میں بھیگنا پسند نہیں تھا۔

''زاریہ!'' اس نے خفگی سے زاریہ کو دیکھا تھا، ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں دبا تھا، جواباً وہ ہنس دی تھی، اور پھر کتنی ہی دیر کھلکھلا کر ہنستی رہی تھی، بارش کی جل تھل میں اس کی مدھر خوبصورت ہنسی نے زارون سمیت پورے ماحول کو اپنے حصار میں لے لیا تھا، وہ کتنے ہی لمحے بے خود سا ہو کر اسے دیکھتا رہا تھا، خفگی کہیں دور جا کھڑی ہوئی تھی، اس بات سے قطعی بے خبر کہ وہ مکمل بھیگ چکا ہے، حالانکہ وہ ہمیشہ بارش میں بھیگنے سے چڑتا تھا، پر اس وقت اسے کوئی احساس ہی نہیں تھا۔

''تمہیں پتہ ہے زونی، یہ بارش مجھ سے باتیں کرتی ہے، اس کی یہ جل تھل مجھے گیت سناتی ہے، میرے کانوں میں نغمے گنگناتی ہے، اس کی بوندیں میرے ساتھ رقص کرتی ہیں، جھومتی ہیں۔'' وہ اب اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر آہستہ آہستہ چہرہ اوپر آسمان کی طرف کیے گول گول گھوم رہی تھی، بارش کی کتنی ہی بوندیں اس کے چہرے پہ آن ٹھہریں تھیں، بالکل ویسے ہی جیسے صبح صادق میں کسی نازک پنکھڑی پہ اوس کے قطرے، زارون کے لئے اس لمحے پوری دنیا گویا اس ایک چہرے میں سمٹ آئی تھی۔

''کہاں کھو گئے۔'' زاریہ نے اسے یوں گم صم دیکھ کر رک کر اس کی نگاہوں کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔

''تم تو پیدائشی پاگل ہو، بھلا بارش بھی کبھی کسی سے باتیں کرتی ہے کیا؟ نغمے سناتی ہے کیا، بارش صرف گندگی پھیلاتی ہے، کیچڑ، بجلی کی قلت، حشرات اور تمہیں بارش نغمے سناتی ہے، ہاہاہا، ویری فنی زاریہ شیرازی۔''

وہ اب ہمیشہ کی طرح اسے چڑا رہا تھا، کیونکہ وہ بارش سے جتنا چڑتا تھا، وہ اتنی ہی دیوانی تھی، زارون کو ہر پاکستانی کی طرح صرف بارش کے نقصانات ہی نظر آتے تھے، مگر بارش کی خوبصورتی نہیں اور سچ بھی یہی ہے کہ ہمارے ملک میں وسائل کی کمی کے باعث بارش کی اصل خوبصورتی ماند پڑ گئی ہے۔

''تم تو ہو ہی ہمیشہ سے سڑیل سے انجینئر، تمہیں تو یہی ڈر رہے گا نا کہ میں نے جو سڑک بنائی ہے کہیں وہ بارش میں بہہ نہ جائے، تم کیا جانو بارش کی خوبصورتی کے احساس کو۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تو وہ پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی تھی، وہ حسب معمول اس سے خفا ہو چکی تھی۔

''زاریہ...... یار سنو تو...... اچھا ناراض تو مت ہو۔'' اب وہ سڑیل سا انجینئر بے چین ہو کر اسے پکارتا ہوا پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

☆☆☆

''ایک شرط پہ مانوں گی۔'' اس نے کل سے زارون کے چہرے پہ پھیلی بے چینی بھانپ کر کہا تھا، یہ بہترین موقع تھا، وہ زارون سے اپنی ہر بات منوا سکتی تھی، وہ اسے ناراض نہیں دیکھ سکتا تھا اور یہ بات زاریہ اچھی طرح جانتی تھی، بس اسی لئے ہر بار اس بات کا فائدہ بھی اٹھاتی تھی۔

''کیا شرط۔'' وہ حسب توقع فوراً ہی بولا تھا۔

''تمہیں یاد ہے کل میرا برتھ ڈے ہے۔'' زاریہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا اگر جو امی قریب ہوتیں تو ڈانٹ لازمی تھی۔

''یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے بھلا، آف کورس یاد ہے یار، اب جلدی بتاؤ، مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' زارون نے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ نگاہ ڈال کر کہا تھا۔

''زونی وہ......'' وہ لمحہ بھر کو رک سی گئی تھی۔

زارون نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا، ایسا کیا تھا کہ جس کے لئے زاریہ کو تمہید باندھنی پڑ رہی تھی اور وہ بھی زارون کے سامنے۔

''بولو نا زاریہ، سب ٹھیک ہے نا۔'' زارون نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

''ہاں سب ٹھیک ہے۔'' زاریہ نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''زونی، وہ کیا ہم کل کہیں باہر ڈنر پہ جا سکتے ہیں، مطلب میں اور تم، وہ..... دراصل نا..... میری سب فرینڈز اپنے فیانسی کے ساتھ ڈنر اور لنچ پہ جاتیں ہیں، بس ایک میں ہی کبھی نہیں گئی، وہ سب اتنے قصے سناتی ہیں اور میرے پاس تو کوئی بھی بات نہیں ہوتی ہے سنانے کو، حالانکہ میری منگنی ان سب میں پرانی ہے۔'' وہ روہانسی سی شکل بنائے تیز تیز بولتی اس لمحے زارون کے لبوں پہ مسکراہٹ کو لے آئی تھی، وہ ٹھوڑی پہ بند مٹھی جمائے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''پلیز۔'' اس نے امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

وہ دونوں بھی کبھی بھی اس طرح سے باہر نہیں گئے تھے، کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی، اور پھر آمنہ پھپھو بھی اس بات کو پسند نہیں کرتیں تھیں۔

''بس اتنی سی بات تھی۔'' زارون کے پوچھنے پہ زاریہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''ٹھیک ہے چلے جائیں گے، میں خود ہی پھپھو سے اور بابا سے بات کرلوں گا۔'' وہ کہتے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا، اسے یونی سے دیر ہو رہی تھی۔

''تھینک یو زونی۔'' وہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی، ملیح چہرے پہ بے ساختہ ہی خوشی درآئی تھی۔

''بالکل سچ، اب یہ سڑیل سا انجینئر اپنی جنگلی بلی کی اتنی سی فرمائش تو پوری کر ہی سکتا ہے، آخر کو دوستوں میں ناک جو اونچی کرنی ہے۔'' زارون نے مسکرا کر کہتے ہوئے ہولے سے اس کی ناک کھینچی تھی، وہ کھل کر ہنس دی تھی، اور یہی ہنسی وہ کل سے دیکھنا چاہ رہا تھا۔

''تھینک یو، ویسے تم اتنے بھی سڑیل نہیں ہو زارون حیدر۔'' پیچھے سے زاریہ کی خوشی سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی تو وہ مطمئن سا ہو کر باہر نکل آیا تھا۔

☆☆☆

آج زاریہ کا برتھ ڈے تھا اور زارون اس کی فرمائش پہ اسے باہر ڈنر کے لئے لے کر جا رہا تھا، اس نے بات کی تھی، اجازت مانگی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے اجازت دے دی تھی اور ساتھ ہی آمنہ پھپھو سے بات کرنے کی ذمہ داری بھی لے لی تھی، زاریہ نے پہلی بار کوئی ایسی فرمائش کی تھی اور زارون اس کی کبھی کوئی معمولی خواہش نہیں ٹالتا تھا تو یہ بات کیسے رد کرتا، اس شام صالحہ مامی نے اس کے لئے کیک بیک کیا تھا، اس نے سب کے ساتھ مل کر وہ کاٹا تھا، پھر اسے سب کی طرف سے ڈھیروں ساری دعاؤں کے ساتھ ساتھ اچھے اچھے گفٹس بھی ملے تھے، پھر وہ تیار ہونے اپنے روم میں آ گئی تھی کیونکہ اسے زارون کے ساتھ ڈنر پہ جانا تھا اور ایسا موقع پہلی بار آیا تھا کہ وہ دونوں اس طرح سے اکیلے ڈنر کے لئے جا رہے تھے، فیملی کے ساتھ تو سب مل کر اکثر ہی جاتے رہتے تھے، اس لئے زاریہ تھوڑی نروس بھی تھی، اس نے اس ڈنر کے لئے سفید لباس کا انتخاب کیا تھا، سفید چوڑی دار پاجامہ، سفید گیرو والا انگرکھا، جس پہ گلی ڈوری میں

www.pakistanipoint.com

ستہ رنگے موتی چمک رہے تھے اور کہیں کہیں ایک آدھ گھنگھرو بھی لٹک رہا تھا، جو اس کی ایک جنبش پہ کھٹک کر شور مچاتا تھا، آستین فل تھیں سو کلائیوں میں کچھ نہیں پہنا تھا، سیدھے ہاتھ کی تیسری انگلی میں منگنی کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی، یہ اس نے آج صبح ہی نکال کر پہنی تھی۔

ورنہ ہر وقت پہنے نہیں رکھتی تھی، سفید لباس پہ اس نے سرخ دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا جس کے چاروں طرف انگرکھے کی ڈوری سے ملتی ستہ رنگی بیل لگی تھی، بال فرنچ ناٹ میں بندھے تھے، کانوں میں بڑی بڑی ستہ رنگی موتیوں سے سجی بالیاں تھیں، آنکھوں کو نمایاں کرتی آئی لائنر کی باریک لائن اور ہونٹوں پہ پنک لپ اسٹک لگائے اس نے آئینے میں اپنا فائنل جائزہ لیا تھا، مطمئن ہو کر خود کو پرفیوم کی خوشبو میں قید کر کے وہ اپنا پاؤچ اور چادر اٹھائے کمرے سے باہر چلی آئی تھی، جہاں لاؤنج میں امی، ماموں اور مامی تینوں ہی موجود تھے، زارون باہر گاڑی میں اس کا ویٹ کر رہا تھا۔

''ماشاء اللہ میری بیٹی تو بہت پیاری لگ رہی ہے۔'' مامی نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پہ دم کیا اور پیشانی چوم کر اسے دعا دی تھی۔

''زاریہ بیٹے تم دونوں دھیان سے جانا اور جلدی آجانا۔'' امی اس کے ساتھ دروازے تک چلی آئیں تھیں، جانے ان کا دل کیوں اتنا پریشان ہو رہا تھا، حالانکہ وہ کہیں دور تو نہیں جا رہی تھی، پر وہ جوان بیٹی کی ماں تھیں، دل میں ہزار وسوسے آتے تھے۔

''امی آپ بالکل فکر نہ کریں، ہم جلدی آجائیں گے۔'' زاریہ نے شال کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی، وہ اس وقت تک وہیں کھڑی رہیں تھیں، جب تک گاڑی گیٹ سے باہر نہیں نکل گئی تھی، پھر وہ بھی گیٹ بند کر کے اندر چلی آئیں تھیں۔

''ارے آمنہ اتنا پریشان نہ ہو، جلدی آجائیں گے، پھر وہ کون سا کہیں دور گئے ہیں، ڈنر کر کے آجائیں گے، میں نے زارون کو تاکید کی تھی کہ وہ لوگ جلدی آجائیں۔'' ابراہیم ماموں نے بہن کا پریشان چہرہ دیکھ کر کہا تھا۔

''تمہارے بھائی صحیح کہہ رہے ہیں آمنہ، آج کل کے بچے تو پتہ نہیں کہاں کہاں گھومتے پھرتے ہیں اور وہ بھی والدین کو بنا بتائے، ہمارے بچے تو بے چارے پھر بھی سادہ سے ہیں، پہلی بار تو اس طرح سے کہیں گئے ہیں، انجوائے کرنے دو، یہی تو عمر ہے ان کے گھومنے پھرنے کی، پھر ذمہ داریوں میں الجھ کر کہاں فرصت ملتی ہے۔'' صالحہ نے انہیں سمجھایا، وہ بچوں پہ بے جا سختی کی کبھی بھی قائل نہیں تھیں، اب ایسا بھی نہیں تھا کہ انہوں نے بے جا کھلی چھٹی دے رکھی تھی مگر وہ ایک حد میں رہ کر بچوں کی آزادی کی قائل تھیں اور یہی بات وہ اکثر ان کو بھی سمجھاتی رہتی تھی کہ زاریہ سے اتنی ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں، اس طرح سے بچوں کے دل میں والدین کی طرف سے بدگمانی آجاتی ہے۔

''جی آپ ٹھیک کہہ رہیں ہیں بھابھی، مگر پتہ نہیں کیوں مرا دل اتنا گھبرا رہا ہے، حالانکہ بچے تو ویسے بھی گھومنے پھرنے جاتے رہتے ہیں، پر آج پتہ نہیں کیا ہے۔''

وہ سچ میں اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہیں تھیں، دل کو جیسے پتنگے سے لگے تھے۔

''اچھا چلو اب زیادہ پریشان نہ ہو، آؤ کھانا لگاتے ہیں، کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔'' صالحہ مامی نے ان کا دھیان بٹانے کو کہا تو وہ بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں، مگر ابھی بھی ان کے چہرے

www.pakistanipoint.com

پہ چھائی پریشانی ان دونوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

زارون نے پہلے زاریہ کو اس کی پسند کا گفٹ دلایا تھا، پھر وہ دونوں ڈنر کے لئے نکلے تھے، گاڑی میں میوزک دھیمی آواز میں بج رہا تھا، وہ دونوں ڈسکس کر رہے تھے کہ ڈنر کہاں کیا جائے، تبھی سامنے ڈیش بورڈ پہ رکھا زارون کا موبائل بجا تھا، زارون نے فون اٹھا کر دیکھا تو اس کے دوست حماد کی کال تھی اور یہ حماد کی تیسری کال تھی، پتہ نہیں اس کو کیا ایمرجنسی تھی کہ وہ مستقل فون کیے جا رہا تھا، زارون نے یہی سوچ کر گاڑی سائیڈ میں روک کر کال پک کی تھی، دوسری طرف حماد کو اس سے کوئی ضروری بات کرنا تھا، پھر بھی زارون نے جلدی جلدی بات سمیٹ کر فون رکھا تھا اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی تھی، ابھی گاڑی پوری طرح سے چلی بھی نہیں تھی کہ اسے دونوں طرف سے دو موٹر سائیکل سواروں نے گھیر لیا تھا، سردیوں کے دن تھے، گو کہ مارچ کا مہینہ تھا مگر پھر بھی شام کے اس پہر روڈ پہ اتنا رش نہیں تھا، ویسے بھی یہ روڈ ایسے واقعات کے لئے کافی مشہور تھی، اس لئے زارون یہاں گڑی روکنا نہیں چاہ رہا تھا اور اب وہ اپنی غلطی پہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے گاڑی کیوں روکی، دونوں اطراف سے ان موٹر سائیکل سواروں نے کچھ اس طرح سے اس کا گھیراؤ کیا کہ اسے گاڑی روکنا پڑی تھی، وہ چار لڑکے تھے، جنہوں نے اپنے چہرے نقاب سے چھپا رکھے تھے، دو کے ہاتھوں میں پستول تھے اور ایک کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چھوٹا سا چاقو تھا۔

''شیشہ کھولو..... جلدی کرو۔'' ایک نقاب پوش نے گاڑی کا شیشہ بجا کر کہا تھا، زارون نے بنا کسی پیش وپس کے شیشہ نیچے کر دیا تھا، دوسرا لڑکا زاریہ کی سائیڈ سے کھڑا تھا اور وہ بھی اسے شیشہ کھولنے کا کہہ رہا تھا، زاریہ بجائے شیشہ کھولنے کے ڈر کے مارے زارون کے بازو سے آ لگی تھی، زارون نے ایک ہاتھ بڑھا کر شیشہ کھولا تھا اور دوسرا ہاتھ زاریہ کے گرد پھیلا کر اسے خود سے لگا لیا تھا۔

''جو کچھ ہے جلدی نکالو، آواز مت نکالنا کوئی بھی۔'' اس لڑکے نے پستول زارون کی کنپٹی پہ رکھی اور دوسرا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا لیا تھا، زارون نے خاموشی سے اپنے موبائل والٹ اور گھڑی اتار کر دے دی تھی۔

''اپنا پرس دو لڑکی۔'' اب کہ اس لڑکے نے زاریہ کو مخاطب کیا تھا، زارون نے ڈیش بورڈ پہ رکھا زاریہ کا پرس اٹھا کر اسے دے دیا تھا، وہ ہنوز اس کے کندھے سے لگی کانپ رہی تھی۔

''اور جیولری بھی..... جیولری بھی دو..... جلدی کرو۔'' اب اس لڑکے کی نظریں زاریہ کی چمکتی انگوٹھی پہ تھیں۔

''اس کے پاس جیولری نہیں ہے، جو کچھ تھا، تم لوگوں کو دے دیا ہے اب ہمیں جانے دو۔'' زارون نے نرم لہجے میں ان سے کہا تھا، مبادا غصے سے بات بگڑ جائے اور ان کے ہاتھوں میں یوں بھی اسلحہ تھا۔

''ابے سالے جھوٹ بولتا ہے، تو اتر گاڑی سے، ابھی میں اس کی جیولری اتر واتا ہوں۔'' اس لڑکے نے کھلے شیشے میں ہاتھ ڈال کر لاک کھولا اور بازو سے پکڑ کر زبردستی زارون کو گاڑی سے اتار لیا تھا، پیچھے کھڑے دونوں لڑکوں نے زارون کو بازوؤں سے پکڑ کر قابو کر لیا تھا۔

''دیکھو میں کہہ رہا ہوں، اسے ہاتھ مت لگانا، جو کچھ تھا تمہیں دے دیا ہے، اسے ہاتھ لگایا تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ بے قابو ہو کر زور سے چلایا

www.pakistanipoint.com

تھا اور خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی، غصے اور بے بسی کے مارے اس کی بری حالت تھی۔

''ہاں لگاؤں ہاتھ..... بول کیا کرے گا تو..... دیکھ ہم چار ہیں اور تو ایک، اگر ابھی تیرے سامنے.....'' اس لڑکے نے گندی بات کہہ کر قہقہہ لگایا تھا، زارون کا سارا خون اس لمحے اس کے چہرے پہ سمٹ آیا تھا، آنکھوں سے سرخی چھلکنے لگی تھی۔

''دیکھو میں کہہ رہا ہوں، اسے ہاتھ مت لگانا، ورنہ۔'' اس نے دونوں لڑکوں کو گرفت سے خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی اور وہ کامیاب بھی رہا تھا، زارون خود کو چھڑاتے ہی زاریہ پہ جھکے کھڑے لڑکے پہ پل پڑا تھا، جو زاریہ کے گلے سے چین اتروانے کی کوشش کر رہا تھا، زارون نے اس لڑکے کو گھسیٹ کر زاریہ سے دور کیا تھا اور اس پہ مکوں اور لاتوں کی بارش کر دی تھی، وہ دونوں لڑکے جو کچھ دیر پہلے زارون کو پکڑے کھڑے تھے، اب اس سے اپنے ساتھی کو چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے، زارون کو ان سے لڑتا دیکھ کر زاریہ گھبرا کر گاڑی سے اتر آئی تھی، تبھی زاریہ کی سائیڈ سے کھڑا لڑکا بھاگ کر آیا تھا اور اس نے زاریہ کو پکڑ کر اس کے سر پہ پستول تان لی تھی۔

''چھوڑ دو میرے ساتھی کو ورنہ ابھی چھ کی چھ گولیاں تمہاری محبوبہ کے سر میں اتار دوں گا۔'' اپنے پیچھے سے آتی آواز سن کر زارون کے ہاتھ وہیں تھم گئے تھے، اس نے بے ساختہ ہی پلٹ کر دیکھا تھا تو وہ لڑکا زاریہ کو بازو سے تھامے اس کے سر پہ پستول تانے کھڑا تھا، زاریہ کی شال اس کے قدموں میں گر چکی تھی اور دوپٹہ سائیڈ پہ جھول رہا تھا، اس کی آنکھوں میں اس لمحے بے تحاشہ خوف تھا اور چہرہ زرد ہو چکا تھا، وہ اس وقت کسی خوف زدہ ہرنی کی مانند اس کی طرف دیکھ رہی تھی کہ زارون اسے بچائے گا، اسے یقین تھا، پورا بھروسہ تھا۔

''زارون!'' وہ ابھی فقط دو قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اس نے زاریہ کی کانپتی لرزتی آواز میں چیخ سنی تھی، اسے سمجھ نہیں آتا تھا کیونکہ جو لڑکا زاریہ پہ پستول تانے کھڑا تھا اس نے تو گولی چلائی نہیں تھی تو زاریہ چیخی کیوں تھی۔

''زارون..... پیچھے دیکھو۔'' زاریہ کی آواز اس لمحے مارے ڈر کے پھٹ سی گئی تھی، زارون آنکھوں میں حیرانگی بے ساختہ پیچھے کو پلٹا تھا، وہ لڑکا جس سے کچھ دیر پہلے زارون لڑ رہا تھا، وہ پیچھے سے اس پہ پستول تانے کھڑا تھا اور زارون جیسے ہی پلٹا تھا اس نے ٹریگر دبا دیا تھا، ایک شعلہ سا چمکا تھا، لیکن شکر تھا کہ زارون کے حواس نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا تھا، وہ بے ساختہ ہی نیچے جھکائی دے گیا تھا، مگر اس چمکتے ننھے شعلے نے اپنا کام کر دیا تھا، فضا میں ایک نسوانی چیخ گونجی تھی اور زارون کے حواس خطا کر گئی تھی، زارون کی طرف آنے والی گولی زاریہ کے سینے میں عین دل کے مقام پہ پیوست ہو چکی تھی، اس کا سفید لباس تیزی سے سرخ ہو رہا تھا، اس کے بے جان ہوتے وجود کو اس لڑکے نے تیزی سے زمین پہ ڈالا تھا اور پھر آن کی آن میں وہ چاروں لڑکے بائیک پہ بیٹھ کر فرار ہو چکے تھے، اپنی جگہ ساکت کھڑے زارون نے اس لمحے اپنی تمام تر توانائیاں جمع کیں تھیں اور روڈ کراس کر کے اس تک پہنچا تھا، جس کا سرخ دوپٹہ اس کے اپنے ہی خون میں میرون سا ہو رہا تھا، اس کے اردگرد خون کا گاڑھے سرخ خون کا تالاب سا بن گیا تھا۔

''زاریہ..... آنکھیں کھولو زاریہ..... زاریہ۔'' زارون گھٹنوں کے بل اس کے پاس

بیٹھا تھا، اس کی سانس چل رہی تھی مگر آنکھیں بند تھیں، وہ زندہ تھی، سانس لے رہی تھی، وہ بے چینی سے اسے پکارنے لگا تھا۔

''زاریہ آنکھیں کھولو نا، دیکھو پلیز، اٹھو نا، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، پلیز اٹھو زاریہ۔'' زارون نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اس کے گال تھپتھپائے تھے، جو اس لمحے سرد سے پڑنے لگے تھے، آس پاس کتنی ہی گاڑیاں گزریں تھیں، مگر کوئی بھی رکا نہیں تھا، مدد کو نہیں آیا تھا، یہ سوچ کر کہ یہاں تو ایسے واقعات زور ہوتے ہیں، کون رک کر اپنا وقت ضائع کر کے اور خطرہ مول لے، مطلب ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ کسی انسانی جان کا خون دیکھ کر بھی ہمارا دل نہیں کانپتا، یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ کسی کے لئے کس قدر قیمتی ہوگا۔

''زاریہ..... زاریہ۔'' زارون کے ہاتھوں پہ اس کا خون لگ چکا تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے اب دھندسی چھانے لگی تھی، یہ کیا ہو گیا تھا، یہ کیا ہو رہا تھا، اس کے اپنے حواس بھی کھونے لگے تھے، اس کے وجود میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اس کو اٹھا کر گاڑی میں ڈال لیتا، کتنے ہی پل یوں ہی گزرے تھے، بالآخر ہمت کر کے وہ اٹھا تھا، اس نے اپنے کوٹ کی آستین سے اپنے آنسو صاف کیے تھے اور اس کے بے جان ہوتے وجود کو اپنی بانہوں میں کسی متاع کی طرح اٹھا لیا تھا، اس کا سرخ دوپٹہ خون میں لت پت بھاری سا ہو کر اس کے پہلو میں لٹک رہا تھا، اس کے کانوں کی ستہ رنگی بالیوں میں سے ایک وہیں روڈ پہ گر گئی تھی، زارون کی سفید شرٹ اس وقت سرخ ہو چکی تھی، اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، اس کا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا، لیکن اسے ہمت کرنی تھی، وہ اپنی زاریہ کو ایسی حالت میں یہاں نہیں چھوڑ سکتا تھا، وہ کسی غیبی مدد کا انتظار نہیں کر سکتا تھا، یہ سب اس کی غلطی تھی نہ وہ اس لڑکے کے منہ لگتا اور نہ یہ سب ہوتا، وہ خود پہ خفا ہوتا گاڑی تک پہنچا تھا، اس نے زاریہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ احتیاط سے لیٹا دیا تھا اور اس کی خون آلود شال اس پہ ڈال دی تھی، اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، اسٹیئرنگ بار بار اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتی تھی، اس کی آنکھوں سے دھندسی ہی نہ تھی، مگر وہ پھر بھی گاڑی چلا رہا تھا، اپنی پرواہ کیے بغیر، کیونکہ اسے زاریہ کو بچانا تھا، اگر زاریہ کو کچھ ہو جاتا تو وہ خود کیسے زندہ رہ پاتا، منٹوں کا سفر اسے جیسے صدیوں کا گھنٹوں کا بن گیا تھا، وہ بس گاڑی چلائے جا رہا تھا، اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ وہ دو ہاسپٹل پیچھے چھوڑ آیا تھا، اسے ہاسپٹل مل ہی نہیں رہا تھا، وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا تھا، جہاں وہ نیم جان سی پڑی تھی اور خون ابھی بھی اسی طرح بہہ رہا تھا اور اب گاڑی میں پچھلی پرفیوم کی خوشبو پہ خون کی باس حاوی ہونے لگی تھی، اس کا دماغ پھٹ رہا تھا، اسے زاریہ کو کسی طرح ہاسپٹل پہنچانا تھا، مگر ہاسپٹل مل ہی نہیں رہا تھا، اس نے آنکھیں صاف کر کے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی، تبھی اسے سامنے ایک بڑی سی ہاسپٹل کی عمارت نظر آئی تھی، وہ تیزی سے گاڑی اندر لے آیا تھا۔

☆☆☆

زاریہ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا تھا، اس کا آپریشن ہو رہا تھا، ڈاکٹرز نے پہلے تو کیس لینے سے منع کر دیا تھا، مگر پھر زارون کی حالت اور زاریہ کے لمحہ بہ لمحے بے جان ہوتے وجود نے ان کے دل میں رحم ڈال دیا تھا، وہ آپریشن کرنے کو تیار ہو گئے تھے، زارون وہیں ایک کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، نگاہیں آپریشن تھیٹر

www.pakistanipoint.com

کے دروازے پہ لگے سرخ بلب پہ تھیں، اس لمحے اس کے وجود، اس کے دل، اس کے لبوں، حتیٰ کہ اس کے روم روم سے یہی دعا نکل رہی تھی کہ کسی طرح زاریہ ٹھیک ہو جائے، اسے کچھ نہ ہو، اس کا زرد چہرہ اور خون میں لت پت وجود نگاہوں سے ہٹتا ہی نہ تھا۔

''یہ سب میری غلطی ہے، مجھے اس کی بات ماننی ہی نہیں چاہیے تھی، سب میرا قصور ہے، نہ وہ کال سننے کو گاڑی روکتا نہ وہ لوگ ہمارے پیچھے آتے اور پھر اس لڑکے سے الجھنا، سب میری غلطی ہے۔'' وہ بے بسی سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

تمام مناظر نگاہوں کے سامنے کسی فلم کی مانند چل رہے تھے، زاریہ کی تکلیف کا سوچ کر ہی اسے کچھ ہو رہا تھا، وہ جو ایک انجکشن لگوانے سے ڈرتی تھی، اس وقت کتنی تکلیف میں آپریشن ٹیبل پہ ہے۔

''یا اللہ..... میں کیا کروں۔'' اس نے بے بسی کے مارے دیوار پہ مکا مارا تھا۔

''آپ اس لڑکی کے ساتھ ہیں جسے گولی لگی ہے۔'' تبھی اسے اپنے پیچھے کسی کی آواز سنائی دی تھی، وہ آنکھوں کو آستین سے صاف کرتا پیچھے کو مڑا تھا۔

''آپ پلیز بیٹھ جائیں، حوصلہ کریں، آپ تو خود بھی زخمی ہیں، آئیں میں آپ کی ڈریسنگ کر دیتی ہوں۔'' اس کے اثبات میں سر ہلانے پہ نرس نے اس کی حالت دیکھ کر کہا تھا۔

واقعی اتنی دیر سے اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ خود کس حالت میں ہے، اس کی دائیں ابرو سے خون کی ایک باریک لکیر نکل کر اس کی گردن تک چلی گئی تھی اور بائیں جبڑے پہ نیل کا واضح نشان تھا، اس کے ہاتھوں پہ خراشیں تھیں اور کپڑے بھی خون آلود تھے۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں، آپ پلیز اندر جا کر اسے دیکھیں۔'' اسے اس لمحے صرف زاریہ کی پروا تھی اور کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔

''اندر آپریشن ہو رہا ہے، انشاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گی، آپ میرے ساتھ آئیے آپ کو بھی ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔'' نرس نے پھر سے اسے سمجھانا چاہا تھا، اسے اس لڑکے سے ہمدردی ہو رہی تھی، وہ کس قدر لٹا پٹا سا کھڑا تھا، جیسے سب گنوا آیا ہو اور کچھ اس کی ڈیوٹی کا بھی تقاضہ تھا۔

''میں نے کہا نا، میں ٹھیک ہوں، مجھے کچھ نہیں کروانا ہے، آپ جا کر زاریہ کو ٹھیک کریں، پلیز، مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔'' غصے اور بے بسی سے اس کے لہجے میں درشتگی در آئی تھی۔

''عجیب آدمی ہیں آپ، ٹھیک ہے کچھ مت کروائیں مگر بیٹھ جائیں، اپنی فیملی میں سے کسی کو بلوائیں، کیونکہ آپ کی اپنی حالت بہت خراب ہے۔'' نرس نے مزید اس سے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا اور مشورہ دے کر وہاں سے چلی گئی تھی، ہوتا ہے اکثر ایسا مریضوں کے ساتھ آنے والے اکثر ہی اسٹریس میں آ کر ایسا بی ہیو کر جاتے ہیں۔

''فیملی..... گھر۔'' تبھی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا، اسے گھر انفارم کرنا چاہیے تھا۔

''وہ سب سے کیا کہے گا، وہ آمنہ پھپھو کا سامنا کیسے کرے گا، وہ ان کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکا تھا اور اس کی سالگرہ والے دن اسے موت کی دہلیز پہ لے آیا تھا۔'' یہ سوچ اس لمحے گویا اس کے وجود سے جان نکال لے گئی تھی، کتنے ہی لمحے وہ سر تھامے بینچ پہ بیٹھا رہا تھا، آپریشن تھیٹر کا سرخ بلب ابھی بھی جل رہا تھا، چند گھنٹوں بعد وہ اپنی تمام تر ہمتیں جمع کر کے سامنے بنے ریشپشن تک آیا تھا، اس کا وجود لرز رہا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

تھا، اس بھرپور توانا مرد کی ٹانگیں اس لمحے کانپ رہی تھیں، اس نے لرزتی انگلیوں سے کاؤنٹر پہ رکھے فون سے گھر کا نمبر ڈائل کیا تھا، ایک بار دو بار تین بار مگر فون مل کر ہی نہیں دے رہا تھا، اس نے تھک کر ریسیور واپس کریڈل پہ رکھ دیا تھا، سارے نمبرز ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے، اسے اپنے گھر کا نمبر یاد نہیں آ رہا تھا، چوتھی بار نمبر ملانے پہ رنگ جانے لگی تھی۔

''ہیلو بابا۔'' دوسری طرف سے آتی ابراہیم حیدر کی آواز سن کر وہ خود پہ لگائے تمام ضبط کے بندھن توڑ بیٹھا تھا۔

☆☆☆

''بھئی آج کھانا سچ میں بہت مزیدار بنا تھا، مزہ آ گیا کھا کر، اللہ تیرا شکر ہے تو نے پیٹ بھر کر کھانا نصیب کیا، شکر الحمدللہ۔'' ابراہیم حیدر نے کھانا ختم کر کے شکر ادا کرتے ہوئے ساتھ ہی تعریف بھی کی تھی۔

''بھئی بیگم اب اچھی سی چائے پلوائیں تاکہ کھانے کا مزہ دوبالا ہو۔'' انہوں نے ٹیبل پر سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''جی ابھی بناتی ہوں۔'' وہ خوشدلی سے کہہ کر ٹیبل سمیٹنے لگی تھیں، تبھی لاؤنج میں رکھے لینڈ لائن فون کی بیل بجی تھی۔

''یا اللہ خیر۔'' جانے کیوں آمنہ کا دل فون کی بیل سن کر لرزا تھا۔

پتہ نہیں کیا بات تھی، ان کا دل بے حد بے چین ہو رہا تھا، جیسے کچھ ہونے والا ہو، کوئی بڑی خبر، ان سے تو ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا تھا، بس بھائی بھابھی کا ساتھ دینے کو بیٹھ گئیں تھیں، راحم اور نگین کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔

''زونی کیا بات ہے بیٹا، کیا ہوا ہے، تم رو کیوں رہے ہو۔'' دوسری طرف سے آتی زارون کی آواز سن کر وہ پریشانی سے بولے تھے، وہ بمشکل بول پا رہا تھا، اس کی آواز لرز رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے بھائی صاحب سب خیر تو ہے نا۔'' آمنہ تیزی سے اٹھ کر ان کے پاس چلی آئیں تھیں، صالحہ بھی پاس آ کھڑی ہوئیں تھیں، انہوں نے دونوں کو اشارے سے چپ رہنے کو کہا تھا۔

''زارون تم کہاں ہو بیٹا، زاریہ کہاں ہے، تم دونوں ٹھیک ہو نا، سب خیریت ہے نا۔''

''بابا کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے، آپ بس جلدی سے آ جائیں، میں بہت اکیلا ہوں، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' زارون کی آواز اس لمحے خوف سے لرز رہی تھی۔

''اچھا تمہارے نزدیک کوئی ہے اسے فون دو۔'' بابا کے کہنے پہ اس نے سامنے کھڑی اسٹاف نرس کو فون تھما دیا تھا، وہ کافی دیر سے وہاں کھڑی زارون کی حالت دیکھ رہی تھی، اس نے ریسیور تھام کر ساری تفصیل ابراہیم صاحب کو بتا دی تھی، جسے سن کر ان کے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی اور ساتھ ہی انہیں جلد یہاں پہنچنے کی تاکید کی تھی۔

''ہم آ رہے ہیں زونی، تم گھبراؤ مت، حوصلہ رکھو میرے بچے، میں بس ابھی آ رہا ہوں۔'' بات ایسی تھی کہ ان کا اپنا دل اس لمحے قابو میں نہیں رہا تھا، مگر اس وقت خود کو سنبھالنا بے حد ضروری تھا، ورنہ باقی سب کو کون سنبھالتا۔

''آمنہ تم میرے ساتھ آؤ اور صالحہ آپ بچوں کے پاس رہیں۔'' انہوں نے بہت حوصلے سے دونوں کو ساری بات بتائی تھی، جسے سن کر آمنہ تو حواس چھوڑ بیٹھیں تھیں اور قریبی صوفے پہ ڈھے گئیں تھیں، تو ان کے دل کی پریشانی بے جا

www.paksociety.com

نہ تھی۔

''آمنہ سنبھالو خود کو، زاریہ کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، اٹھو حوصلہ کرو۔''

جب تک وہ ٹیکسی لے کر آئے، تب تک صالحہ آمنہ کو تسلی دیتی رہیں تھیں، حالانکہ خود بچوں کا سوچ کر ازحد پریشان تھیں، دل اڑ کر زارون کے پاس پہنچنے کو کر رہا تھا، مگر مجبور تھیں کہ اتنی رات گئے راحم اور نگین کو کس کے پاس چھوڑتیں، ابراہیم حیدر آمنہ کو لے کر ہاسپٹل پہنچے تو سامنے ہی لٹا پٹا زارون آپریشن تھیٹر کے باہر دیوار سے ٹیک لگائے مضطرب سا کھڑا تھا، اس کی دائیں ابرو سے خون نکل کر اس کی گردن پہ جا کر سوکھ گیا تھا اور بائیں جبڑے پہ نیل کا نشان اب دور سے ہی واضح نظر آ رہا تھا، اس کی حالت بہت خراب تھی، ابراہیم حیدر کو اسے اس حالت میں دیکھ کر کچھ ہونے لگا تھا، ان کے دل کو تکلیف ہو رہی تھی، اسے یوں دیکھ کر، وہ اکیلا تنہا، کتنا کچھ سہہ آیا تھا اور وہ بھی اس کے لئے جیسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا تھا، اس کو اتنی تکلیف میں دیکھنا کیسا تھا، یہ اس وقت کوئی بھی زارون کی حالت دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا۔

''زونی!'' انہوں نے چند قدم دور سے ہی اسے پکارا تھا۔

''بابا!'' باپ کو سامنے دیکھ کر اس میں جیسے کسی نے نئی روح پھونک دی تھی، وہ بے ساختہ ہی آ کر ان سے لپٹ گیا تھا۔

''بابا..... زاریہ..... وہ بہت تکلیف میں ہے بابا، یہ سب میری غلطی ہے، یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ بے ربط بولتا، ڈرا سہما سا اس وقت ان کے کندھے سے لگا ضبط کے تمام بندھن کھو بیٹھا تھا، وہ اس کی پشت کو سہلاتے ہوئے اسے حوصلہ دے رہا تھا، اسے سنبھال رہے تھے، سمجھا رہے تھے، آمنہ نڈھال سی پاس پڑے بینچ پہ بیٹھیں تھیں، ان کا دل پھٹ رہا تھا، پورا راستہ وہ روتی ہوئی بیٹی کی سلامتی کی دعائیں مانگتی آئیں تھیں، شوہر کو تو وہ بہت کھو چکیں تھیں، مگر اب اکلوتی بیٹی کو کھونے کا حوصلہ نہیں تھا ان میں، وہ تو اس لمحے کو کوس رہیں تھیں، جب انہوں نے اسے زارون کے ساتھ باہر جانے کی اجازت دی تھی، ڈانٹ ڈپٹ کر منع کر دیتیں، وہ روٹھتی پھر مان جاتیں، مگر آج یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا نہ، زارون سے کیا کہتی اس کی اپنی حالت بہت خراب تھی، بس اللہ سے دعا ہی کر سکتیں تھیں، سو کر رہیں تھیں، مگر بعض دعائیں بعض اوقات عرش سے ٹکرا کر واپس بھی آ جاتیں ہیں، شاید وہ بھی ایسا ہی وقت تھا۔

☆☆☆

تین گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر باہر آئے تھے، مگر ان کے چہرے پہ کوئی ایسے خوش کن تاثرات نہیں تھے، زارون کا دل انہیں دیکھ کر بے اختیار دھڑکا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب میری بیٹی کیسی ہے اب۔''

ابراہیم حیدر فوراً ہی ان کے پاس پہنچے تھے۔

''گولی تو ہم نے نکال دی ہے، مگر چونکہ خون بہت بہہ گیا ہے اس لئے مریض کی حالت بہت خراب ہے اور دوسرا یہ کہ گولی جس جگہ لگی ہے اس سے دل کو کافی نقصان پہنچا ہے، جس سے خون کی ترسیل میں کافی رکاوٹ ہو رہی ہے، آپ دعا کریں اگلے چوبیس گھنٹے بہت اہم ہیں۔'' ڈاکٹر نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ پوری بات وضاحت سے انہیں بتا دی تھی تاکہ وہ ہر قسم کی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

صورتحال کے لئے تیار رہیں۔

''یااللہ رحم، میری بچی۔'' آمنہ ڈاکٹر کی بات سن کر بالکل ہی ڈھے گئیں تھیں، ان کی آنکھوں سے سیل رواں تھا، ابراہیم حیدر تھکے تھکے انداز میں ان کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے یہ کیا ہو گیا تھا، ان کے گھر کو ان کے بچوں کو کس کی نظر لگ گئی تھی کہ آن کی آن میں سب بدل کر رہ گیا تھا، زارون پاس ہی بالکل سن سا بیٹھا تھا، اس کے اندر احساس جرم بڑھتا جا رہا تھا، چوبیس گھنٹے چوبیس صدیاں بن کر گزرنے والے تھے اور ساتھ ہی یہ خیال کسی آسیب کی طرح ان کا سایا کیے ہوئے تھا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد کچھ بھی ہو سکتا ہے، ان وقت ان تینوں کے پاس ایک دوسرے کو تسلی دینے کے لئے بھی الفاظ نہیں تھے اور نہ ہی ہمت، گھڑی کی سوئیاں جیسے اس لمحے ایک جگہ رک گئیں تھیں، ان کی دھڑکنوں کی طرح۔

☆☆☆

اگلی صبح زاریہ کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا، ڈاکٹرز کے مطابق وہ ابھی بھی مکمل طور پہ خطرے سے باہر نہیں تھی، اس لئے اسے ابھی بھی انڈر آبزرویشن رکھا گیا تھا، سینے میں گولی جس اینگل سے لگی تھی اس سے دل کے ایک حصے کو کافی نقصان پہنچا تھا اور بلڈ ٹرسیل میں پرابلم ہو رہی تھی، ڈاکٹرز اپنی پوری کوشش کر رہے تھے، صالحہ بھی صبح ہوتے ہی راہم اور نگین کو ساتھ لے کر ہاسپٹل آن پہنچی تھیں اور سامنے بینچ کے کنارے پہ بیٹھے زارون کو دیکھ کر ان کا دل پھٹنے لگا تھا، اس نے کوٹ اتار کر سائیڈ میں رکھا ہوا تھا اور اندر اپنی اسکائی بلیو شرٹ خون آلود تھی، کل جب وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تھا تو کس قدر شاندار لگ رہا تھا، عام روٹین میں وہ کم ہی سوٹ وغیرہ پہنتا تھا، کبھی کبھار بس خاص موقعوں پہ، مگر آج وہ پہلی بار اس طرح کے کسی ڈنر پہ جا رہا تھا، سو تیاری بھی اسی حساب سے تھی، انہوں نے کتنی ہی بار اس کی نظر اتاری تھی اور اس پر پڑھ پڑھ کر پھونکا تھا، وہ ہنستا رہا تھا، اس کے نین نقش ماں سے مشابہہ تھے، خاص کر چاکلیٹی آنکھیں اور کھڑی ناک، رنگ روپ اور قد کاٹھ باپ سے لیا تھا، وہ ایک خوبرو تو جوان تھا، حساس اور محبت بھرا دل رکھنے والا اور ماں کے لئے تو سب اولاد ہی خوبصورت ہوتی ہے، پھر چاہے وہ کسی کی بھی ہو اور اس وقت اس کا لٹا پٹا زخمی دل دیکھ کر ان کا دل پھٹ کر رہ گیا تھا، اس کی ابرو سے بہتا خون کی اب جم کر سیاہی مائل نظر آنے لگا تھا اور جبڑے پہ پڑا نیل اب سیاہ پڑ چکا تھا۔

''زونی میری جان، یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔'' وہ بے ساختہ ہی اس کے قریب جا بیٹھی تھیں، زارون نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا، اجنبی سی نگاہوں سے جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

''امی!'' چند لمحوں بعد اس کے لبوں سے سسکاری سی نکلی تھی، ماں کو سامنے دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں تھیں۔

''امی..... امی..... وہ کل رات۔'' وہ سمجھا وہ بے خبر ہیں، وہ سوکھے گلے سے بے ربط سے بولا تھا، انہیں بتانے کی کوشش کی تھی۔

''میں جانتی ہوں میری جان، تم خود کو سنبھالو، سب ٹھیک ہو جائے گا، کچھ نہیں ہو گا زاریہ کو، میرا یقین کرو، اللہ پہ بھروسہ رکھو میرے بچے۔'' انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسے پرسکون کرنے کی کوشش کی تھی۔

''امی..... وہ زاریہ..... وہ بہت تکلیف میں ہے امی، پلیز آپ دعا کریں، اسے کچھ نہ ہو،

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ورنہ میں ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا، امی پلیز آپ دعا کریں نا۔'' وہ کانپتی انگلی سے آئی سی یو کی طرف اشارہ کرتا کہہ رہا تھا، اس لمحے کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں، انہوں نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا، دکھ، تکلیف، احساس جرم، یہ ان کے بچے کس آزمائش میں پڑ گئے تھے، ان پہ کیا کچھ نہ گزر گیا تھا، یہ سوچ ہی ان کے وجود پہ کپکپی طاری کر دیتی تھی، اسی لمحے ابراہیم حیدر بہن کو بازو سے تھامے چلے آئے تھے، ڈاکٹرز نے ان کو دو منٹ کے لئے زاریہ سے ملنے کی اجازت دی تھی اور وہ بھی اس لئے کہ صرف دیکھ سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں، آمنہ نڈھال سی آ کر صالحہ کے برابر بینچ پر گر سی گئیں تھیں، جوان بیٹی کا لمحہ لمحہ موت کے قریب ہوتا وجود بھلا کون ماں دیکھ کر برداشت کر سکتی ہے، ابراہیم صاحب الگ دیوار سے ٹیک لگائے پریشان حال نڈھال سے کھڑے تھے۔

''اب کیسی ہے زاریہ، کچھ بہتری آئی۔'' صالحہ نے دونوں کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا، زارون نے بھی منتظر نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا، اس میں تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ جا کر دور سے ہی اسے دیکھ لیتا، وہ جانتا تھا کہ وہ نہیں دیکھ پائے گا، ہنستی مسکراتی شرارتیں کرتی لڑتی جھگڑتی زاریہ کو اس طرح سے موت کے دہانے پہ کھڑا وہ نہیں دیکھ پائے گا۔

''بھابھی میری بچی مر رہی ہے، میرے ہاتھوں سے پھسل رہی ہے، میں کیا کروں میرے اللہ، یہ تو نے مجھے کیسی آزمائش میں ڈال دیا ہے، میں اس کے باپ کو کیا منہ دیکھاؤں گی کہ میں اس کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکی، میں کیا کروں میرے مالک، اب تو ہی کوئی معجزہ کر دے، ایک ماں پہ اپنا کرم کر دے، اسے زندگی بخش دے میرے اللہ۔''

بری طرح غم زدہ آمنہ بھیگی آواز میں بولیں تھیں، ان کا دل پھٹ رہا تھا، کلیجہ منہ کو آ رہا تھا، ایک اکلوتی بیٹی زاریہ اور اس حالت میں تھی کہ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

''حوصلہ کرو آمنہ، ڈاکٹرز کوشش کر رہے ہیں، پھر اللہ ہے نا اس سے اچھی امید رکھو، وہ انشاء اللہ ہماری زاریہ کو ہمیں لوٹا دے گا، اسی طرح ہنستا مسکراتا جس طرح وہ گئی تھی، بس تم دعا کرو حوصلہ رکھو، اس طرح سے تو تم خود کو بیمار کر لو گی۔''

صالحہ اب زارون کو چھوڑ کر آمنہ کو ساتھ لگائے بیٹھیں تھیں، انہوں نے ہمیشہ آمنہ کو بہن کی طرح سمجھا تھا، وہ نند کم سہیلی زیادہ تھی۔

''بھابھی میں کیسے حوصلہ کروں، میری بچی اتنی تکلیف میں ہے، اس پہ کیا کچھ نہ گزر گیا، اس لئے، اس لئے تو میرا دل اتنا گھبرا رہا تھا، میں نے کہا تھا نہ آپ سے کہ اس طرح بچوں کو اکیلا نہ جانے دیں، مگر کسی نے میری نہیں سنی، حالات اتنے خراب ہیں، اب میں کیا کروں، کس سے جا کر فریاد کروں، یا اللہ تو ہی سننے والا ہے، مدد کرنے والا ہے۔''

وہ صالحہ کے کندھے سے لگی پوری شدت سے رو رہی تھی اور پاس بیٹھے زارون کا احساس جرم بڑھتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

آمنہ کو ان کی حالت کے پیش نظر ابراہیم صاحب نے ڈاکٹر کے مشورے سے ان کو آرام کا انجکشن لگوا دیا تھا، انہوں نے رو رو کر اپنا بلڈ پریشر ہائی کر لیا تھا، اب وہ ایک طرف بنے وزیٹرز روم میں سو رہی تھی اور باقی سب بھی اس وقت وہیں تھے، زارون ابھی بھی آئی سی یو کے باہر لگی بینچ پہ

www.pakistanipoint.com

اسی حالت میں بیٹھا تھا، آئی سی یو کے دروازے پہ نگاہیں ٹکائے اس کی نگاہوں میں ایک کرب تھا، تکلیف تھی، پھر وہ اٹھا تھا اور تھکے تھکے قدموں سے بھاری دروازہ دھکیل کر اندر آئی سی یو میں چلا آیا تھا، سامنے ہی وہ دشمن جاں اس لمحے آنکھیں موندے چہرے پہ زردی لئے پلکیں موندے لیٹی تھی، کتنی ہی ڈرپس اس لمحے اس کے جسم سے منسلک تھیں، وہ کتنے ہی لمحے خاموشی سے وہاں کھڑا اس کے نقوش کو حفظ کرتا رہا تھا، پھر اپنا زخمی وجود لئے قریب رکھے اسٹول پہ جا بیٹھا تھا۔

"زاریہ!" دھیرے سے اس کے لب ہلے تھے، اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے نازک سے ہاتھ پہ رکھا تھا، اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں ابھی بھی منگنی کی انگوٹھی چمک رہی تھی، ایک کان میں وہی ست رنگی بالی تھی، جو اس نے اس رات پہن رکھی تھی، البتہ دوسرا کان خالی تھا۔

"زاریہ اٹھو نا یار، دیکھو ہمارے ساتھ ایسے نہ کرو، دیکھو تو سب کتنے پریشان ہیں، پلیز یوں مت کرو، اب آنکھیں کھول دو، وہ ساری باتیں، وہ سارے وعدے کیا ہوئے، تم تو کہتی تھیں، زونی مجھے بہت لمبی زندگی جینی ہے، کتنے خواب تھے جو ہم دونوں نے مل کر دیکھے تھے، پلیز ان کے پورے ہونے تک میرے ساتھ رہو، پلیز زاریہ اٹھو، دیکھو تم تو کہتی تھیں کہ زونی میں ایسے ہی ہمیشہ تمہارے کان کھاتی رہوں گی، ایسے ہی لڑتی رہوں گی، اب دیکھو کل سے تمہاری آواز سننے کو ترس گئے ہیں ہم، امی بابا، پھپھو، راحم نگین سب بہت پریشان ہیں، ہم نہیں رہ سکتے یار تمہارے بنا، پلیز ایسے مت کرو، اور میں، میں کیا کروں گا تمہارے بنا، میں تو ایک قدم نہیں چل پاؤں گا، میں کس سے باتیں کروں گا، کس سے اپنے دل کی باتیں کروں گا، زاریہ اٹھو نا۔"

زارون کو اپنے حلق میں نمکین گولا سا محسوس ہوا تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے پھر سے دھند چھانے لگی تھی، اسی لمحے، ہاں اس لمحے اسے لگا کہ اس کے ہاتھ کے نیچے دبے زاریہ کے ہاتھ میں حرکت ہوئی ہے اور لمبی پلکیں بھی لرز رہی تھیں۔

"زاریہ!" اس نے بے قراری سے پکارا تھا، وہ اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا تھا، زارون کو لگا اس وقت اس کی سانسیں قدرے تیز چلنے لگیں تھیں، وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر فوراً باہر کو بھاگا تھا اور جب ڈاکٹر کو لے کر واپس اندر آیا تو زاریہ کی سانس بے حد تیز چل رہی تھی اور اس کے وجود کو جھٹکے سے لگ رہے تھے۔

"آپ پلیز باہر جائیں۔" نرس نے اسے باہر نکال دیا تھا۔

اس کا دل قطعی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے باہر جائے اس نے کتنی ہی بار مڑ کر دیکھا تھا، زارون کا دل اس لمحے بے حد تیز دھڑک رہا تھا، اس کا وجود ٹھنڈا پڑنے لگا تھا وہ وہیں باہر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا، اس وقت بابا اور امی بھی پاس ہی کھڑے تھے، وہ اس کی آواز سن کر وہاں آئے تھے، ہاں پھپھو ابھی بھی دوا کے زیر اثر سو رہی تھیں، تقریباً دس منٹ بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر باہر آئے تھے، ڈاکٹر کا چہرہ دیکھ کر ہی جانے کیوں ابراہیم صاحب کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

"ڈاکٹر کیا ہوا ہے، اب میری بیٹی کیسی ہے۔" انہوں نے بمشکل خود پہ قابو پا کر پوچھا تھا۔

"آئی ایم سوری، شی از نو مور۔" ڈاکٹر نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا اور آگے بڑھ گئے تھے، صالحہ نے بے اختیار منہ پہ ہاتھ رکھ کر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا، ابراہیم صاحب اگر دیوار کو تھام نہ لیتے تو تقریباً گر جاتے اور زارون وہ بس پتھرائی نگاہوں سے اس سمت دیکھ کر رہا تھا، جس طرف ڈاکٹر گیا تھا، اس کی آنکھوں میں اس لمحے بے یقینی تھی، اس کا وجود اس وقت پتھر ہو گیا تھا، سرد، بے جان پتھر۔

''یہ سامان رکھ لیں آپ۔'' اندر سے نکل کر آئی نرس نے بے جان کھڑے زارون کی طرف ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا پیکٹ بڑھایا تھا، وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے نرس کی طرف دیکھتا رہا تھا، اس نے وہ پیکٹ لینے کو ہاتھ نہیں بڑھایا تھا، نرس ہنوز وہ پیکٹ اس کی طرف بڑھائے کھڑی تھی، اس وقت تک جب تک اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ پیکٹ تھام نہیں لیا تھا، جس میں ایک ست رنگی بالی، زاریہ کی منگنی کی انگوٹھی اور اس کے گلے میں پہنی جانے والی چین تھی، یہ چین پھپھو کی تھی اور انہوں نے اس کے میٹرک میں پوزیشن لینے پہ اس کے گلے میں پہنائی تھی، وہ گولڈ کی باریک سی چین تھی اور اس میں ایک چھوٹا سا پرل جڑا تھا، وہ ہمہ وقت زاریہ پہنے رہتی تھی، وہ اسے بہت پسند تھی، جو اب اس پیکٹ میں جگمگا رہی تھی اور اس میں جڑے پرل کا رنگ سرخی مائل سا ہو گیا تھا، زارون کو اپنے ہاتھ پسینے میں تر ہونے محسوس ہوئے تھے، اس کے دل کی دھڑکن اس لمحے تھم سی گئی تھی، اس کے وجود سے جان نکلنے لگی تھی، وہ اس پیکٹ کو دونوں ہاتھوں میں تھامے دیوار سے ٹکراتا زمین پہ بیٹھتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

زاریہ کے انتقال نے اس گھر کے مکینوں کے دلوں کے ساتھ ساتھ اس گھر کو بھی اجاڑ دیا تھا، ویران کر دیا تھا، آج پورا ایک ہفتہ گزر گیا تھا، مگر یوں لگتا تھا کہ جیسے آج ہی مری ہوئی ہو، یوں جوان حادثاتی موت پہ سب ہی شاک میں تھے، آمنہ پھپھو تو تب سے لے کر غشی میں تھیں، ہاسپٹل میں جب وہ سو کر اٹھیں تو ان کی دنیا اجڑ چکی تھی، وہ بار بار بے ہوش ہو جاتیں تھیں، ابراہیم ماموں الگ خود کو بہن کے سامنے مجرم سمجھ رہے تھے، وہ بھانجی کی حفاظت نہیں کر سکے تھے، وہ ہمیشہ ہی پوری فیملی کو خود ساتھ لے کر باہر جاتے تھے اور اس دن پہلی بار ان دونوں نے اس طرح باہر جانے کی فرمائش کی اور یہ حادثہ ہو گیا، راحم اور نگین سہمے سہمے سے پھرتے تھے اور صالحہ سب کو سنبھال سنبھال کر ہلکان ہو گئیں تھیں اور زارون وہ تو اپنے کمرے سے نکلا ہی نہیں تھا، پورے ایک ہفتے سے اس نے خود کو کمرے میں بند کر رکھا تھا، اس نے پلک تک نہیں جھپکی تھی، اسے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ ہوا کیا تھا، ایسے اس طرح سے اچانک یہ سب کیسے ہو گیا تھا، وہ اس کی سالگرہ کا دن تھا اور اگلا دن اس کی موت کا بن گیا تھا۔

اس کی نگاہوں سے وہ مناظر ہٹتے ہی نہیں تھے، وہ سجی سنوری زاریہ، پھر خون میں نہائی زاریہ اور پھر اس کا مردہ زرد چہرہ سفید پڑتے ہونٹ، وہ آنکھیں بند کرتا تھا تو جیسے کوئی فلم سی اس کی آنکھوں کے سامنے چل جاتی تھی، وہ بے چین ہو کر آنکھیں کھول دیتا تھا، جیسے جیسے دن گزر رہے تھے، اس کا احساس جرم بڑھتا جا رہا تھا، وہ تو ڈاکو تھے، لوٹنے آئے تھے ان کا تو کام ہی یہی تھا، وہ جب اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کر نکلتے تھے تو بھلا دوسروں کی جان ان کے لئے کیا اہمیت رکھے گی، انہیں کیا احساس ہو گا کہ اگلا اپنے سگوں کے لئے کتنا قیمتی ہے، مگر وہ کیوں جذبات میں آ گیا تھا، وہ خود پہ کیوں قابو نہیں رکھ پایا تھا، وہ روز خود سے جنگ کرتا تھا، روز خود سے جھگڑتا

تھا، پھر تھک ہار کر زاریہ کی قبر پہ جا بیٹھتا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے قبر میں اتارا تھا، خود اس پہ مٹی ڈالی تھی، اسے کیونکر چین ملتا، وہ خود بھی تو کم عمر تھا، زاریہ سے صرف چند ماہ بڑا، بائیس سال عمر ہی کیا ہوتی ہے، جس میں وہ اتنا کچھ جھیل آیا تھا، وہ اندر سے بے حد ڈرا ہوا، بہت سہا ہوا تھا، اسے لگتا تھا کہ سب اس کی غلطی ہے، اس کا قصور ہے، اسے لگنے والی گولی زاریہ کو لگ گئی تھی، وہ خود کو زاریہ کی موت کا ذمہ دار سمجھتا تھا، اب پتہ نہیں اس کا قصور تھا یا نہیں، مگر وہ خود کو قصوروار سمجھ رہا تھا، وہ اس کے ساتھ تھی اس کی ذمہ داری تھی، اس کی حفاظت اس کا فرض تھا، اس کا دل و دماغ اس بات کو سمجھنے کو قبول کرنے کو قطعی تیار نہ تھا کہ یہ محض ایک حادثہ تھا کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا اور اسے یونہی ہی ہونا تھا، ایسے ہی لکھا تھا، اگر یہ نہیں تو کچھ اور ہوتا کوئی اور سبب کوئی اور حادثہ ہوتا مگر زاریہ کی عمر کی نقدی اب ختم ہوا چاہتی تھی، سو وہ ہو گئی، مگر اس کے دل کو کسی طور قرار نہ تھا، وہ تو جیسے دنیا تیاگ بیٹھا تھا۔

☆☆☆

ابراہیم صاحب اور صالحہ کئی دنوں سے زارون کی روٹین دیکھ رہے تھے اور از حد پریشان تھے، جانے والی جا چکی تھی مگر انہیں اب زارون کی دیوانگی سے خوف آنے لگا تھا، اس نے یونیورسٹی جانا چھوڑ دیا تھا، حالانکہ اس کا لاسٹ سمسٹر تھا مگر اسے کوئی پرواہ نہیں تھی، دوست احباب سب چھوڑ دیئے تھے، نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا، عجیب سا حلیہ بنا رکھا تھا، اس کی دائیں ابرو پہ چوٹ کا نشان ابھی بھی تھا، وہ سارا سارا دن بس زاریہ کی قبر پہ بیٹھا رہتا تھا اور صالحہ کا دل جوان بیٹے کی ایسی حالت دیکھ کر ہولتا رہتا تھا، ابراہیم صاحب نے اسے کئی بار سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ جاتا تھا، وہ اب بھی اس حادثے کا ذمہ دار خود کو سمجھتا تھا، انہیں ڈر تھا کہ اگر یہ سب یونہی چلتا رہا تو وہ کہیں خودکشی یا خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لے، جوان بھانجی کو کھونے کے بعد اب ان میں جوان بیٹے کو کھونے کی ہمت نہیں تھی، سو انہوں نے بیگم کے مشورے سے ایک فیصلہ لیا تھا۔

زارون کو یہاں سے دور بھیجنے کا فیصلہ اور سنجیدگی سے بہت خاموشی کے ساتھ اس پہ عمل درآمد بھی شروع کر دیا تھا، مگر اس طرح سے کہ زارون کو اس سارے معاملے کی کوئی خبر نہ تھی اور یوں بھی اسے کئی دنوں سے اپنے اردگرد کی کوئی خبر نہیں تھی، وہ صبح گھر سے نکلتا تھا اور رات گئے گھر آتا تھا اور پورا دن وہ کہاں گزارتا تھا، وہ اچھی طرح جانتے تھے اور وہ اسے خود کو اس طرح تباہ کرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

☆☆☆

''زارون یہاں بیٹھو، مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' اس رات وہ گھر آیا تو بابا لاؤنج میں ہی اس کا انتظار کر رہے تھے، وہ اپنے کمرے میں جانے لگا تو انہوں نے اسے آواز دے کر روک لیا تھا۔

''جی بابا!'' وہ مدہم چال چلتا ان کے سامنے جا بیٹھا تھا، اس کے کپڑوں پہ جا بجا مٹی لگی تھی، بڑھی ہوئی شیو، بکھرے بال، سرخ آنکھیں اور ان کے گرد پڑے حلقے، کمزور جسم، وہ کہیں سے بھی پرانے والا زارون نہیں لگ رہا تھا، احساس جرم اسے اندر ہی اندر کھا رہا تھا، بابا کا اسے اس حال میں دیکھ کر دل کٹ سا گیا تھا، انہوں نے خاموشی سے ایک لفافہ اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ دیا تھا۔

''یہ کیا ہے بابا۔'' اس نے بنا ہاتھ لگائے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

حیرانگی سے پوچھا تھا۔

''تم پرسوں رات کی فلائیٹ سے میرے دوست جلال کے پاس کینیڈا جا رہے ہو اور تم انکار نہیں کرو گے، اس میں تمہارا ویزا پاسپورٹ ٹکٹ سب ہے، تمہارا لاسٹ سمسٹر میں نے یہاں سے ٹرانسفر کر دیا ہے اور وہاں جلال نے اپنی یونی میں تمہارا ایڈمیشن کروا دیا ہے، جہاں وہ خود پروفیسر ہیں۔''

''میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا بابا، آپ میرے پوچھے بغیر میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، میں یہیں رہوں گا، کہیں نہیں جاؤں گا اور اگر آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا یا خود کو کچھ کر لوں گا۔''

وہ بے انتہا غصے اور جذبات سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا، وہ آج کل یوں ہی ہر بات پہ اپنا ٹمپر لوز کر دیا کرتا تھا اور ابراہیم صاحب کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ اگر وہ اسے یہاں سے دور نہیں بھیجیں گے تو اس کا اگلا قدم یہ ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ دن بدن دیوانگی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''زارون ..... میری جان..... یہاں بیٹھو اور میری بات سنو۔'' انہوں نے بجائے غصے میں آنے کے نرم لب و لہجے میں کہا اور بازو سے پکڑ کر اسے اپنے قریب بیٹھا کر اس کے کندھے کے گرد اپنا بازو پھیلا لیا تھا، اس وقت غصہ اور جذبات معاملات کو لگاڑ سکتے تھے۔

''دیکھو بیٹا، جو ہوا وہ محض ایک حادثہ تھا، اسے یوں ہی ہونا تھا، تم خود کو قصوار نہ سمجھو، تمہاری جگہ اگر کوئی بھی ہوتا نہ تو وہ وہی کرتا جو تم نے کیا، مگر میرے بچے اب تمہارا یہ حال، یہ رویہ ہمیں دکھی کر رہا ہے، ہمارا دل چیر دیتا ہے، اپنی ماں کا سوچو، میرا سوچو، تم ہمارے بڑے بیٹے ہو، ہمارا سرمایہ، ہم کیسے اپنے سرمائے کو اس طرح سے لٹتا ہوا دیکھ سکتے ہیں، تم گھر چھوڑ دو گے، خودکشی کر لو گے تو کیا ہو گا، کیا زاریہ لوٹ آئے گی، نہیں نا، تو میری جان اپنے بوڑھے باپ کے بارے میں سوچو، میں نے بیٹی کھودی ہے، اب جوان بیٹے کو کھونے کا بار یہ بوڑھے کندھے نہیں اٹھا سکتے ہیں، اگر تم نے یہی سب کرنا ہے نا تو پہلے مجھے اور اپنی ماں کو قبر میں اتار دو، پھر جو دل چاہے وہ کرو۔''

''بابا پلیز ایسا نہ کہیں، آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا، مگر پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔'' اس نے بے ساختہ ہی ان کے دونوں ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا لئے تھے، وہ تو اتنے دنوں سے بس اپنے ہی غم میں لگا تھا، وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ صرف اسے ہی دکھ ہے، اسے ہی تکلیف ہے، باقی سب کو تو وہ بھلائے بیٹھا تھا، بابا نے اس کی پیشانی چوم کر اسے خود میں سمو لیا تھا، زارون کے کتنے ہی آنسو اس لمحے بابا کے شفیق کندھے میں جذب ہو گئے تھے اور کمرے کے دروازے پہ کھڑی صالحہ نے یہ منظر دیکھ کر ایک آسودگی ایک اطمینان سا محسوس کیا تھا، بیٹے کو اگر زندگی کی طرف واپس لانا تھا تو اس کی عارضی دوری سہنا بھی اور انہوں نے صرف اس کی زندگی اور اچھے مستقبل کی خاطر یہ پتھر دل پہ رکھ لیا تھا، جانے سے پہلے وہ آمنہ پھپھو کے قدموں میں آ بیٹھا تھا۔

''پھپھو! مجھے معاف کر دیجئے گا، میں زاریہ کی حفاظت نہیں کر سکا، میں نے بہت کوشش کی مگر میں اسے نہیں بچا سکا۔''

اتنے دنوں میں وہ پہلی بار ان کے پاس آیا تھا، وگرنہ وہ خود کو ان سے نگاہیں ملانے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔

''میرے بچے، تو معافی نہ مانگ، میں نے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

قسمت کے لکھے کو قبول کر لیا ہے، وہ اتنی ہی عمر لکھوا کر آئی تھی، اسے اپنے باپ کے پاس جانے کی بڑی جلدی تھی سو چلی گئی، سدا کی جلد باز تھی نا، بس تو اپنا خیال رکھنا۔''

انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر اسے خود سے لگا لیا تھا، سسکتی ہوئی آمنہ پھپھو کے سینے سے لگے زارون نے بمشکل فیصلہ کیا تھا۔

''پھپھو موت اگر اتنی سہل اور آسان ہے تو دعا کریں کہ مجھے بھی آ جائے، مجھے اس کے بغیر کچھ اچھا نہیں لگتا ہے، میں اس سے دور بھی نہیں جانا چاہتا ہوں لیکن اگر یہاں رہا تو شاید پاگل ہو جاؤں گا۔''

جس رات اس کی کینیڈا کی فلائیٹ تھی وہ کتنی ہی دیر زاریہ کے سرہانے بیٹھا رہا تھا، اس کا اگر بس چلتا تو وہ یونہی ساری زندگی گزار دیتا، وہ گزار بھی سکتا تھا، مگر اس سے جڑے کچھ لوگ تھے، کچھ رشتے تھے، جو اس پہ حق رکھتے تھے اور ان کی خاطر اسے جینا تھا، آگے بڑھنا تھا، گو کہ بہت مشکل تھا مگر دل پہ جبر کرنا تھا۔

''فی امان اللہ۔'' اس نے دھندلی آنکھوں سے مٹی پہ ہاتھ پھیرا تھا اور بوجھل دل سے وہاں سے اٹھ آیا تھا، اس رات زارون حیدر کینیڈا فلائی کر گیا تھا۔

☆☆☆

پروفیسر جلال، ابراہیم حیدر کے پرانے دوستوں میں سے تھے، عرصہ ہوا فیملی کے ساتھ کینیڈا شفٹ کر گئے تھے اور وہیں یونیورسٹی میں پروفیسر تھے، ان کی رہائش یونیورسٹی کی کالونی میں ہی تھی جہاں وہ اپنی بیگم اور بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھے، ان کے تین بچے تھے، بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی تھی، وہ پاکستان میں رہتی تھی، چھوٹی بیٹی یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی اور سب سے چھوٹا بیٹا ابھی ہائی اسکول میں تھا، زارون کی حالت نے ابراہیم حیدر کو بہت پریشان کر دیا تھا، بہت سوچ و بچار کے بعد انہیں ایک یہی حل سمجھ آیا تھا کہ اسے یہاں سے دور بھیج دیا جائے ہو سکتا ہے کہ وہ سنبھل جائے، لیکن یہاں آ کر بھی اس کا یہی حال تھا، وہ فی الحال پروفیسر جلال کے گھر میں ہی رہ رہا تھا، اس کی حالت کے پیش نظر جلال انکل نے اسے ابھی ہوسٹل نہیں بھیجا تھا، وہ عجیب غائب دماغ سا رہتا تھا، خاموش الجھا سا، کسی کام کسی بات پہ توجہ نہیں دیتا تھا، یا شاید دینا نہیں چاہتا تھا، یوں لگتا تھا کہ جیسے اسے یہاں زبردستی بھیجا گیا ہو، یونیورسٹی میں بھی اس کی پرفارمنس ایوریج سے بھی کم تھی، وہ اس کے لئے کافی پریشان تھے کیونکہ وہ ان کی ذمہ داری پہ یہاں آیا تھا، یہاں اس کے جو بداہ وہ تھے، ابھی تک انہوں نے کسی بھی بات کا ذکر ابراہیم حیدر سے نہیں کیا تھا، انہیں یہی لگا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ سنبھل جائے گا، مگر زارون کا رویہ کچھ اور ہی ظاہر کر رہا تھا، اسے پڑھائی میں حتی کہ کسی بھی کام میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

اس صبح وہ واک کے لئے نکلے تو زارون کو بھی ساتھ لے آئے تھے، واک کے بعد وہ دونوں خاموشی سے سڑک کنارے لگے بینچ پہ آ بیٹھے تھے، زارون قریب ہی بنی چھوٹی سی کافی شاپ سے جا کر بھاپ اڑاتے کافی کے دو مگ لے آیا تھا، یہاں آج کل شدید سردی تھی اور وہ زارون کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

''تھینک یو بیٹا۔'' جلال انکل کے اس کے ہاتھ سے کپ تھامتے ہوئے کہا، وہ بھی اپنا کپ لے کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا، اس کی کھڑی ناک سردی کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔

''تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

زارون۔'' جلال انکل نے کافی کا سپ لیا تھا۔

''ٹھیک جا رہی ہے انکل۔'' اس کا انجینئرنگ کا لاسٹ ائیر تھا۔

''لیکن تمہارے پروفیسرز تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے اور تمہارے ٹیسٹ ڈزنٹس بھی میں نے دیکھے تھے۔'' انہوں نے نگاہیں اس کے چہرے پہ جما دیں تھیں، وہ بنا کچھ بولے کافی پیتا رہا تھا، پھر جلال انکل نے ہاتھ میں تھامے کافی کے کپ سے کافی سامنے فرش پہ بہا دی تھی۔

''کیا تم اس کافی کو واپس کپ میں ڈال سکتے ہو زارون؟'' انہوں نے حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتے زارون سے پوچھا تھا، اس نے نا سمجھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''تو کیا تم گیا وقت پلٹ سکتے ہو، اسے واپس لا سکتے ہو۔''

''نہیں۔'' زارون نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں حیرانگی سے دیکھا تھا، بھلا یہ کیسا سوال تھا۔

''تو اس کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہو جو کھو گیا ہے، جو آگے تمہارا منتظر ہے اس کی طرف کیوں نہیں دیکھتے ہو۔''

انہوں نے کافی کا خالی ڈسپوزل کپ قریب رکھے ڈسٹ بن میں اچھال دیا تھا، اور نگاہیں سامنے جما دیں تھیں، جہاں سرد سا سورج نیلے آسمان پہ ٹکا سردی کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا، زارون سمجھ گیا تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہے ہیں۔

''ایسا نہیں ہے انکل میں اب ٹھیک ہوں۔'' اس نے ہاتھ میں تھامے ڈسپوزل کپ کے کناروں پہ انگلی پھیرتے ہوئے ان سے زیادہ اس وقت خود کو یقین دلایا تھا۔

''دیکھو زارون، میں سب جانتا ہوں بیٹا اور تمہاری تکلیف کو سمجھ سکتا ہوں، مگر بیٹا گزرا وقت بھی بالکل اس کافی کی طرح ہوتا ہے، جسے ہم چاہ کر واپس نہیں سمیٹ سکتے ہیں، سو آگے بڑھ جانا بہتر ہے، تم یہاں میری ذمہ داری ہو، یہاں پہ تمہارے ہر اچھے برے فعل کا جواب دہ میں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ تم خود کو یوں ارزاں کرو، مجھے معلوم ہے کہ تم اپنی لائف میں اسٹڈی میں کتنے برائٹ رہے ہو، اس طرح خود کو تباہ مت کرو، تم میرے بچوں کی طرح ہو، اس لئے میں تمہیں کامیاب اور آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں، مائے سن۔'' جلال انکل نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے سمجھایا تھا۔

''میں سب سمجھتا ہوں انکل، سب جانتا ہوں، میں بھی آگے بڑھنا چاہتا ہوں، مگر میں کیا کروں میری نگاہ سے وہ مناظر ہٹتے ہی نہیں ہیں، مجھے لگتا ہے وہ سب میری غلطی سے ہوا، اگر اس رات میں اپنا ٹمپر لوز نہیں کرتا تو وہ سب نہیں ہوا ہوتا، میں جب کتابیں کھولتا ہوں تو مجھے ایک لفظ سمجھ نہیں آتا ہے، کلاس کا بلیک بورڈ جیسے پردہ اسکرین میں تبدیل ہو جاتا ہے، میں کیا کروں انکل میں بے بس ہوں۔'' وہ اس لمحے بے بسی کی انتہا پہ تھا، بے حد الجھا، بہت بکھرا سا، بہت مشکل میں۔

''دیکھو زارون، سب سے پہلے تو اس احساس جرم کو اپنے ذہن و دل کے ہر حصے سے مٹا دو کو جو کچھ ہوا وہ تمہاری غلطی تھی، اس احساس کے ساتھ تم زندہ نہیں رہ سکتے آگے بڑھنا تو بہت دور کی بات ہے، وہ سب ایک حادثہ تھا اور اسے اسی طرح ہونا تھا، دوسری بات، یوں ہوا، کیسے ہوا، یہ نہ ہوتا، وہ ہوتا، یہ سب ہماری سوچنے والی باتیں نہیں ہیں، یہ سب اللہ کے کام ہیں اور وہ جب چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ہو جاتا ہے اچھا یا برا

www.pakistanipoint.com

سب اور تیسری بات تمہیں تکلیف ہوگی مگر جو مر گئے ہیں ان سے زیادہ ان کی فکر کرو جو زندہ ہیں اور تمہارے لئے پریشان ہیں، سمجھ رہے ہو نا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔''

ان کے جھک کر شفقت سے پوچھنے پہ زارون نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور پھر جلال انکل کی رہنمائی میں اس نے دھیرے دھیرے خود کو سنبھال لیا تھا، اس کا بی اے مکمل ہوا تو اس نے ماسٹرز میں ایڈمیشن لے لیا تھا اور ساتھ ہی جاب بھی کرنے لگا تھا، اس نے خود کو مصروف کر لیا تھا، مگر پھر بھی دل کے ایک کونے میں آج بھی کہیں وہ احساس جرم سر اٹھاتا ضرور تھا، ایک ٹیس سی دل میں اٹھتی تھی اور اسے بے چین کر دیتی تھی، اور وہ کتنے ہی دن پھر سے اسی کیفیت میں چلا جاتا تھا، ایسے ہی بھیگے دنوں میں اسے آمنہ پھپھو کی ڈیتھ کی خبر ملی اور یہ زاریہ کے انتقال کے محض ایک سال بعد کی بات تھی، مگر وہ نہیں جا پایا تھا کیونکہ ان دنوں اس کے ماسٹرز کے ایگزام ہو رہے تھے۔

وہ اس گزرے تمام عرصے میں بہت کم پاکستان آیا تھا، شاید ایک بار اور وہ بھی چند دنوں کے لئے، وہ جب بھی پاکستان جاتا تھا خود کو زاریہ کے پاس جانے سے نہیں روک پاتا تھا، یوں آٹھ سال کیسے گزر گئے اسے پتہ ہی نہیں لگا ایک دن اسے بابا کی بیماری کی خبر ملی انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا، وہ فوراً ہی پہلی دستیاب فلائیٹ سے پاکستان آیا تھا، پھر بابا کی طبیعت ذرا بہتر ہوئی تو اس نے واپسی کی ٹھانی کہ اب یہاں دل نہیں لگتا تھا، تب بابا نے اسے اس شرط پہ واپس جانے دیا کہ وہ جلد ہی سب کچھ سمیٹ کر ہمیشہ کے لئے واپس آئے گا اور وہ ماں باپ کے سامنے ہار گیا تھا، اس نے یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا مگر ایک بار وہاں جا کر سب کچھ وائنڈ اپ کرنا ضروری تھا، سو وہ جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے واپس کینیڈا آ گیا یہاں آ کر اس نے سب سے پہلے یونی میں اپنی جاب سے رائزین کیا اور اصول کے مطابق اب اسے ایک مہینے تک یہ جاب جاری رکھنا تھی تاکہ یونیورسٹی اس کا متبادل تلاش کر سکے، لیکن ابھی بس پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ اسے بابا کی پھر سے خرابی طبیعت کا پتہ چلا، انہیں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور ڈاکٹرز نے انہیں بائی پاس تجویز کیا تھا، وہ اپنا اپارٹمنٹ سیل کر چکا تھا، یونی نے اس کی اچھی کارکردگی کی بنا پہ اسے پندرہ دن کا ریلیف دیا اور ویسے بھی وہ اس کا متبادل تلاش کر چکے تھے، سو اب کوئی قباحت نہ تھی، وہ جلال انکل سے مل کر واپس آنے کی تیاری کرنے لگا، جلال انکل نے اسے تمام عرصے میں اس کا قدم قدم پہ ساتھ دیا تھا، وہ شروع میں تقریباً ایک سال ان کے ساتھ ان کے گھر پہ ہی رہا پھر وہ ہاسٹل شفٹ ہو گیا تھا، وہ آج جو کچھ بھی تھا اس میں جلال انکل کی محنت اور محبت شامل تھی، جسے وہ کبھی نہیں بھلا سکتا تھا۔

لیکن جب وہ پاکستان پہنچا تو ایک قیامت اس کی منتظر تھی، آپریشن کے دوران ہی بابا کو تیسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ جانبر نہ ہو سکے تھے، اب زارون کو یہیں رہنا تھا، وہ اپنی ماں اور چھوٹے بھائی اور بہن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا، سو اس نے ایک یونیورسٹی میں عارضی طور پہ جاب کر لی، جہاں وہ ایم بی اے کے اسٹوڈنٹس کو پڑھاتا تھا اس کے علاوہ اور راحم مل کر اپنی کنسٹرکشن بھی شروع کر رہے تھے۔

☆☆☆

یونیورسٹی میں ایگزام اور سمسٹر بریک کے بعد آج پہلا دن تھا، کہر برساتی سردی کا گلابی سا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

دن کہر اور دھند کے باعث سورج بھی ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا، کلاس ختم ہوئی تو میرب اور نگین اکٹھے ہی باہر آئیں تھیں، پھر نگین وہیں رک کر کسی کلاس فیلو سے بات کرنے لگی تو میرب یونیورسٹی کے سبزہ زار میں چلی آئی تھی، اس وقت وہاں بیٹھ کر دھوپ سینکا بہت اچھا لگ رہا تھا، وہ اس وقت بلیک جینز پہ رائل بلیو کرتا پہنے ہوئے تھی، اوپر بلیک لانگ سوئیٹر تھا اور اگلے میں بلیو اور بلیک اسٹول، اسٹیپس میں کٹے بال پونی میں قید تھے، ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ہاتھ پہ ٹھوڑی ٹکائے وہ وہیں دیکھ رہی تھی، جہاں نگین زرمین کے ساتھ کھڑی تھی۔

''ارے تم اکیلی کیوں یہاں آ کر بیٹھ گئیں۔'' کافی دیر بعد نگین بھی وہیں اس کے پاس ہی چلی آئی تھی۔

''بس یونہی دھوپ میں بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔'' میرب نے بینچ سے اپنا بیگ اٹھا کر دوسری طرف رکھ کر نگین کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی تھی۔

''یار زرمین کے بھائی کی شادی تھی، وہ تصویریں لائی تھیں، تو میں وہی دیکھنے لگ گئی تھی۔'' نگین نے پاس بیٹھے ہوئے بتایا۔

''اچھا۔'' میرب نے کوئی خاص انٹرسٹ شو نہیں کیا تھا اور سرسری سا کہہ کر یونہی خاموش بیٹھی رہی تھی۔

''کیا بات ہے میرب اتنی خاموش کیوں ہو، کوئی بات ہے کیا؟'' نگین نے ایک نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی تھی۔

''نہیں تو کیا بات ہو گی بھلا، بس یہاں خاموش بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔'' کبھی کبھی ہوتا ہے نا ایسا کہ آپ خاموش رہنا چاہتے ہیں اور خاموشی آپ کو اچھی لگتی ہے، اس وقت میرب بھی کچھ ایسا ہی فیل کر رہی تھی، یوں بھی جاڑے کا موسم کبھی کبھار اپنے ساتھ اداسی بھی لے آتا ہے۔

''اچھا تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں، یار میرب گھر پہ چکر لگاؤ نہ، تم تو پھر آئیں ہی نہیں امی بھی تمہیں یاد کر رہی تھیں۔''

نگین کافی دن سے اس کے ساتھ اپنی امی کے خیالات شیئر کر کے اس کی رائے جاننا چاہ رہی تھی، وہ میرب کو بتانا چاہ رہی تھی کہ امی اسے کس حیثیت سے پسند کرنے لگیں ہیں مگر ہر بار میرب کے ری ایکشن کا سوچ کر خاموش ہو جاتی تھی، اس وقت بھی اس نے بات شروع کرنے کو گویا سرا تلاش کیا تھا۔

''میں تو اتنی بار آ چکی ہوں نگی، کبھی تم بھی آنٹی کو لے کر آؤ نا یا تمہاری کوئی خاص دعوت کرنی پڑے گی۔'' میرب نے الٹا اسے لتاڑا تھا، وہ کتنی ہی بار اسے کہہ چکی تھی کہ وہ آنٹی کو لے کر آئے مگر نگین ہر بار الٹا اسے ہی بلانے لگتی تھی۔

''میرب..... بات دراصل یہ ہے کہ امی تو تمہاری طرف آنا چاہ رہیں ہیں، مگر کسی اور نیت سے، پلیز تم برا مت ماننا۔'' نگین نے قدرے جھجک کر ماں کے خیالات میرب تک پہنچا دیئے تھے۔

''تو کیا سرزارون مان گئے؟''

میرب کی آنکھوں میں اس لمحے ایک چمک سی ابھری تھی، جو سوال بن کر اس کے لبوں سے ادا ہوئی تھی، نگین نے بے ساختہ ہی اسے چونک کر دیکھا تھا، تو اس کے خدشے سچے تھے، میرب زونی بھائی کو پسند کرنے لگی تھی، اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا، مگر وہ اپنے بھائی کے خیالات کو اچھی طرح جانتی تھی، وہ آج بھی کسی اور کو زاریہ کی جگہ نہیں دینا چاہے تھے، وہ اس کے خیالوں

www.Pakistanipoint.com

سے نہیں نکل سکے تھے اور نہ ہی نکلنا چاہتے تھے۔

''نہیں میرب، اصل مسئلہ یہی تو ہے نا کہ زونی بھائی شادی کے لئے نہیں مانتے ہیں، امی کی بھی یہی خواہش ہے کہ پہلے ان کی شادی ہو، مگر وہ ہمیشہ انکار کردیتے ہیں، اب امی ارحم بھائی کے لئے سوچ رہیں ہیں اور اسی سلسلے میں تمہارے گھر آنا چاہ رہیں ہیں، میں دوست بن کر پوچھ رہی ہوں میرب اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔'' نگین نے کھل کر اس سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، تاکہ وہ کسی آس کسی امید میں نہ رہے، اس نے بارہا میرب کی آنکھوں میں زارون کے لئے پسندیدگی دیکھی تھی، مگر نگین جانتی تھی کہ زارون کو منانا بہت مشکل ہے اور وہ اپنی دوست کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی، میرب کے وجود پہ جیسے اس لمحے نگین کا جواب سن کر مردنی سی چھانے لگی تھی، اس کی آنکھوں کی جوت یکدم ہی بجھ گئی تھی۔

''آئی ایم سوری نگین، آنٹی جب چاہیں میرے گھر آسکتیں ہیں، مگر اس سلسلے میں نہیں۔'' وہ بمشکل خود پہ قابو پا کر بولی تھی اور اس کی یہ کیفیت نگین سے چھپی نہیں رہی تھی، وہ اپنی دوست کے دکھ کو محسوس کرسکتی تھی، مگر اس کے لئے کچھ کرنہیں سکتی تھی۔

''میرا خیال ہے وین آگئی ہے، اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' میرب کہتی ہوئی اٹھی اور اپنا بیگ اٹھا کر تیز قدموں سے آگے چلی گئی تھی، شاید وہ اپنے تاثرات اس پل نگین سے چھپانا چاہ رہی تھی، وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کب زارون کو اس قدر پسند کرنے لگی تھی کہ آج اس کا جواب سن کر اتنی تکلیف ہورہی تھی، نگین نے بھی خاموشی سے اس کی تقلید کی تھی۔

☆☆☆

نگین جب یونی سے گھر پہنچی تو امی خاموشی سے لاؤنج میں بیٹھیں تھیں، وہ سیدھا ان کے پاس چلی آئی تھی۔

''کیا بات ہے امی، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔'' وہ پہلے ہی میرب کی وجہ سے تھوڑی اپ سیٹ تھی، کیونکہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ دونوں ساتھ ہوں اور یونی سے گھر تک کا راستہ خاموشی سے گزر جائے، اس نے پہلی بار میرب کو اتنا اپ سیٹ دیکھا تھا، گوکہ اس نے اپنے منہ سے نہیں کہا تھا کچھ بھی، مگر نگین کو اندازہ ہوگیا تھا، اور اب امی کو اس طرح پریشان اور خاموش بیٹھا دیکھ کر اس کا پریشان ہونا لازمی تھا۔

''ہاں بیٹا میری طبیعت ٹھیک ہے، تم پریشان مت ہو، بس ذرا یونہی ستانے کو بیٹھی تھی۔'' انہوں نے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا، ان کے سامنے ٹیبل پہ دھرا چائے کا ادھ پیا کپ بتا رہا تھا کہ وہ کس قدر گہری سوچ میں تھیں، وہ عموماً اس وقت گھر پہ اکیلی ہوتیں تھیں، کل وقتی ملازمہ تھی، جو نگین کے آنے تک ان کے ساتھ رہتی تھی، مگر نگین جب بھی گھر آتی تھی تو انہیں ہمیشہ کسی نہ کسی مصروفیت میں گھرا ہی دیکھتی تھی، اس طرح سے خاموش بیٹھا ان کو پہلی بار دیکھا تھا۔

''تم جاؤ کپڑے بدلو، فریش ہو، میں کھانا لگاتی ہوں۔'' وہ نگین کی پریشانی کے خیال سے نارمل سے انداز میں کہہ کر اٹھنے لگی تھیں۔

''نہیں پہلے مجھے بتائیں امی کیا ہوا ہے، اس طرح خاموشی سے یہاں کیوں بیٹھیں ہیں۔'' نگین نے ان کا بازو پکڑ کر انہیں اٹھنے سے روکا تھا، وہ واپس بیٹھ گئیں تھیں۔

''آج راحم سے بات کی تھی میں نے کہ اگر زارون نہیں مانتا تو وہ ہی شادی کے لئے مان

www.pakistanipoint.com

جائے اور میرب کو بہو بنا کر لانے کی میری خواہش پوری ہو جائے مگر اس نے بھی منع کر دیا، مجھے تو لگتا ہے نگی، بیٹوں کی خوشیاں دیکھنا شاید میرے نصیب میں ہی نہیں ہے۔''

وہ بیٹی بھی تھی، دوست بھی اور راز دان بھی وہ زیادہ دیر اس سے کچھ چھپا نہیں پائیں تھیں۔

''اچھا لیکن راحم بھائی نے کیوں منع کیا۔'' نگین نے الجھ کر پوچھا تھا۔

''زارون کا تو سمجھ آتا تھا، مگر اب یہ راحم کا کیا مسئلہ تھا۔''

''وہ اپنے آفس میں کسی کو پسند کرتا ہے اور اسی سے شادی کا ارادہ بھی رکھتا ہے، وہ بس اس لئے خاموش ہے کہ زارون بڑا ہے، پہلے وہ اپنی لائف میں سیٹل ہو جائے پھر وہ اپنے بارے میں سوچے گا، پر آج میں نے اس سے بات کی تو اس نے بتا دیا، اب میں پھر زیادہ اس سے کیا کہتی، کیونکہ وہ فیصلہ کر چکا ہے، اب جوان بیٹے سے زبردستی تو نہیں کی جا سکتی نا، پر مجھے اصل پریشانی زارون کی طرف سے ہے، اس نے اپنی زندگی کو روگ لگا لیا ہے، کچھ سننے سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہے۔'' ان کے لہجے سے پریشانی چھلک رہی تھی اور یہی سوچیں انہیں دن رات پریشان رکھتیں تھیں، اسی وجہ سے ان کی صحت بھی گرنے لگی تھی۔

''آپ اتنا نہ سوچیں امی، پریشان نہ ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا، میری بھی آج سرسری سی میرب سے بات ہوئی تھی، اس نے بھی راحم بھائی کے لئے منع کر دیا ہے امی، میرا خیال ہے امی وہ زونی بھائی میں انٹرسٹڈ ہے، آپ پلیز پھر سے زارون بھائی سے بات کریں نا، ہو سکتا ہے وہ مان جائیں، امی میرب اتنی اچھی ہے، اتنی پیاری ہے، مجھے یقین ہے اس کا ساتھ زونی بھائی کے دل سے ہر پچھتاوے ہر یاد کو مٹا دے گا، آپ ایک بار ان سے پھر سے بات کریں نا پلیز۔''

نگین نے امی کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں تسلی دینے کے ساتھ ساتھ انہیں بتایا بھی تھا۔

''ہوں، میں پھر سے اس سے بات کروں گی، اللہ کرے کہ وہ سمجھ جائے، انشاء اللہ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' انہوں نے نگین کے ساتھ ساتھ خود کو بھی تسلی دی تھی۔

☆☆☆

دن کیسے گزرتے چلے گئے پتہ ہی نہیں چلا تھا، یونیورسٹی میں ان کا فائنل سمسٹر آن پہنچا تھا، دو ماہ بعد امتحانات تھے، وہ یونیورسٹی جہاں کبھی زیادہ پڑھنا، اسائنمنٹ بنانا، اس کے لئے لیٹ نائٹ جاگ کر کام کرنا، پھر صبح جلدی اٹھنا، عذاب لگتا تھا، اب یہ سب ختم ہو رہا تھا تو ابھی سے یہ سب سوچ کر دل کو کچھ ہو رہا تھا، کیونکہ یہ سب باتیں یونی کے ساتھ ختم ہو جاتیں، سب اسٹوڈنٹس لائف سے نکل کر پریکٹیکل لائف میں آ جاتے اور یہ سب بس ایک سنہری یاد بن کر رہ جاتا، ایسے میں امتحانوں سے پہلے یونی کی طرف سے اسٹوڈنٹس کے لئے ناردرن ایریاز کا ٹرپ پلان کیا گیا تھا، نوٹس بورڈ پہ نوٹس لگا دیا گیا تھا، جو اسٹوڈنٹس جانا چاہتے تھے وہ اپنا نام اپنی کلاس کے سی آر کو نوٹ کروا دیں، بہت سے اسٹوڈنٹس انٹرسٹڈ تھے جانے میں، بہت سے اگنور کر کے آگے بڑھ گئے اور بہت سے دل چاہنے کے باوجود اپنا انٹرسٹ شو نہیں کر رہے تھے کہ ان کو پیرنٹس کی طرف سے اجازت کا مسئلہ تھا، خاص کر لڑکیاں اسی لئے وہ دل مسوس کر رہ گئیں تھیں، میرب اور نگین بھی ان ہی میں سے تھیں، جو یہ ٹرپ مس نہیں کرنا چاہتیں تھیں، مگر جانتی تھیں کہ پرمیشن نہیں ملے گی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''میرب نوٹس بورڈ دیکھا۔'' نگین نے کیفے ٹیریا میں کونے والی ٹیبل پہ بیٹھی میرب کے پاس آ کر چیئر کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں دیکھ بھی لیا اور دیکھ کر اپنا دل بھی جلا لیا۔'' وہ جلے دل کے ساتھ جلے لہجے میں بولی تھی۔

''کیوں ایسا کیا ہوا؟'' نگین نے ناسمجھی سے پوچھا تھا۔

''کیا ہوا؟ تمہیں نہیں پتہ کیا ہوا؟'' میرب نے آنکھیں گھما کر تیکھے چتون سے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا۔

''جیسے کہ تمہیں فٹ سے اجازت مل جائے گی نا جانے کی، چھوڑ یار کوئی اور بات کرو، بلکہ کچھ کھانے کو منگواؤ بہت بھوک لگی ہے۔'' وہ اب لاپروائی سے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

''کیا پتہ مل بھی جائے، ہم ٹرائے تو کر سکتے ہیں نا، ویسے بھی میرب یہ موقع دوبارہ نہیں ملیں گے ہمیں، یونی ختم ہو جائے گی تو کیا پتہ ہم سب کہاں کہاں ہوں گے، پھر یہ موقع دوبارہ تھوڑی ملے گا، تو حرج ہی کیا ہے کہ ہم ان لمحوں کو اچھی طرح جی لیں، یادگار بنا دیں، کتنا مزہ آئے گا جب ہم سب دوست مل کر ان خوبصورت علاقوں کی سیر کو جائیں گے، جہاں کی خوبصورتی کے قصے ہم دیکھتے اور سنتے آئے ہیں ہمیشہ سے، تمہارا کیا خیال ہے۔''

نگین کا بہت دل تھا کہ وہ اس ٹرپ پہ جائے اور اگر میرب ساتھ دیتی تو شاید ان کو اجازت مل جاتی، ویسے بھی ایک کوشش کرنے میں حرج ہی کیا تھا، کم از کم دل میں افسوس تو نہ رہتا نا کہ کوشش ہی نہیں کی۔

''خیال تو اچھا ہے یار، تم کیا سمجھ رہی ہو کہ میں جانا نہیں چاہ رہی ہوں، آف کورس میں جانا چاہ رہی ہوں، مگر میری اماں کا جلالی روپ تم نے ابھی دیکھا نہیں ہے، بابا کی عدالت میں کیس بعد میں جائے گا اماں نے پہلے ہی منع کر دینا ہے۔'' میرب نے اپنی رضا مندی ظاہر کرتے ہوئے اسے بتایا تھا۔

''تو پھر ٹھیک ہے، اگر تمہارا بھی دل ہے جانے کا تو ہم ایک کوشش تو کر سکتے ہیں نا، کیا پتہ اجازت مل جائے، تم نے ٹیچرز کے نام پڑھے جو اس ٹرپ پہ ساتھ جا رہے ہیں۔'' نگین نے جوش سے اس سے پوچھا تھا، میرب نے نفی میں سر ہلا کر سینڈوچ اٹھا لیا تھا جو ابھی ابھی لڑکا رکھ کر گیا تھا۔

''ان میں زارون بھائی کا نام بھی ہے، اس لئے میں کہہ رہی ہوں کہ ہم ان کی مدد بھی لے سکتے ہیں۔'' نگین نے سامنے رکھے جوس کا گھونٹ بھر کر مسکرا کر اسے بتایا تھا۔

''اف، کہیں مان ہی نہ جائے تمہارا کھڑوس بھائی، اب تو ہمارا جانا کینسل ہی سمجھو تم سویٹ ہارٹ اور چپ کر کے ایگزام کی تیاری کرو۔'' میرب نے ہاتھ جھاڑ کر گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

''اپنی طرح سے مفروضے مت بنایا کرو میرب، اگر وہ ہمارے ساتھ جانے کو مان گئے تو مجھے یقین ہے کہ امی بھی مان جائیں گی، پھر تمہارے پیرنٹس کو بھی منا لیں گے یار، پلیز نہ میرب میرا اتنا دل ہے کہ ہم دونوں جائیں، مان جاؤ نا۔'' نگین نے اسے لتاڑا تھا پھر پیار سے منانے کی کوشش کی تھی۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے، تم پہلے اس ہٹلر کو، سوری میرا مطلب ہے کہ سر زارون کو مناؤ، میں اماں اور بابا سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' میرب نے روانی سے کہتے کہتے زبان

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

دانتوں تلے دبا کر بمشکل بات کو بدلا تھا، جس پہ نگین نے اسے گھور کر دیکھا تھا، اب وہ دونوں پلان کرنے لگیں تھیں کہ کس طرح سے بات کرنی ہے، جبکہ میرب کو پورا یقین تھا کہ نہ سر زاروزن حیدر مانیں گے اور نہ ہی اس کے اماں بابا، مگر نگین پرامید تھی اور وہ نگین کی خاطر پرجوش تھی۔

☆☆☆

''ارے بھئی منصور کہاں ہو، گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے، بچے کہاں ہیں۔'' اپنے کمرے میں بیٹھے منصور احمد کے کانوں میں بڑے بھائی جہانگیر احمد کی آواز پہنچی تو وہ فوراً ہی اخبار وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔

''السلام علیکم بھائی صاحب، کیسے ہیں آپ، وہ دراصل میرب اور انس باہر مارکیٹ تک گئے ہیں، ان دونوں کو کچھ کتابیں لینی تھیں اور طیبہ شاید کچن میں ہیں، آپ آیئے نا بیٹھیے۔'' منصور احمد نے انہیں تفصیلاً سب کے بارے میں بتایا تھا، وہ سلام کا جواب دے کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے۔

''بھئی تمہاری بھابھی صاحبہ بھی اپنی بہن کی طرف گئی ہوئی ہیں اور لڑکے دونوں باہر تو میں نے سوچا کہ نیچے آجاؤں، بڑے دن ہو گئے ہیں یار تمہارے ساتھ گپ شپ لگائے ہوئے۔'' انہوں نے آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا، واقعی مصروفیت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کئی کئی دن تک دونوں بھائی آپس میں مل ہی نہیں پاتے تھے اور آتے جاتے سرسری ملاقات ہو بھی جاتی تو بیٹھنے کا موقع نہیں مل پاتا تھا، آج ذرا فرصت ملی تو سوچا جا کر بھائی سے گپ شپ لگائیں۔

''بہت اچھا کیا بھائی صاحب، میں خود بھی کافی دنوں سے یہی سوچ رہا تھا، واقعی زندگی نے اس قدر مصروف کر دیا ہے کہ ہم کئی کئی دن تک ایک دوسرے سے مل ہی نہیں پاتے، آپ آرام سے بیٹھیں میں طیبہ سے کہتا ہوں کہ وہ اچھی سی چائے بنائے اور ساتھ میں آپ کے پسندیدہ کباب اور پکوڑے بھی۔'' انہوں نے پورے دل سے بڑے بھائی کی تائید کی تھی، انہیں حقیقتاً بڑے بھائی کا اس طرح سے آنا اچھا لگا تھا۔

''ہاں بھئی ضرور کہو چائے کی طلب بھی ہو رہی ہے اور کباب اور پکوڑوں کا سن کر تو بھوک بھی لگنے لگی ہے اور ہاں واپسی پہ شطرنج بھی لیتے آنا، آج ایک بازی ہو جائے۔'' انہوں نے پیچھے سے آواز لگائی تو منصور احمد مسکراتے ہوئے کچن کی طرف آئے تھے، جہاں طیبہ پہلے سے ہی بھائی صاحب کی آواز سن کر چائے کا پانی رکھ چکیں تھیں، کباب بھی فریج سے نکال لیے تھے اور اب پکوڑوں کے لئے بیسن گھول رہیں تھیں۔

''آپ چلیں، بھائی صاحب کے پاس بیٹھیں میں چائے بنا کر سب کچھ لا رہی ہوں، ان کی آواز سن کر میں نے چائے کا پانی چڑھا دیا تھا، اس لئے سلام کرنے بھی نہیں آئی۔'' طیبہ نے انہیں دیکھ کر خوشدلی سے کہا تھا، جانتی تھیں کہ وہ چائے کا ہی کہنے آئے ہیں، کیونکہ لاؤنج سے آتیں آوازیں کچن تک با آسانی پہنچ رہیں تھیں، ویسے بھی جہانگیر بھائی بہت دنوں بعد آئے تھے اور طیبہ کے ہاتھ کی چائے اور پکوڑے بے حد مرغوب تھے سو پہلے ہی تیاری شروع کر دی تھی۔

''آپ کی کیا بات ہے بیگم صاحبہ، ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے گھر والوں کے دل میں گھر کرنا بھی خوب جانتی ہیں آپ، کہنے سے پہلے ہی بات جان لیتی ہیں، چلئے آپ چائے لے کر آیئے تب تک ہم دونوں شطرنج کی ایک بازی لگاتے ہیں۔'' وہ بیگم کو سراہتے شطرنج کا بورڈ ہاتھ

میں اٹھائے باہر نکل گئے تھے، وہ مسکراتے ہوئے اپنا کام کرنے لگیں تھیں۔

"منصور، سچ کہوں تو ایک خاص کام سے تمہارے پاس آیا ہوں، اگر تم برا نہ مانو تو تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" منصور احمد شطرنج کی چال چلتے ہوئے اپنے ہی دھیان میں گم تھے، جب بڑے بھائی کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"جی بھائی صاحب، آپ حکم کریں پوچھ کیوں رہے ہیں۔" ان کے لہجے میں بڑے بھائی کے لئے بہت مان اور احترام تھا، طیبہ بھی اس وقت ان دونوں کے پاس ہی بیٹھیں تھیں، وہ چائے لے کر آئیں تو بھائی صاحب نے بصد اصرار انہیں بھی پاس بٹھالیا تھا، شاید اس لئے کہ وہ کوئی بات کرنا چاہ رہے تھے۔

"پتہ نہیں تم لوگ کیا سوچو گے کہ اتنے دن بعد آیا بھی تو اپنی غرض لے کر مگر سچ کہوں تو برسوں پرانی دل کی خواہش ہے یہ جو آج تم لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں، امید ہے تم مایوس نہیں کرو گے۔" جہانگیر صاحب نے خود کو ملامت کرتے ہوئے بہت مان سے چھوٹے بھائی اور بھابھی سے کہا تھا۔

"ارے نہیں بھائی صاحب آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، آپ ہمارے بڑے ہیں، آپ جو کہنا چاہ رہے ہیں بلا جھجک ہو کر کہیے، ہمارے لئے تو اعزاز ہوگا کہ اگر ہم آپ کی خواہش کو پورا کر سکیں۔" پاس بیٹھی طیبہ نے ان کا مان بڑھایا تھا، کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ جٹھانی سے ان کے تعلقات کیسے بھی رہے ہوں، مگر جہانگیر بھائی صاحب نے انہیں ہمیشہ ہی بھابھی کم اور بہن بیٹی کا درجہ دیا تھا، اس لئے وہ بھی ان کی دل سے عزت کرتی تھیں۔

"وہ...... بس تم لوگوں سے ہے اسی عزت اور مان کو دیکھ کر تو آج یہاں چلا آیا ہوں۔" انہیں چھوٹے بھائی اور بھابھی کے رویے سے تقویت ملی تھی۔

"منصور بات دراصل یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں بلکہ میری خواہش ہے کہ تم میرب کو میری بیٹی بنا دو، میرے سعد کے لئے اسے میری جھولی میں ڈال دو، میں ساری زندگی تمہارا مشکور رہوں گا۔" بالآخر وہ اپنے دل کی بات زبان پہ لے آئے، ان کا مدعا سن کر منصور صاحب اور طیبہ کچھ دیر کے لئے بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گئے تھے، انہیں قطعی توقع نہیں تھی کہ وہ یہ بات کرنے والے ہیں۔

"مگر بھائی صاحب، یہ کیسے ممکن ہے، کیونکہ بھابھی کبھی نہیں مانیں گی، ہمیشہ سے ان کا رجحان اس معاملے میں اپنے میکے کی طرف رہا ہے، پھر میرب ابھی پڑھ رہی ہے اور سعد بھی تو۔" طیبہ جھجک کر خاموش ہوئیں تھیں، جٹھانی کی عادت وفطرت سے وہ اچھی طرح واقف تھیں اور انہیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ ابھی اس بات سے لاعلم ہیں کہ جہانگیر بھائی کیا چاہ رہے ہیں اور سعد وہ عادت میں بے شک فراز سے بے شک کچھ بہتر تھا، مگر ٹک کر کوئی بھی کام نہ کرنا اس کی سب سے بڑی خامی تھی، اس لئے طیبہ ان کا مدعا سن کر زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکیں تھیں کیونکہ معاملہ ان کی اکلوتی بیٹی کا تھا۔

"میں جانتا ہوں، سمجھتا ہوں، تم دونوں کیا سوچ رہے ہو، مگر میرا یقین کرو میں میرب کو اپنے گھر میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا، وہ میری بیٹی ہے، سعیدہ کی تم فکر نہ کرو، اسے منانا میری ذمہ داری ہے اور رہا سعد تو اس کی رضا مندی سے ہی میں یہ بات کر رہا ہوں، اس کا رجحان اس

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

طرف ہے، اس لئے میں نے اس کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ کاروبار میں میرا ہاتھ بٹائے گا، باقاعدگی سے آفس جائے گا تو ہی اس بات کو میں آگے بڑھاؤں گا اور اس نے میری بات مان لی اور اب ماشاء اللہ سے دو ماہ سے وہ سنجیدگی سے کام پہ توجہ دے رہا ہے، آفس کا سارا کام اس نے سنبھال لیا ہے۔''

تو گویا وہ مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے، کہ انہیں قائل کر کے ہی رہیں گے طیبہ تو فوراً ہی انکار کرنا چاہتی تھی، مگر ان کے احترام میں خاموش رہی البتہ منصور صاحب کچھ تذبذب کا شکار نظر آرہے تھے، حقیقت یہی تھی کہ وہ سعد کے مجبور کرنے پہ ہی یہاں آئے تھے، کچھ اس کی اپنی خواہش بھی تھی مگر بیگم کو بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ میرب کے لئے کبھی نہیں مانیں گی مگر کچھ وجوہات کی بنا پہ وہ سعد کی ضد کے آگے مجبور ہو گئے تھے، اب طیبہ فکرمندی سے شوہر کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ کچھ بولتے کیوں نہیں ہیں۔

''بھائی صاحب آپ کی سب باتیں صحیح ہیں، مگر یہ سب اس طرح سے اچانک آپ نے کہہ دیا ہے کہ میری تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ سے کیا کہوں، ٹھیک ہے سعد گھر کا بچہ ہے دیکھا بھالا ہے مگر یہ معاملات اس طرح سے تو طے نہیں ہوتے نا، اور پھر ہم نے کبھی اس طرح سے سوچا بھی نہیں ہے، پھر میرب ابھی پڑھ رہی ہے، وہ کچھ کرنا چاہتی ہے، اس سے بھی پوچھنا ضروری ہے اور بھابھی کیا ری ایکٹ کریں گی یہ بھی ہم نہیں جانتے ہیں، تو بہتر یہی ہوگا کہ ہم جلد بازی سے کام نہ لیں اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں، جو بھی بہتر ہو پھر جو اللہ کو منظور۔'' منصور صاحب نے نہایت مناسب الفاظ میں اپنے دل کی بات بڑے بھائی کو سمجھا دی تھی، اس طرح کہ وہ بات سمجھ بھی جائیں اور انہیں برا بھی نہ لگے۔

''ہاں ہاں ٹھیک ہے جلدی کیا ہے آرام سے سوچو پھر جواب دو، مگر میں بہت مان سے آیا ہوں یار تمہارے پاس، مایوس مت لوٹانا، میرب میرے دل کا ٹکڑا ہے، اسے کبھی کوئی کمی نہیں ہو گی۔'' وہ اتنی عاجزی سے بولے تھے کہ منصور احمد اور طیبہ شرمندہ سے ہو گئے تھے، لیکن بنا سوچے سمجھے اتنا بڑا فیصلہ یوں ایک دم سے کیا بھی تو نہیں کیا جا سکتا تھا نا۔

''ارے تایا جان السلام علیکم۔'' اسی وقت میرب اور انس نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا اور تایا کو سامنے دیکھ کر سیدھے ان کے پاس ہی چلے آئے تھے۔

''وعلیکم السلام میری جان، کیسے ہو تم دونوں۔'' وہ دونوں کو دائیں بائیں بٹھائے ان سے باتوں میں مصروف ہو گئے تھے، ان دونوں کے آنے سے موضوع خود بخود ہی تبدیل ہو گیا تھا، مگر منصور احمد اور طیبہ کے لئے سوچوں کے نئے در کھول گیا تھا۔

☆☆☆

آج اتوار تھا، اس لئے سبھی لوگ گھر پہ تھے، شام کے وقت چائے کا مگ تھامے زارون بڑے آرام دہ انداز میں پرسکون سا بیٹھا ٹی وی پہ کوئی ٹاک شو دیکھ رہا تھا، مگر کن کھیوں سے وہ کتنی ہی بار دیکھ چکا تھا کہ نگین بہانے بہانے سے لاؤنج کا کتنی ہی بار چکر لگا چکی ہے اور زارون اچھی طرح جانتا تھا کہ نگین ایسا تبھی کرتی ہے جب اسے بھائی سے کوئی ایسی بات کرنا ہو جس کے نہ ماننے کا اندیشہ ہو، وہ اس کی چھوٹی بہن تھی اور اس کی عادات سے اچھی طرح واقف تھا۔

''نگی۔'' جب وہ پانچویں بار لاؤنج سے گزری تو زارون نے اسے آواز دی تھی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"جی بھائی، کچھ چاہیے۔" وہ فوراً ہی پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے تو کچھ نہیں چاہیے، تم بتاؤ، تمہیں کیا پرابلم ہے، کیا چاہیے کیا کہنا ہے، جو اتنی دیر سے لاؤنج کے چکر لگا رہی ہو۔" زارون نے بنا کوئی تمہید باندھے ڈائریکٹ اس سے پوچھا تھا، نگین جانتی تھی کہ وہ اسے نوٹس کر رہا ہے اور سمجھ بھی چکا ہے کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہ رہی ہے، مگر پھر بھی وہ اس وقت کچھ گھبرا سی گئی تھی، بڑے بھائی سے ویسے بھی وہ دونوں تھوڑے دبتے تھے۔

"وہ بھائی، آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"وہ تو مجھے پتہ چل ہی گیا ہے کہ کوئی بات کرنی ہے مگر کیا بات کرنی ہے اب یہ بھی بتا دو، تاکہ تمہاری بے چینی ختم ہو اور میری پریشانی بھی۔" زارون نے چائے کا خالی مگ سامنے ٹیبل پر رکھا تھا اور ٹی وی کی آواز میوٹ کر کے ریموٹ سائیڈ میں رکھ دیا تھا، مطلب اب وہ مکمل طور پہ نگین کی طرف متوجہ تھا اور اس کی یہ مکمل توجہ نگین کو اور کنفیوژ کر گئی تھی۔

"نگی۔" زارون نے اسے خاموش پا کر سرزنش کی تھی، جواباً دھیرے دھیرے نگین نے اپنا مدعا اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"ہوں تو یہ بات ہے، لیکن نگین اس نوٹس سے تو میں نے اگلے ہی دن اپنا نام نکلوا دیا تھا تم نے شاید پھر دیکھا نہیں، کیونکہ تم جانتی ہو کہ مجھے ایسی چیزوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اور دوسرا اہم کام مجھے ان ہی دنوں میں آفس کے کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہے، سو میں تو نہیں جا رہا ہوں اور تم اپنا جانا بھی کینسل سمجھو کیونکہ امی نے کبھی بھی تمہیں ایسے کسی ٹرپ پہ جانے کی اجازت کبھی نہیں دینی ہے، تو بیٹا اچھے بچوں کی طرح آپ صرف اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دیں اور ایگزام کی تیاری کریں، آئی سمجھ۔" زارون نے نہایت وضاحت سے اسے سمجھایا تھا اور وہ سچ ہی کہہ رہا تھا اسے جانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور دوسرے واقعی وہ ان ہی دنوں اپنے کام میں مصروف تھا اور ایک میٹنگ کے لئے اسلام آباد جا رہا تھا۔

"بھائی پلیز بھائی، اگر آپ جائیں گے نا تو مجھے اور میرب کو بھی آسانی سے اجازت مل جائے گی، پلیز مان جائیں نا، وہ میرب ویسے ہی کہہ رہی تھی کہ آپ کبھی نہیں مانیں گے، مگر میں نے کہا کہ میں آپ کو منا لوں گی، آپ کہیں گے تو امی بھی مان جائیں گی اور آفس کے کام کے لئے راحم بھائی کو بھیج دیں نا، پلیز بھائی۔"

وہ منت بھرے انداز میں اس کا بازو تھامے کہہ رہی تھی، دراصل وہ جانے میں اس لئے بھی اس قدر دلچسپی لے رہی تھی کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ میرب زارون میں انٹرسٹڈ ہے اور امی اور نگین کی خواہش بھی یہی تھی کہ زارون میرب کے لئے مان جائے مگر زارون امی کو اس شادی کے لئے منع کر چکا تھا، اس لئے وہ چاہتی تھی کہ وہ تینوں اس ٹرپ پہ جائیں تاکہ اس طرح سے زارون اور میرب کو شاید موقع مل سکے ایک دوسرے کو سمجھنے کا اور زارون مان جائے میرب کے لئے، اس طرح ان کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور میرب کو بھی اس کی چاہت مل جائے گی، مگر زارون مانیں تب نا۔

"اچھا تو یہ خناس اس بے وقوف لڑکی نے تمہارے دماغ میں بھرا ہے، اب سمجھا میں، میں تم لوگوں کے ساتھ جا کر اپنا وقت برباد کروں اور راحم کو آفس کے کام سے بھیج دوں اور امی، امی کا سوچا ہے تم نے وہ اکیلی کیسے رہیں گی۔" زارون نے میرب کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اسے ڈپٹا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

تھا، کیونکہ اسے میرب سے اس بے وقوفی کی امید تھی مگر نگین سے نہیں مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس بار یہ خناس سراسر نگین کے دماغ میں سمایا ہے، وہ بھی اپنے پیارے بھائی اور عزیز دوست کی خوشیوں کی خاطر، لیکن اس وقت اس کی بات سن کر نگین بھی چپ کر گئی تھی، واقعی یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی دونوں بھائی بہن میں، مجھے بھی کچھ بتاؤ، اور نگین منہ کیوں لٹکا رکھا ہے۔'' امی بھی نماز پڑھ کر وہیں آن بیٹھیں تھیں، ان کو باتیں کرتا دیکھ چکیں تھیں، اس لئے پوچھ لیا، جواباً زارون نے انہیں پوری بات بتا دی تھی۔

''جب بھائی منع کر رہا ہے تو کیوں ضد کر رہی ہو نگین، ویسے بھی میں تمہیں کبھی اس طرح کے کسی ٹرپ پہ جانے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گی، کیا پہلے کبھی گئی ہو اس طرح سے اسکول کالج کی طرف سے تو اب کیوں، ہرگز نہیں۔'' امی نے پوری بات سن کر قطعی لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

''امی میں تو صرف اس لئے کہہ رہی تھی کہ اگر بھائی ساتھ چلتے تو، میں اور میرب بھی جا سکتے تھے کیونکہ میرب کی فیملی بھی بھائی پہ ٹرسٹ کرتی ہے، لیکن ٹھیک ہے جیسے آپ لوگ کہیں۔'' نگین نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا اور چپ چاپ وہاں سے اٹھ آئی تھی، لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ امی کو ایک بار اپنا پلان ضرور بتائے گی، اور اسے یقین تھا کہ امی اس کی بات کو ضرور سمجھیں گی اور مان جائیں گی کیونکہ وہ دل سے میرب کو اپنی بہو بنانے کے لئے سنجیدہ تھیں اور ہوا بھی یہی، اگلی صبح وہ خود زارون سے کہہ رہیں تھیں کہ وہ انہیں ٹرپ پہ لے جائے اور یہ تبدیلی رات کو نگین کا پلان سننے کے بعد آئی تھی۔

''ٹھیک ہی تو ہے بیٹا، ایسے موقع روز روز بھلا کب آتے ہیں، میں نے بہت سوچا پھر لگا کہ اجازت دے دینی چاہیے، اکیلے تھوڑی ہوں گی وہاں پھر اگر تم بھی ساتھ چلے جاؤ گے تو ہمیں بھی تسلی رہے گی اور بچیاں بھی آرام سے گھوم پھر لیں گی، آفس کا کام آگے پیچھے کر لو، کیا ہو جائے گا، کام تو ساری زندگی چلتے ہی رہتے ہیں۔'' انہوں نے حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتے زارون کے سامنے ناشتہ رکھتے ہوئے کہا تھا، سر جھکائے اپنی پلیٹ پہ جھکی نگین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

''مگر امی میں نہیں جا سکتا ہوں، آپ جانتی ہیں اس طرح سے گھومنا پھرنا میرا مزاج نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس اتنا فالتو ٹائم ہے کہ یوں برباد کروں اور پھر میری بہت ضروری میٹنگ ہے سو میں کسی صورت نہیں جا سکتا ہوں اور پھر کل تو آپ کچھ اور کہہ رہی تھیں اور اب کچھ اور، بہرحال جو بھی ہے میں کہیں نہیں جا رہا ہوں۔'' زارون نے الجھتے ہوئے انہیں دیکھا تھا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا تھا، نگین خاموشی سے بنا کچھ کہے اپنا ناشتہ ختم کر کے اٹھ گئی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ امی اس کی بات سمجھ چکیں ہیں، سو اب زونی بھائی کو منانا امی کا کام تھا، اس لئے وہ اطمینان سے میرب کو کال ملانے لگی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

سنو اے محبت ہو میری

نورین چوہان

''محبت اک ننھا سا پودا ہے جو وفا، اعتبار اور عزت سے پروان چڑھتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اک ایسے خوشبو دار درخت کا روپ دھار لیتی ہے، جس کی خوشبو ہر ایک کے لئے ہوتی ہے، محبت صرف مرد اور عورت سے مشروط نہیں بلکہ اک ماں کی بچے سے، بھوکے کی روٹی، بارش کی زمین سے اور جدائی کی ملن سے، غرض محبت ہر روپ میں ہر شکل میں ہمارے اردگرد ہر جگہ موجود ہے۔'' ضامن نے اک طائرانہ نظر سب پر ڈالی، اس کے الفاظ کے فسوں میں گھرے سب اسے دم سادھے سن رہے تھے، جن میں سرفہرست مرحا حیدر تھی اور بس یہیں پر آ کر اس کے الفاظ نے پلٹا کھایا تھا۔

''لیکن یہ گئے زمانوں کی بات ہے، جب محبت اور اس کی کرامات پر یقین رکھا جاتا تھا، جب بھوک لگنے پر صبر کیا جاتا تھا، بارش نہ آنے پہ دعا کی جاتی تھی، جب بلکتے بچے کو ماں کی گود میں سکون ملتا تھا اور جدائی کی گھڑیوں میں بھی وصال

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ناولٹ

پار ہوتا تھا، یہ باتیں گزرے زمانے کے ساتھ ہی گزر چکی ہیں، آج اگر محبت کہیں زندہ ہے یا اس کا وجود پایا جاتا ہے تو شاید وہ اتنی تہوں میں چھپ چکا ہے کہ اس سے گرد ہٹانا ناممکن ہے۔''

''ویسے مس مرحا آپ کے نزدیک محبت کیا ہے؟'' اپنی بات مکمل کر کے دم سادھے کھڑی مرحا حیدر کی سمت توجہ ہوا تھا اور مرحا حیدر یوں چونکی جیسے کسی خواب سے یکدم جگا دیا گیا ہو۔

''میرے نزدیک محبت بارش کی پہلی بوند جیسی ہے، جو خود فنا ہو کر زمین کی بقاء کی وجہ بنتی ہے۔''

''یعنی آپ یہ مانتی ہیں کہ مجنوں کا صحراؤں کی خاک چھاننا صحیح طرز عمل تھا۔'' آنکھیں سکیڑ کر مرحا حیدر کو بغور دیکھا۔

''ہاں۔''

''گستاخی معاف، لیکن یہ وہ دور نہیں ہے جہاں محبت کو ابدی سمجھا جاتا تھا، آج کل محبت یوز اینڈ تھرو (استعمال کرو اور پھینک دو) سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، کوئی پاگل ہی ہوگا جو محبت کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑے اور جوگ لیے صحراؤں کی خاک چھاننے کے لیے نکل کھڑا ہو، بھلا آج کے دور میں محبتوں کی کوئی کمی تھوڑی ہے، ایک سے بڑھ کر ایک حسین چہرہ آپ کے قدموں میں رلنے کے لیے تیار کھڑا ہوتا ہے۔''

''تو تمہارے نزدیک محبت صرف کھلونا ہے، جب چاہا کھیل لیا اور جب جی بھر گیا تو پھینک دیا۔'' مرحا کو ضامن کی باتوں سے شدید دکھ پہنچا تھا۔

''یقیناً۔'' ضامن دھیرے سے مسکرایا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے اگر مسٹر مجنون کے دور میں نائٹ کلب ہوتے تو وہ صحراؤں کی خاک چھانتا نہیں مس مرحا حیدر وہ اپنا غم غلط کرنے کے لیے نائٹ کلب جاتا اور کسی حسینہ کی زلفوں کا اسیر ہو کے لیلیٰ کو بھول بھال جاتا، یہ دنیا ایسی ہے یہاں کوئی کسی کے لیے جوگ نہیں لیتا۔'' ضامن کا مقصد صرف مرحا کو تپانا تھا اور حسب عادت وہ تپ بھی گئی تھی۔

''محبت کو کھلونا صرف تم جیسے لوگ کہہ سکتے ہیں جس کے نزدیک زندگی ایک تھرل سے زیادہ کچھ نہیں، جو تعلیمی اداروں میں اپنے باپ کے پیسوں سے عیاشی کرنے آتے ہیں، جن کا مقصد صرف مار کٹائی ہو وہ محبت جیسے فلسفے کی اہمیت کیا جانیں۔''

''آپ تو دل پر ہی لے گئیں ورنہ میں نے تو اپنے خیالات بیان کیے تھے۔'' وہ مرحا کے تپے تپے تاثرات سے حظ اٹھاتا مزے سے بولا، جبکہ مرحا اسے نظر انداز کیے اپنی چیزیں سمیٹنے لگی کیونکہ پیریڈ آف ہو چکا تھا۔

☆☆☆

''ابا! آپ ذرا بھی اپنا خیال نہیں رکھتے میں سوپ بنا کر گئی تھی مگر ذرا جو آپ نے چکھا ہو، اگر نہیں پینا تھا تو مجھے بتا دیتے میں کچھ اور آپ کے لیے بنا جاتی۔'' وہ نروٹھے پن سے کہتی انہیں سوپ پلانے لگی۔

''دل نہیں کیا بٹوا۔''

''بعض کام نا چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتے ہیں۔'' وہ انہیں سمجھاتے بولی۔

''ہاں، جیسے تو نے اپنے دل کو مار کے فیض عالم سے شادی کا فیصلہ کیا ہے، کاش، بٹوا میں اپاہج نہ ہوا ہوتا تو میری بیٹی کو ان مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔'' حیدر علی نے افسردگی سے کہتے سوپ کا پیالا سامنے سے ہٹایا۔

''میں خوش ہوں ابا! اور ویسے بھی ہر انسان مکمل نہیں ہوتا، کچھ نہ کچھ خامیاں تو سب میں ہوتی ہیں، اسی لیے سمجھوتا ضروری ہو جاتا ہے۔''

''سمجھوتے کے سہارے زندگی نہیں کاٹی جاتی، محبت زندگی کا لازمی جز ہے جس کے بغیر زندگی بنجر زمین سی ہوتی ہے، جہاں نہ کوئی فصل اگتی ہے اور نہ ہریالی آتی ہے۔'' حیدر علی کا بس نہ چلتا تھا ورنہ وہ کب کا فیض جیسے ناسور کو اپنی بیٹی کی زندگی سے نکال پھینکتے۔

''جب ضروریات زندگی آپ کا راستہ روکے کھڑی ہوں تو محبت اتنی ضروری نہیں رہتی۔'' اس کے لہجے میں تلخی اتر آئی۔

''اور ویسے بھی محبت ہمیں دیتی ہی کیا ہے جو ایک وقت کی روٹی نہ دے پائے جو مشکل وقت میں سہارا یا ڈھال نہ بن پائے وہ محبت بھی بنجر زمین کی ہی مانند ہوتی ہے۔''

''ایک پودے کو بھی ہرا بھرا رہنے کے لئے کھاد پانی کی ضرورت ہوتی ہے، تم تو پھر عورت ہو جس کا ضمیر ہی محبت کی مٹی سے گوندھا گیا ہے، عورت محبت کے بغیر سوکھی لکڑی کی مانند ہوتی ہے ذرا سی ضرب سے چٹخ جاتی ہے، عورت کو خاص مرد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور مرد کی محبت تو عورت کے لئے صبح کی اذان جیسی مقدس اور پاک ہوتی ہے، بھلا فیض جیسا اوباش شخص جس کی مجلسیں دنگا فساد کرتے اور راتیں طوائفوں کے پاس گزرتی ہیں، وہ بھلا محبت کے معنی و مطالب سے کیسے واقف ہوگا، ابھی وقت تیرے ہاتھ میں ہے بٹوا، سوچ لے اس سے پہلے کہ زندگی میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ بچے۔'' ان کے الفاظ سے ٹپکتی یاسیت نے مرحا کے دل کو جکڑا پر وہ ان کی بات ماننے سے قاصر تھی، اسی لئے ان کا ہاتھ اپنی گرفت میں لئے گویا ہوئی۔

''سوچتے وہ ہیں ابا، جن کی زندگی میں دوسرا آپشن موجود ہوتا ہے، ہم جیسے جو دوسروں کے احسانوں کے بوجھ تلے دبے ہوں ان کی سوچوں تک پر بھی دوسرے قابض ہوتے ہیں اور ویسے بھی آج کے دور میں محبت صرف وقت گزاری کی چیز ہے، لوگ استعمال کرتے ہیں اور پھینک دیتے ہیں۔'' ضامن بشر حیات کا خیال آتے ہی سوچیں تک سلگنے لگی تھیں۔

''اور جہاں ایسے لوگ پائے جاتیں وہاں محبت اور محبت کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔''

''پر بٹوا۔''

''بہت باتیں ہو گئیں اب آپ دوا لیں اور آرام کریں۔'' وہ انہیں ٹوکتے ہوئے بولی، حیدر علی نے خاموشی سے دوا کھا لی مگر التجائیہ نظریں اب بھی مرحا پر جمی تھیں، وہ انہیں نظر انداز کرتے باہر آ گئی۔

☆☆☆

مرحا کی والدہ کا انتقال اس کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا، اس کی پرورش حیدر علی کے ہاتھ میں ہوئی تھی، حیدر علی ایک معمولی سے کلرک تھے، پر اس کے باوجود انہوں نے مرحا کو کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی تھی، جن دنوں مرحا نے ایم بی اے کا ایگزام پاس کیا انہی دنوں حیدر علی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں اپنی دونوں ٹانگیں گوا بیٹھے تھے، مرحا پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی تھی، ماں کو تو کبھی دیکھا نہ تھا، زندگی کا ہر رشتہ باپ سے ہی وابستہ تھا، مگر اس قیامت سے بڑی قیامت فیض عالم کا اس کی زندگی میں آنا تھا، ایکسیڈنٹ ہونے پر فیض عالم ہی انہیں ہسپتال لے کر گیا تھا اور پھر اسی نے ہی ہسپتال اور اس کے بعد کے اخراجات اٹھائے تھے، یوں وہ قرضوں کے بوجھ میں دبا کر مرحا کی زندگی کا مالک بن بیٹھا تھا، چونکہ حیدر علی کو خود سہارے کی ضرورت تھی تو وہ کیسے مرحا کا سہارا بن پاتے، لیکن گاہے بگاہے وہ اسے انکار پر اکساتے رہتے تھے اور مرحا ہر دفعہ پہلو تہی سے کام لیتی تھی، وہ چاہ کر بھی اس شادی سے انکار نہیں کر سکتی تھی، فیض عالم جیسے اوباش سے کوئی بعید نہ تھی وہ مرحا جیسی تنہا لڑکی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا، اگر وہ خود باعزت طریقے سے مرحا سے شادی کر رہا تھا تو اسے کیا پڑی تھی اپنی زندگی میں مشکلات پیدا کرتی جبکہ وہ حیدر علی کے ساتھ رہ کر ان کی دیکھ بھال بھی کر سکتی اور رہا دل تو زندگی نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ اس کے بارے میں کچھ سوچا جائے۔

☆☆☆

''کیا شریف گھرانے کے لڑکے اس وقت گھر آتے ہیں۔'' حارب کی برتھ ڈے پارٹی تھی جہاں سب فرینڈز نے خوب ہلا گلا کیا تھا، ذاکر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اور الماس تو اب بھی آنے نہیں دے رہے تھے مگر وہ معذرت کرتا اٹھ آیا تھا، جلدی جلدی کرتے بھی رات کے ڈھائی بج گئے تھے اور آتے ہی پہلا ٹاکرا بشر حیات سے ہوا تھا جو اسی کے انتظار میں اب تک جاگ رہے تھے۔

''آپ کو کس نے کہا ڈیڈ میں شریف لڑکا ہوں، میں تو ایک نمبر کا اوباش، لفنگا اور بدکردار جسے نہ اپنے ویلیوز پتہ ہیں اور نہ ہی اپنے اس شاہانہ خاندان کی عزت کا خیال ہے (وہ وہی الفاظ دہراتے بولا جو اکثر اسے بشر حیات سے سننے کو ملتے تھے) آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے، یا آپ کسی اور سے مخاطب ہیں۔'' اردگرد نظریں دوڑائیں۔

''پر میرے علاوہ یہاں کوئی اور نظر نہیں آ رہا، آپ ایسا کریں کسی اچھے سے سائیکاٹرسٹ سے اپنا معائنہ کروائیں کہیں آپ کو۔''

''شٹ اپ!'' بشر حیات اپنا ضبط کھو کر دہاڑے جبکہ ضامن نے فٹ سے اپنی انگلی ہونٹوں پر رکھی اور تابعداری سے سر اثبات میں ہلایا۔

''اپنی زبان کو لگام دینا سیکھو، ایک تو گھر لیٹ آتے ہو اوپر سے بکواس الگ۔'' ان کی دہاڑ سن کر ساریہ دوڑی چلی آئیں تھیں۔

''کہہ دو اپنے بیٹے سے ساریہ، یہ میرا گھر ہے، اسے سرائے سمجھنے کی بھول ہرگز نہ کرے، ایک تو رات، رات بھر غائب رہتا ہے اور مجھے ہی علاج کا مشورہ دیتا ہے، اگر میرے گھر میں رہنا ہے تو میرے حکم پر چلنا ہوگا ورنہ اپنا بندوبست بھی اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کر لے۔'' وہ اک غصیلی نظر ضامن پر ڈال کر تن فن کرتے سیڑھیاں چڑھ گئے جبکہ ضامن نے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا۔

''ضامن! اپنے ڈیڈ کو کیوں اتنا غصہ دلاتے ہو۔'' ساریہ بے بسی سے بولیں۔

''میں نے تو اک مشورہ دیا تھا، وہ بھی بالکل فری، اب پسند نہیں آیا تو نہ لیتے چلانے کی ضرورت کیا تھی۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا۔

''تم بچے نہیں رہے جو ہر بات تمہیں سمجھانی پڑے، وہ ڈیڈ ہیں تمہارے اگر کچھ کہہ لیتے ہیں تو تمہارے بھلے کو ہی کہتے ہیں۔'' ساریہ خفا ہوئیں۔

''یہی بات تو میں آپ سب کو سمجھانا چاہتا ہوں، میں اب بڑا ہو گیا ہوں اپنا برا بھلا سمجھ سکتا ہوں مجھے بچوں کی طرح ڈانٹنا اور ٹریٹ کرنا چھوڑ دیں۔'' وہ ہنوز خفا تھا۔

''ہاں جانتے ہیں تم کتنے بڑے ہو چکے ہو، تم شاید کچھ ماہ پہلے والا واقعہ بھول گئے ہو، تمہارے ڈیڈ نے پرنسپل کے سامنے جتنی سبکی اٹھائی تھی وہ شاید ہی کبھی فراموش کر سکیں اور اب اگر وہ تم پر روک ٹوک کرتے ہیں یا خفا ہوتے ہیں تو وہ اپنے اس رویے کے لئے حق بجانب ہیں۔'' ساریہ نے اسے لتاڑ کر رکھ دیا۔

''کچھ نہیں بھولا مام، واقعہ بھی اور اس کی اصل جڑ کو بھی۔'' (ذہن کی اسکرین پر اک چہرہ روشن ہوا)۔

''تم ہماری اکلوتی اولاد ہو، اگر تم ہی یوں بے راہ روی کا شکار ہو گئے تو ہمارے پاس کیا بچے گا، تمہارے بعد تو ہمارے پاس کھونے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے۔'' ساریہ کے لہجے میں قرب سمٹ آیا تھا جس نے ضامن کو تڑپا کے رکھ دیا۔

''اچھا آپ روئیں نہیں، آئندہ سے وعدہ نہ کبھی گھر لیٹ آؤں گا اور نہ ہی کوئی ایسا کام کروں گا جس سے آپ دونوں کو سبکی اٹھانی پڑے، آپ کو پتہ ہے مجھے یہ آنسو بالکل بھی اچھے

Waseem Azeem
www.pakistanipoint.com

نہیں لگتے خاص طور پر خوبصورت عورتوں کی آنکھوں میں۔'' وہ شرارت سے کہتا ان کے آنسو صاف کرنے لگا، جبکہ ساریہ نے اس کے کاندھے پر دھپ رسید کی۔

''شریر کہیں کا۔'' اور ٹیرس پر کھڑے بشر حیات نے اک مطمئن سانس فضا کے سپرد کی، وہ جانتے تھے ضامن جیسے اتھرے گھوڑے کو کوئی نکیل ڈال سکتا ہے تو وہ ساریہ بشر حیات کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

☆☆☆

ہمارے شہر میں پھولوں کی کوئی دکان نہیں
بس ایک شخص کے مسکرانے سے کام چلتا ہے

یونی نے ایگزام نیکسٹ منتھ اسٹارٹ تھے، ایسے میں ہر کوئی کتابوں میں سر دیئے بیٹھا نظر آتا، چونکہ فائنل ایگزام تھے تو اسٹوڈنٹ کی افراتفری کا عالم ہی نرالا ہوتا تھا۔

مگر ایسے میں واحد ضامن بشر حیات کا گروپ تھا جو اپنی پرانی روش سے اک انچ پیچھے نہ ہٹتا تھا، اب بھی وہ سبھی پلے گراؤنڈ میں ہاہا کار مچائے ہوئے تھے، وہاں سے گزرتی مرحا حیدر نے تعجب سے انہیں دیکھا، بلو شرٹ ٹراؤزر میں باسکٹ بال کھیلتا وہ گول کرنے میں مصروف تھا، ضامن کی نظر مرحا پر پڑی تو اک مسکان اس کی سمت اچھالی، وہ اس پر لعنت بھیجتی کلاس روم کی سمت بڑھی کیونکہ اس کا پیریڈ اسٹارٹ ہونے والا تھا۔

جونہی وہ کلاس روم سے باہر نکلی بری طرح سے کسی سے ٹکرا گئی، اس سے پہلے گرتی ضامن نے کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے سنبھالا دیا۔

آپ ٹکرا کے معذرت نہ کریں
پھول لگنے سے کچھ نہیں ہوتا

مرحا کو لب کھولتا دیکھ اس نے بڑی ترنگ میں شعر پڑھا، خفت سے یکبارگی مرحا کا چہرہ سرخ پڑا اور اسے خود سے پرے دھکیلا۔

''تم شاید ہوش میں نہیں ہو، ورنہ تمہیں اتنا سینس تو ہوتا کہ اپنے پروفیسرز سے بات کس طرح کرتے ہیں۔''

انور میری نظر کو یہ کس کی نظر لگی!!!
گوبھی کا پھول مجھ کو لگے ہے گلاب کا

مرحا کے نخوت سے کہنے پر ضامن نے کانوں کو ہاتھ لگاتے پھر سے شعر پڑھا۔

''میں ابھی جا کے ڈین آفس میں تمہاری شکایت کرتی ہوں، تمہیں تو ڈین ہی پوچھیں گے۔'' مرحا نے ڈین آفس کی سمت قدم بڑھائے مگر ضامن کے الفاظ نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا۔

''آپ یہ غلطی ایک بار پہلے بھی کر چکی ہیں اور بدلے میں ڈین کی بے بھاؤ کی بھی آپ کو ہی سننی پڑی تھیں۔''

''نہیں؟'' وہ چہرے پر کمینی مسکان سجائے مرحا کو پہلے سے بھی زیادہ کمینہ لگا۔

''اور کسی خوش فہمی میں نہ رہیے گا کہ ایک دفعہ آپ مجھے مزا دلوا چکی ہیں تو یہ سلسلہ بار بار چلتا رہے گا، کیونکہ آپ کی طرف ابھی پہلا ہی ادھار ہے مزید قرض چڑھا کر کیوں اتنا مقروض ہوتی ہیں۔''

''تم جیسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے، با ادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب۔'' جواباً وہ بھی تنفر سے گویا ہوئی۔

''اچھا! ایسا بھی ہوتا ہے۔'' کان کھجایا۔

''پر وہ کیا ہے نہ مس مرحا میں میرا ان لوگوں میں شمار نہیں ہوتا کیونکہ میرے لئے بے ادب بھی باادب کے زمرے میں شمار ہوتا ہے اور شاید آپ نے میرا ٹریک ریکارڈ چیک نہیں کیا،

Abdul Aleem
www.pakistanipoint.com

دنیا کی ہر کامیابی ضامن بشر حیات کے لئے ہی ہے۔'' چہرے پر وہی مسکان جس سے مرحا کو شدید چڑ تھی، محبت پر ہوئے مباحثے کے بعد آج پھر سے وہ دونوں آمنے سامنے تھے اور ان کا آمنا سامنا تو اسی دن ہو گیا تھا جب مرحا نے نیا نیا یونی کو جوائن کیا تھا، ہوا کچھ یوں کہ۔

ضامن کا اکنامکس کے ریاض سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا، غلطی جس کی بھی تھی پر ضامن نے اسے اتنا مارا کہ بیچارا شدید زخمی ہو کر ہاسپٹل جا پہنچا، ڈین آفس میں ضامن کے خلاف گواہی دینے کے لئے کوئی نہ گیا تب سب کی بے حسی پر کڑھتی ہوئی وہ خود ڈین آفس پہنچی اور سارے واقعے سے ڈین کو آگاہ کیا، جس کے نتیجے میں ضامن کو ایک مہینے کے لئے یونی سے بے دخل کر دیا گیا، بات یہیں پر ختم نہ ہوئی کیونکہ گھر جانے پر بشر حیات نے اس کی وہ کلاس لی کہ کچھ نہ پوچھیں ایک مہینے کے لئے ضامن کو دی گئی ہر سہولت چھین لی گئی، وہ یونی سے تو بے دخل ہوا ساتھ ہی ہر عیاشی بھی چھین گئی، اوپر سے اتنے کول ڈیڈ کا اتنا روڈ بی ہیوئیر اب سارا غصہ مرحا حیدر پر نہ نکلتا تو کس پر نکلتا، یونی واپس آتے ہی اس نے نت نئے طریقوں سے مرحا کو پریشان کرنا شروع کر دیا، تنگ آ کر مرحا نے پھر سے ڈین آفس میں اس کی شکایت کر دی، وہ مسرور سی ڈین آفس سے آئی تھی، مگر کچھ دیر بعد اسے ڈین آفس میں طلب کر لیا گیا تھا۔

''مس مرحا! آپ کو یہاں پر آپ کے شاندار اکیڈمک ریکارڈ کی بنیاد پر اپائنٹ کیا گیا ہے، اب اگر کسی چیز کا آپ کو علم نہیں تو اسٹوڈنٹ پر چلائے کے بجائے آپ لائبریری میں جایا کریں، وہاں آپ کے سبجیکٹ کے لحاظ سے آپ کو ہر ممکن مواد میسر ہو گا، آئندہ مجھے آپ کی کوئی شکایت نہ ملے ورنہ نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہونگی۔'' وہ میرے قدموں سے ڈین آفس سے باہر آئی تھی، سامنے کھڑے ضامن کو دیکھ کر وہ سارا معاملہ اک پل سمجھ گئی تھی، جو چہرے پر مسکان سجائے جتاتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، تنفر کی شدید لہر کو وہ سینے میں دبائے وہاں سے گزر گئی تھی پر ضامن بشر حیات ہر جگہ اس کی راہ کھوٹی کرنے کے لئے موجود ہوتا تھا، اب بھی وہ بغیر کچھ کہے گزر گئی تھی، جبکہ ضامن اپنی جیت پر مسرور ہوا تھا۔

☆☆☆

دکھ ہوں
درد ہوں
ساز ہوں
یا بیتے دنوں کی آواز ہوں
میں جو کچھ بھی ہوں
جو کوئی بھی ہوں
تم بن بہت اداس ہوں

''میرے خیال سے یہ والا لہنگا زیادہ سوٹ کرے گا تم پر، ایسا کرتا ہوں اسے ہی پیک کروا لیتا ہوں۔'' وہ دہکتے ہوئے سرخ عروسی جوڑے کو لئے کاؤنٹر کی سمت بڑھ گیا، جبکہ پیچھے وہ کڑھتی رہ گئی، وہ فیض عالم کے ساتھ شادی کی شاپنگ کرنے آئی تھی، فیض عالم کوئی بھی چیز خریدتے وقت اس کی صلاح ضرور لیتا مگر خریدتا وہی جو اسے پسند ہوتا تھا، مرحا بے بسی سے اسے چیزیں خریدتا دیکھتی پر کہتی کچھ نہ، جب زندگی ایک نا پسندیدہ شخص کے ساتھ گزارنی تھی، تو چیزوں سے کیا فرق پڑتا تھا۔

''کاش! یا اللہ میرا بھی کوئی بھائی ہوتا تو میں دیکھتی کیسے یہ شخص من مانی کرتا، وہ ہر مشکل میں میرے آگے ڈھال بن جاتا، یا اللہ! تو نے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

مجھے بھائی تو نہیں دیا پر کیا تیری اس اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو مجھے فیض عالم جیسے اوباش شخص کے شر سے محفوظ رکھ سکے۔''

''ہائے مس مرحا! آپ مجھے ہی یاد کر رہی تھیں نہ، لیں آپ نے یاد کیا اور میں حاضر، فرمائیں کیا حکم ہے اس بندہ ناچیز کے لئے۔'' وہ جو آنکھیں بند کیے اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی، ضامن بشر حیات کی مداخلت پر تپ کر رہ گئی اور اس کی بے ہودہ بکواس، کن اکھیوں سے فیض عالم کو دیکھا جو کاؤنٹر پر کھڑا ابل بنوا رہا تھا۔

''کیا ہوا آپ کو خوشی نہیں ہوئی مجھے یہاں دیکھ کر حالانکہ یونی ختم ہونے کے بعد ہم پہلی بار مل رہے ہیں، قسم سے مس مرحا میں نے آپ کو بہت مس کیا۔'' وہ اس کے چہرے پر ناگواری بھانپ گیا تھا، مگر ڈھٹائی کا عملی مظاہرہ کرتے وہ اپنی ہی ہانکے جا رہا تھا، یہ دیکھے بغیر کہ پیچھے کھڑے فیض عالم کو دیکھ کس طرح مرحا کا رنگ اک پل میں اڑا تھا۔

''آپ کو یہ سب مذاق لگ رہا ہوگا، پر سیریلی آپ کے ساتھ گزرا گولڈن ٹائم میں چاہ کر بھی فراموش نہیں کر سکتا، آخر ہم ایک دوسرے کے بے حد قریب جو تھے۔'' مرحا کا دل چاہا سائیڈ پر پڑی قینچی اٹھا کر اس کی پھر پھر چلتی زبان کاٹ ڈالے۔

''تم جانتی ہو اسے؟ اور کون سے ساتھ اور تعلق کی بات کر رہا ہے یہ؟'' فیض عالم نے بظاہر تحمل سے پوچھا تھا، مگر اس تحمل کے پیچھے کتنے طوفان چھپے تھے، یہ صرف مرحا جانتی تھی، جبکہ ضامن دلچسپی سے فیض عالم کا جائزہ لے رہا تھا، جو بلیک پینٹ پر سرخ پھولدار شرٹ پہنے ایک کان میں بالی اور شانوں کو چھوتے بالوں سمیت عجب مضحکہ خیز لگ رہا تھا، ضامن کو حور کے پہلو میں لنگور کی مثال یاد آئی تو ہونٹوں پر خود بخود مسکان کھل آئی، فیض عالم نے ناگواری سے اسے دیکھا جو بلو جینز پر وائٹ شرٹ پہنے، سلیقے سے تراشیدہ بالوں کو سیٹ کیے کافی وجیہہ اور جاذب نظر لگ رہا تھا۔

''آپ مس مرحا کے کون ہیں۔'' وہ خود کا جائزہ لیتے فیض عالم سے مخاطب ہوا۔

''یہ سوال تو مجھے تم سے کرنا چاہیے، تم اس کے کیا لگتے ہو؟ اور کب سے جانتے ہو اسے؟'' فیض عالم تنک کر ضامن کے سامنے کھڑا ہوا اور خود کو یوں پبلک پلیس میں تختۂ مشق بنائے جانے پر مرحا زمین میں گڑھی جا رہی تھی۔

''آپ کو بتایا نہیں مس مرحا نے حالانکہ اپنے جانی۔'' دشمن کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے کیونکہ فیض عالم نے شدت سے مرحا کی کلائی دبوچ کر سامنے کیا تھا۔

''تو یہ گل کھلاتی رہی ہے تو پروفیسری کے نام پہ، میں بھی کہوں جب میں سارا خرچ اٹھا رہا تھا تو تجھے ایک دم سے نوکری کی کیا سوجھی، یہ عاشقے لڑانے گئی تھی نہ تو۔'' اس کی گرفت ناقابل برداشت حد تک مرحا کی کلائی پر سخت ہوئی تھی، لب سے اک کراہ نکلی پر پرواہ کسے تھی۔

''آپ پلیز ایک دفعہ میری بات تو سن لیں، یہ جھوٹ کہہ.....''

''چٹاخ۔'' مرحا نے بے یقینی سے گال پر ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا جبکہ ضامن اپنی جگہ فریز ہوا۔

''تو گھر چل بدذات تجھے میں بتاؤں گا فیض عالم سے دھوکے کی کیا سزا ملتی ہے۔'' وہ اسے گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے جا چکا تھا، کچھ پل ساکت رہنے کے بعد ضامن نے کندھے اچکائے اور اپنی ادھوری شاپنگ مکمل کرنے چل

www.pakistanipoint.com

پڑا۔

☆☆☆

تو سمجھتا ہے اگر فضول مجھے
تو کرکے ہمت ذرا بھول مجھے

''ہیلو! مام اینڈ ڈیڈ کیسے ہیں آپ دونوں؟'' وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ساریہ کے پاس ہی صوفے پر ڈھیر ہوگیا۔

''تھک گیا میرا بیٹا! آپ نے ابھی سے میرے بیٹے پر اتنا بوجھ ڈال دیا، دیکھیں کیسی شکل نکل آئی ہے۔'' وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتیں محبت سے گویا ہوئیں، جبکہ ان کے شکوے پر بشر حیات نے تڑپ کر ان کے لعل کو دیکھا، جس نے ہفتہ بھر پہلے ہی آفس جوائن کیا تھا۔

''بیگم ہم بھی کسی کے لعل ہیں اور آج سے نہیں پچھلے ستائیس سالوں سے بزنس کا بوجھ اپنے کندھوں پر لادے ہوئے ہیں، ہمارے لئے تو کبھی ایسی فکر نہ دکھائی آپ نے، اب اگر بیٹا ہمارا کچھ بوجھ بانٹ رہا ہے تو ہوگئیں اس کی ناز برداریاں اٹھانا شروع۔''

''لک کی بات ہے ڈیڈ آپ کے پاس میری مام جیسی ماں جو نہیں تھی۔'' اس نے ساریہ کے گرد بازو حمائل کیے جواباً ساریہ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا، ضامن نے اک جتاتی نظر باپ پر ڈالی، وہ ہونہہ کہہ کر ٹیلی ویژن کی سمت متوجہ ہو گئے، جب سے ضامن نے بزنس جوائن کیا تھا، بشر حیات اور اس کے تعلقات بحال ہو گئے تھے، وہ پھر سے اس کے کول ڈیڈ بن گئے تھے۔

''او کے مام آپ کھانا لگوائیں میں چینج کرکے آتا ہوں۔'' کوٹ بازو پر ڈالے وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا مگر ٹیلی ویژن پر بریکنگ نیوز نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا، کسی ریڈ لائٹ ایریے میں پولیس کی ریڈ پڑی تھی، جہاں سے کافی گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں، وہ سر کو جھٹکتے سیڑھیاں دوبارہ چڑھنے لگا پر کہ اسکرین پر اک شناسا چہرہ نمودار ہوا، درمیانی ساتھ آٹھ قدموں کا فاصلہ ایک جست میں طے کرتے وہ واپس ٹیلی ویژن اسکرین کے پاس آیا، سیاہ چادر میں چہرہ چھپانے کی کوشش کرتی وہ وہی تھی، مگر آج دوپہر کو تو وہ اسے شاپنگ مال میں ملی تھی تو اس بدنام جگہ پر کیا کر رہی تھی، کچھ گھنٹے پہلے کا واقعہ اس کی ذہن کی اسکرین پر نمودار ہوا ساتھ ہی اس شخص کا ردعمل بھی، جو دیکھنے میں ہی اوباش دکھائی دیتا تھا۔

''کہیں اس نے ہی تو..... او مائی گاڈ!''

''کیا ہوا ضامن تم ابھی تو آئے ہو پھر سے کہاں جا رہے ہو؟'' ساریہ پیچھے سے چلائی مگر وہ انہیں نظر انداز کرتا لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا تھا، وہ سیدھا مرحا حیدر کے گھر گیا تھا، دروازہ چوپٹ کھلا تھا، کچھ جھجکتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھے تھے، ایک کمرہ خالی پڑا تھا جبکہ دوسرے کمرے میں حیدر علی فرش پر گرے پڑے تھے، سر سے خون بہہ رہا تھا، ضامن اک پل میں حواس باختہ ہوا تھا، کئی دقتوں سے ان کے لاغر وجود کو اٹھا کر بیڈ پر لٹایا تھا، تبھی ذاکر اور الماس بھی آ گئے جنہیں وہ راستے میں ہی کال کر چکا تھا، بہت مشکل سے حیدر علی کو ہوش آیا تھا، وہ اجنبی نظروں سے انہیں دیکھنے لگے تھے، تبھی ضامن آگے بڑھا۔

''انکل میں ضامن ہوں، مس مرحا کا اسٹوڈنٹ، آپ مجھے بتائیں گے آپ کے ساتھ یہ سب کس نے کیا اور مس مرحا کہاں ہیں؟''

''مرحا!.....'' حیدر علی کو جیسے ہوش آیا۔

''ضامن بیٹا..... میری بچو..... اس شیطان کے..... پاس ہے..... پلیز بچا لو..... اسے..... میری مرحا کو..... بچا لو.....'' وہ اٹکتے ہوئے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بولے، ضامن کے بدترین خدشے کی تصدیق ہو گئی تھی۔

''تم دونوں انہیں ہاسپٹل لے کر پہنچو میں مس مرحا کو لے کر آتا ہوں۔''

''پر ضامن تم اکیلے۔''

''میری فکر چھوڑو اس وقت انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے۔'' وہ تیزی سے وہاں سے نکلا تھا اور اگلے آدھے گھنٹے میں رش ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ پولیس اسٹیشن میں تھا، اپنے ذرائع اور اثر ورسوخ استعمال کر کے صبح تک مرحا کو چھڑوا کر وہ اسے لئے ہسپتال پہنچا تھا، جہاں پر اک نئی قیامت مرحا کی منتظر تھی، خون زیادہ بہنے کی وجہ سے حیدر علی زندگی اور موت کے درمیان جھول رہے تھے، وہ تو اپنی بربادی کا ماتم ڈھنگ سے سامنا بھی نہیں پائی تھی کہ زندگی نے اک نیا امتحان تیار کر دیا تھا، کچھ گھنٹے بعد اسے حیدر علی سے ملنے کی اجازت دے دی گئی تھی، وہ دوڑ کر ایمرجنسی وارڈ میں گئی جہاں ضامن پہلے سے ہی موجود تھا، وہ اسے نظر انداز کرتی حیدر علی کے سینے سے جا لگی۔

''ابا!'' سسکیوں کے درمیان وہ بمشکل بول پائی۔

''اک آخری خواہش پوری کرو گی بٹو۔'' اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے انہوں نے کن اکھیوں سے ضامن کو دیکھا جو خاموشی سے باہر نکل گیا۔

''ابا! آپ.....'' وہ تڑپ اٹھی تھی۔

''زیادہ سوال جواب کرنے کا وقت نہیں ہے اور نہ میرے پاس وقت ہے، میں نے ضامن سے بات کر لی ہے اب فیصلہ تمہارے ساتھ میں ہے کیا تم اپنے ابا کی آخری خواہش پوری کرتے ہوئے ضامن سے نکاح کرو گی۔'' الفاظ تھے یا خنجر وہ پل میں لہولہان ہوئی، متحیر ہو کر انہیں دیکھا جو آس بھری نظریں اس کے چہرے پر ٹکائے ہوئے تھے۔

''آپ نہیں جانتے یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اسی شخص کی بدولت ہے، نہ وہ آج میری زندگی میں ہوتا اور نہ میں یوں برباد ہوتی۔''

''مجھے نہیں پتہ بٹو، کون غلط ہے اور کون صحیح پر میں یہ جانتا ہوں کہ اس وقت تم پر کوئی عزت کی چادر ڈال سکتا ہے تو وہ ضامن ہے، انکار مت کرنا بٹو، ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔'' اسے منہ کھولتا دیکھ وہ تیزی سے بولے تھے، مرحا نے بے بسی سے سر جھکا دیا تھا، اگلے کچھ لمحوں میں وہ مرحا حیدر سے مرحا ضامن بن چکی تھی، حیدر علی بھی شاید اسی پل کے منتظر تھے تبھی چپ چاپ ہمیشہ کے لئے آنکھیں موند گئے۔

بلکتی مرحا کو لے کر وہ حیدر علی کی ڈیڈ باڈی کے ساتھ گھر آیا تھا، تدفین کے سارے انتظامات میں ذاکر اور الماس پیش پیش رہے تھے، مام کو تمام صورتحال سے وہ پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا سوائے نکاح کے پرسہ دینے والی خواتین چلی گئیں تو گھر پر وہ دونوں اکیلے رہ گئے، جہاں وقفے وقفے سے اس کی سسکیاں سکوت میں دراڑ ڈال رہی تھیں، کچھ دیر بے حس بنے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

''مرحا!'' ضامن نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا، کچھ پل آنکھوں میں اجنبیت لئے وہ اسے دیکھتی رہی اور دوسرے ہی پل کاندھے پر رکھا ہاتھ جھٹکتے ضامن پر پل پڑی تھی، تھپڑوں اور مکوں کی برسات کر دی، وہ جب چپ اس کا اشتعال سہتا رہا تھا۔

''کیوں کیا تم نے یہ سب؟ کیا ملا تمہیں میری زندگی برباد کر کے، کوئی اتنا بھی گر سکتا ہے

www.pakistanipoint.com

ہر چیز کی لمٹ ہوتی ہے پر تمہاری گراوٹ کی کوئی لمٹ ہی نہیں، تم نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا، میری عزت، میرا مان، میرا غرور یہاں تک کہ میرا واحد رشتہ میرے ابا کو بھی تم نے چھین لیا، میرے پاس کچھ نہیں بچا ضامن بشر حیات!'' وہ ضامن کا دامن پکڑے بری طرح سسک رہی تھی، ضامن کے دل میں ڈھیروں ملال نے گھر کرلیا۔

''مجھے لگتا تھا میں کسی کو ناپسند ضرور کر سکتی ہوں مگر کسی سے نفرت نہیں کر سکتی۔''

''پر تم سے ملنے کے بعد میری یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی، شدید نفرت ہے مجھے تم سے...... شدید نفرت۔'' وہ شدتوں سے روتی فرش پر گر گئی تھی۔

''ابا!''

''کاش ضامن تم میرے ابا کو نہ چھینتے۔''

وہ بلکتی مرحا کے پاس گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا، نڈھال مرحا میں اتنی بھی سکت نہ تھی کہ وہ اسے پرے دھکیل دیتی۔

''میرا باپ میرا واحد رشتہ تھا وہ، کاش تم انہیں نہ چھینتے...... نہ چھینتے۔'' غنودگی میں جاتی مرحا زبان پر ابا، ابا کی تقرار تھی، چونکہ ضامن کے پاس کوئی جواب نہ تھا اسی لئے اس پر اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کر دی، وہ اس کے سینے سے لگی ہی سو گئی تھی، ضامن نے دھیرے سے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹا اور بیڈ پر لٹا کر کمبل اوڑھا دیا۔

صبح فجر کے وقت مرحا کی آنکھ کھلی تو اپنے کمرے میں صوفے پر ضامن کو سوتے پایا، اشتعال کی تیز لہر کو دل میں دباتی وہ وضو کرنے کے لئے واش روم میں گھس گئی، ضامن کی آنکھ کھلی تو کمرہ خالی تھا، وہ اٹھ کر صحن میں آ گیا جہاں کچھ خواتین مرحا کو زبردستی کھانا کھلا رہی تھیں، اچنبھے سے سامنے کھڑے خوبرو نوجوان کو دیکھا جو مسلے ہوئے کپڑوں میں بھی انتہائی شاندار لگ رہا تھا، وہ ان خواتین کو نظر انداز کرتا واش روم میں چلا گیا، فریش ہو کر واپس آیا تو خواتین جا چکی تھیں، پلنگ پر آنکھوں میں آنسو لئے مرحا براجمان تھی جو اسے باہر آتا دیکھ اس کی سمت بڑھی۔

''میرے ابا نہیں رہے، اب میرے پاس گنوانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اسی لئے تم سے گزارش ہے محلے میں جو میری بچی کچی عزت ہے اس کا بھرم رہنے دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔'' ضامن نے اچنبھے سے اسے دیکھا جو رات کے مقابلے میں اب کافی بہتر لگ رہی تھی، اب وہ اسے کیا بتاتا رات اس کے دل پر کیا واردات ہوئی تھی، بقول شاعر کے۔

یوں ہی ہیں تو نہیں عشق میں مست ہوا میں
اک روح میری روح میں تحلیل ہوئی ہے

''شاید تم بھول رہی ہو تو بتاتا چلوں تمہارے ابا مرنے سے پہلے ہمارا نکاح پڑھوا کر گئے ہیں، اسی لئے اب ان کے بعد تم میری ذمہ داری ہو اور ضامن بشر حیات کبھی بھی اپنی ذمہ داریوں سے منہ نہیں موڑتا۔'' وہ تحمل سے گویا ہوا۔

''جو کچھ بھی میں نے یا تم نے کیا وہ ہماری مجبوری تھی، چونکہ ابا اس دنیا میں نہیں رہے تو مجبوری بھی ختم، یہ طے ہے مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا، اس لئے بہتر ہوگا تم مجھے طلاق دے دو۔'' جواباً وہ بھی ٹھنڈے ٹھار لہجے میں گویا ہوئی۔

''لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا، کیونکہ میں رشتے بنانے پر یقین رکھتا ہوں نہ کہ توڑنے پر، اسی لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنا سامان پیک کرو اور حیات پیلس میں چلو۔''

''میں اپنی رائے سے تمہیں آگاہ کر چکی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ہوں، آگے تم جو بہتر جانو، لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کہیں بھی چلوں گی تو یہ سراسر تمہاری خوش فہمی ہے۔'' وہ نخوت سے کہتی جا چکی تھی، ضامن نے اک گہرا سانس بھر کر خود کو ڈھیلا چھوڑا۔

اتنا بیتاب نہ ہو مجھ سے بچھڑنے کے لئے
تجھ کو آنکھوں سے نہیں دل سے جدا کرنا ہے

☆☆☆

''تم ہوش میں تو ہو؟ تمہیں پتہ ہے تم کیا بکواس کر رہے ہو؟'' وہ تین دن بعد گھر واپس آیا تھا اور ساری کہانی آ کر بشر حیات اور ساریہ کے گوش و گزار کر دی، ساریہ تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئیں جبکہ بشر حیات گہری نظروں سے بیٹے کا جائزہ لینے لگے، تین دن کے مسلے ہوئے کپڑے الگ ہی کہانی سنا رہے تھے۔

''آپ خاموش کیوں بیٹھے ہیں، سمجھائیے اسے کہ اس لڑکی کو طلاق دے ہم نے کوئی سینٹر نہیں کھول رکھا کہ یتیم مسکینوں کو پناہیں دیں، اگر مدد کرنی تھی تو اس کے اور بھی طریقے تھے، یوں خود کو پیش کر دینا سراسر حماقت ہے اور تم اتنے بڑے کب سے ہو گئے کہ اپنے فیصلے خود کرنے لگو۔'' ساریہ کو تو یقین ہی نہ آتا تھا، ان کی ہر بات ماننے والا بیٹا کیسے ان کی مرضی کے خلاف شادی کر سکتا ہے۔

''سمجھائیں اپنے بیٹے کو آج ہی جا کر سارا معاملہ کلیئر کرے اور میں اپنے سرکل میں کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر اس کی شادی کرواتی ہوں۔'' وہ دونوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرتی لاؤنج سے چلی گئیں، پیچھے ضامن ان کے ردعمل کو سوچتا رہ گیا، بھلا اسے کہاں امید تھی کہ ماما اس کی خواہش رد کر سکتی ہیں۔

''آپ کو بھی لگتا ہے میں نے غلطی۔'' خود پر جمی بشر حیات کی نظروں سے خائف ہوتے وہ نروٹھے پن سے بولا۔

''نہیں۔'' جواب خلاف توقع تھا، ضامن کا منہ حیرت سے وا ہوا۔

''کیونکہ میں جانتا ہوں یہ معاملہ ہمدردی کا نہیں بلکہ دل کا ہے۔'' حیرت کی زیادتی سے ضامن کا منہ کھلا رہ گیا۔

''محبت کرتے ہو نہ اس سے دیکھو غلط بیانی ہرگز نہ کرنا۔'' اسے منہ کھولتا دیکھ انہوں نے ٹوکا، ضامن کے چہرے پر بھلی سے مسکان کھلی۔

''ہوں..... اگر معاملہ میرے بیٹے کے دل کا ہے تو پھر ساریہ کو تو منانا ہی پڑے گا، پر یہ اتنا آسان نہیں ہے، اک آئیڈیا ہے اگر تم عمل کرو تو۔''

''میں آپ کی ہر بات پر آئیڈیے پر عمل کرنے کو تیار ہوں، بشرط مام مرحا کو اپنا لیں۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''ٹھیک ہے پھر تم مطمئن ہو جاؤ اور مرحا کو یہاں لانے کی تیاری کرو۔'' باپ کی بات پر وہ مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆

وہ جو انا پرست ہے میں بھی وفا پرست ہوں
اس کی مثال بھی نہیں، میری مثال بھی نہیں

چند ثانیے اسے گھورنے کے بعد وہ دروازے سے ہٹ گئی تھی جبکہ وہ ہینڈ کیری گھسیٹتا ہوا اس کے پیچھے اندر داخل ہوا۔

''جب میں تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر چکی ہوں تو اس سب کا مطلب؟'' اشارہ سامان کی سمت تھا۔

''اور میں بھی تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر چکا ہوں، اب اگر تم میرے ساتھ میرے گھر میں نہیں رہ سکتی تو کیا ہوا، میں تو تمہارے ساتھ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تمہارے گھر میں رہ سکتا ہوں۔'' وہ لاپرواہی سے کہتا صحن میں بچھے پلنگ پر لیٹ گیا۔

''تو تم یہاں رہو گے؟ اور تمہارے گھر والے وہ کیسے اس سب کے لئے راضی ہو گئے؟'' کسی قدر شک سے اسے گھورا۔

''راضی کہاں ہوئے یار، ڈیڈ نے مجھے گھر سے نکال دیا، اب ظاہر ہے میں اور کہاں جاتا مجھے تو یہیں آنا تھا، سو ڈیئر آج سے میں تمہارا اور تم میری۔'' ہتھیلی پر گال ٹکائے وہ محویت سے اسے دیکھ رہا تھا جو گلابی سوٹ میں روئی روئی سی سیدھا دل میں اتر رہی تھی، (حیرت ہے یہ اتنی خوبصورت ہے مجھے پہلے کیوں نہ محسوس ہوا)۔

''تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟ جب میں کہہ چکی ہوں مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا تو اس بیوقوفی کا مطلب؟ تم ابھی کے ابھی اپنے گھر جا رہے ہو۔'' ہینڈ کیری گھسیٹ کر اس کے سامنے پٹخ دی۔

''دماغ ہی تو چل گیا ہے، (تمہارے پیار میں) ورنہ اپنی پرآسائش زندگی چھوڑ کر تمہارے ساتھ دو کمروں کے گھر میں رہنے آتا۔'' وہ ٹھنڈی سانس کھینچ کر بولا۔

''میں نے دعوت نہیں دی تھی۔'' اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ وہ نخوت سے کہتی واک آؤٹ کر گئی، (جانتا ہوں، پر اس دل کا کیا کروں جو مجھے دغا دے کر تمہارے ساتھ کا تمنائی ہے)، تکیہ بانہوں میں بھینچ کر آنکھیں بند کر لی۔

☆☆☆

بادل تو بہت ہیں مگر اس شہر میں ہم نے
آنکھوں کے سوا کچھ بھی برستے نہیں دیکھا

آج صبح سے ہی کالے بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے، آتی سردیوں کے دن تھے اسی لئے موسم ہلکی سی خنکی لئے ہوئے تھا، وہ شاور لے کر بال تولیے میں لپیٹ صحن میں نکل آئی، تبھی دروازے پر دستک ہوئی، وہ سمجھی ضامن ہو گا اسی لئے بنا دیکھے وہ دروازہ کھول کر واپس آ گئی، گھر کا راشن ختم تھا ضامن قریبی مارکیٹ تک لینے گیا تھا، مرحا اس کی مدد نہیں لینا چاہتی تھی پر ضامن نے یہ کہہ کر راضی کر لیا کہ میں تمہارے گھر میں رہ رہا ہوں، اسی لئے کرایہ سمجھ لو، چونکہ شادی کے چکر میں وہ جاب پہلے ہی چھوڑ چکی تھی اب بھلا وہ گزر بسر کیسے کرتی یوں نا چاہتے ہوئے بھی وہ ضامن کی مدد لینے کو تیار تھی۔

''کیا حال ہے جانِ من؟'' آواز تھی یا دھماکہ وہ شل سی ساکت اپنی جگہ کھڑی رہ گئی، جبکہ ذہن ماضی میں سفر کر رہا تھا جہاں اسے بے دردی سے حیدر علی کے قدموں میں پھینکا گیا تھا۔

حیدر علی بے بسی سے قدموں میں گری مرحا کو دیکھ رہے تھے، دل تڑپ اٹھا تھا، اسے بانہوں میں بھرنے کی خواہش دل میں ابھری پر معذوری نے انہیں ہلنے کے قابل کہاں چھوڑا تھا۔

''پوچھ اپنی بیٹی سے یہ پڑھانے لگی تھی یا گلچھرے اڑانے، تیرے کہنے پر اجازت دی تھی میں نے اسے، تو اپاہج ہو سکتا ہے پر میں نہیں، ایسی سزا دوں گا اسے کہ اس کی سات پشتیں یاد رکھیں گی۔'' بالوں سے پکڑ اسے اپنے مقابل کھڑا کیا۔

''بڑا شوق ہے نہ تجھے رنگ برنگے مردوں کا، اب دیکھ تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں، تجھے ایسی جگہ پھینکوں گا جہاں ہر روز تجھے اک نیا مرد ملے گا، بہت آگ ہے نہ تیرے اندر ساری ختم نہ کر دی تو میرا نام بھی فیض عالم نہیں۔''

''فیض! چھوڑ میری بٹو کو خدا کے خوف سے ڈر۔'' حیدر علی فرحا کی تکلیف پر تڑپ اٹھے تھے۔

''چھوڑ دوں گا، پر وہاں جہاں اس جیسی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بے حیاء عورتیں رہتی ہیں، آخری دفعہ دیکھ لے اپنی بیٹی کو کیونکہ آج کے بعد یہ خود کو بھی پہچاننے سے قاصر رہے گی۔'' فیض عالم پھنکارا تھا، حیدر علی نے تڑپ کر مرحا کی کلائی کو دبوچا پر فیض جیسے وحشی کے سامنے ان کا ناتواں وجود کہاں ٹک سکتا تھا، ان کا سر سائیڈ ٹیبل سے ٹکرایا۔

''ابا!'' مرحا چلائی تھی، حیدر علی نے ہاتھ پاؤں چلائے مگر غنودگی میں جاتے ذہن نے ان کے حواس چھین لئے۔

وہ روتی چلاتی ہوئی مرحا کو لئے اک کوٹھے پر آیا تھا اور چند لاکھ روپوں کے عوض اس کی عزت کا سودا کر دیا تھا، وہ روتی گڑگڑاتی ہوئی اس کے قدموں میں گری مگر وہ اسے روندتا ہوا وہاں چھوڑ کر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد مرحا کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا، جہاں وہ روتی ہوئی اپنے رب سے مدد مانگتی رہی تھی، چند ہی گھنٹوں بعد باہر سے اک عجب شور سنائی دیا ساتھ ہی بھاگتے دوڑتے قدموں کی آوازیں، دروازہ کھلا اور پولیس کی کانسٹیبل اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، کیمرہ میڈیا بدنامی اور رسوائی کا اک نیا در کھلا تھا جس نے مرحا سے قوت گویائی چھین لی تھی، اس کے بعد کیا ہوا اسے خود خبر نہ تھی ہوش تو تب آیا جب ضامن اسے لئے ہاسپٹل پہنچا تھا۔

''تمہیں کیا لگا تھا فیض عالم سے پیچھا چھڑانا اتنا آسان ہے، یہ تو تیری قسمت اچھی تھی جو تو بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئی، پر آج تجھے میرے عتاب سے کون بچائے گا؟'' وہ قدم قدم اس کی سمت بڑھ رہا تھا، جس میں اتنی بھی سکت نہ تھی کہ خود کا بچاؤ کرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہو۔

''اب تو تیرا وہ اپاہج باپ بھی نہیں رہا، خیر ہوتا بھی تو میرا کیا بگاڑ لیتا۔'' اگلے پل وہ اس پر جھپٹا تھا اور مرحا کے حلق سے نکلنے والی چیخ بے ساختہ تھی۔

☆☆☆

''صبر بیٹا! میں مسلسل ضربیں لگا رہا ہوں، انشاء اللہ جلد ہی وہ مان جائیں گی، ویسے بھی وہ چند دنوں سے زیادہ تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔''

اپ سیٹ ہونگی، ضامن کی پوری بات سن کر افسردگی سے گویا ہوا، (بشر حیات کے پلان کے مطابق ضامن کو گھر سے نکال دیا تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے سارہ زیادہ دیر بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کر پائیں گی اور اس طرح وہ مرحا کو بطور بہو قبول کر لیں گی)۔

''نیچرل سی بات ہے پہلی دفعہ تمہارے خلاف گئیں ہیں، لیکن تم فکر نہ کرو یہ سب وقتی فیز ہے، آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' بشر حیات نے ضامن کی ڈھارس بندھائی جبکہ ان کی بات سنتے ضامن نے حیرت سے گھر کے چوپٹ کھلے دروازے کو دیکھا، مرحا سے اتنی غیر ذمہ داری کی توقع نہیں تھی۔

''میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔'' لائن ڈراپ کر کے فون جیب میں رکھتا وہ تیزی سے اندر بڑھا اور اندر کے منظر نے اس کا خون کھولا ڈالا، طیش سے مٹھیاں بھینچتے وہ فیض عالم پر پل پڑا اور لاتوں گھونسوں کی بوچھاڑ کر دی، اس اچانک ٹوٹنے والی افتاد پر فیض عالم اپنا بچاؤ بھی نہ کر پایا، جبکہ خوفزدہ سی مرحا دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی، ساکت نظریں ضامن پر گڑھی تھیں جو ایک بار پھر سے اس کا نجات دہندہ بن کر آیا تھا، شور کی آواز سن کر محلے کے کافی لوگ جمع ہو گئے تھے مرحا کے نکاح میں محلّہ کے چند لوگ شریک تھے یوں سب جانتے تھے کہ ضامن مرحا کا شوہر ہے، چند لوگوں نے ضامن کو فیض عالم

www.pakistanipoint.com

سے دور کیا تھا، جو زخمی شیر بنا فیض عالم کے پرخچے اڑانے کے درپہ تھا۔

"پوچھیے ان دونوں سے یہ کس رشتے کی بنا پر ایک ساتھ رہ رہے ہیں، یہ شریفوں کا محلّہ ہے، آج میرے ٹوکنے پر اس نے میرا یہ حال کیا ہے، کل کو آپ لوگ کچھ کہیں گے تو یہ آپ کے ساتھ بھی یہی سب کرے گا۔" زمین پر خون تھوکتے فیض عالم نے زہر اگلا تھا۔

"بیوی ہے یہ میری، شرعی حق رکھتا ہوں میں اس پر اور تم کتنے شریف ہو یہ تم سمیت سارا محلّہ جانتا ہے۔" لوگوں کی سوالیہ نظروں پر دہاڑتے ہوئے ضامن نے خود کو محلے داروں کی گرفت سے آزاد کیا تھا اور آگے بڑھ کر فیض عالم کو کالر سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

"آئندہ اگر میری بیوی کی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی کوشش کی تو میں تمہاری آنکھیں نوچ لوں گا، اسے مرحا حیدر سمجھنے کی بھول ہرگز نہ کرنا (انگلی سے فرحا کی سمت اشارہ کیا) کیونکہ یہ مرحا ضامن ہے، مرحا ضامن، میری عزت، غیرت سب کچھ، آئندہ یہ گلی تو دور اس شہر میں بھی نظر آئے تو میں اک پل بھی ضائع کیے بغیر تمہاری جان لے لوں گا۔" اس نے گویا ایک ایک لفظ چبا ڈالا تھا، پھر فیض عالم کو کالر سے یونہی پکڑے چوکھٹ سے باہر دھکیل دیا۔

"اب دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اپنی منحوس شکل سمیت اس شہر سے نکل جاؤ، محلے داروں کے نکلتے دروازے کو چٹخنی چڑھا دی۔"

"تم ٹھیک ہو؟" شانوں سے تھام اسے اپنے مقابل کھڑا کیا، سوال کیا تھا مرحا کا زخم ادھیڑا تھا وہ تڑپ کر اسے پرے دھکیلتی کمرے میں بند ہوگئی۔

"مرحا! یہ کیا بچپنا ہے؟ دروازہ کھولو، بات کرو مجھ سے۔" ضامن نے دروازہ دھڑدھڑایا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی تم سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو۔" دوسری طرف وہ سسکیوں کے درمیان بولی ضامن بے چین ہوا۔

"اچھا یار بات نہ کرنا پر دروازہ تو کھولو، اس طرح کسی بھی مسئلے کا حل نہیں تلاشا جاتا۔"

"میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ تو تم ہو، نہ تم میری زندگی میں آئے ہوتے اور نہ میں یوں برباد ہوتی، کیا ملا تمہیں یوں میری زندگی سے کھیل کر؟ اک شکایت کے بدلے کے لئے تم نے میری پوری زندگی تباہ کر ڈالی۔"

"مانتا ہوں مرحا میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا، پر یقین مانو وہ اک چھوٹا سا مذاق تھا، ورنہ میں نے کبھی دل سے تمہارا برا نہیں چاہا۔" لہجے میں بے بسی سمٹ آئی۔

"پر میرے ساتھ تو برا ہو گیا نہ ضامن، تم اک مذاق کا نام دے کر بری الذمہ ہو گئے، لیکن ساری ذلت و رسوائی تو میرے حصے میں آئی۔" وہ بے اختیار سسکی۔

"بانٹ تو رہا ہوں تمہارے ہر درد کو یقین مانو مرحا تمہارا ہر آنسو میرے دل پر گرتا ہے، تمہیں پتہ ہے مرحا میں مجنوں کو دنیا کا بیوقوف ترین انسان سمجھتا تھا، کوئی پاگل ہی ہو گا جو صحراؤں کی خاک چھانے، اک لیلیٰ میں ایسا کیا تھا جو وہ خود کو گنوا بیٹھا، لیکن جانتی ہو آج مجھے معلوم ہوا ہے کمال لیلیٰ کا نہیں کمال عشق کا تھا اور وہ عشق ہی کیا جو انسان کو خاک نہ کرے۔" بادل زور سے گرجے تھے اور ہلکی ہلکی کن من ہونے لگی تھی۔

"دیکھو یار یہاں صحرا تو نہیں ہے پر بارش ضرور ہو رہی ہے، ایسے میں، میں خاک ہونے سے رہا پر یار میری قلفی ضرور بن جائے گی۔" مگر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

دوسری طرف وہ ضامن کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش میں دنگ سی کھڑی تھی۔

''دیکھو اگر اب بھی تم نے دروازہ نہ کھولا تو میں توڑ دوں گا۔'' بارش نے شدت اختیار کی تھی اور پل میں اسے بھگو ڈالا تھا، کپکپی الگ طاری تھی، ضامن کی دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا اور دروازہ کھول دیا گیا، وہ پھرتی سے اندر داخل ہوا معاً وہ پھر سے بند نہ کر دے۔

''تمہیں پتہ ہے باہر میرا کیا حال ہو رہا تھا؟ ایسے بھی کوئی کرتا ہے یعنی حد ہو گئی بے حسی کی۔'' بھیگی شرٹ اتار کر دور اچھالی۔

''اب رونا تو بند کرو یار! اور دیکھو میں واقعے میں ٹھنڈا ہو رہا ہوں سوں سوں سے کرتی وہ اتنی پیاری لگی کہ ضامن کی رگ شرارت بھڑک اٹھی اور کھینچ کر اسے خود میں بھینچ لیا۔

''چھوڑو مجھے۔'' مرحا تپ اٹھی پر دوسری طرف بھی ضامن تھا جس نے اپنی گرفت اور زیادہ مضبوط کر لی۔

''تمہاری وجہ سے بارش میں بھیگا ہوں، اب کچھ سزا تمہاری بھی تو بنتی ہے۔'' وہ مخمور سے لہجے میں بولا، مرحا نے کچھ دیر مذامت کی اور پھر تھک کر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''(میں جانتا ہوں تم اکڑنے کا صرف دکھاوا کرتی ہو اندر سے تم ڈری سہمی ہوئی چڑیا کی مانند ہو اور تمہیں میری ضرورت ہے مگر کہتی نہیں ہو یہ الگ بات ہے) وہ آج پھر اس کے سینے سے لگی سو گئی تھی، ضامن نے اسے بیڈ پر لٹایا اور خود بھی صوفے کے بجائے ذرا فاصلے پر بیڈ پر لیٹ گیا۔

☆☆☆

خدا کرے ساری عمر ہمیں منزل نہ ملے
بہت مشکل سے منایا ہے اسے ساتھ چلنے کو

''آر یو آل رائٹ؟'' مرحا نے صبح سے واشنگ مشین لگائی ہوئی تھی، کپڑے دھو کر فارغ ہوئی تو سر میں درد شروع ہو گیا تھا، چونکہ ضامن کا آج آف تھا اسی لئے وہ گھر پر ہی موجود تھا، مرحا کو سر پکڑے بیٹھا دیکھ کر وہ فکرمندی سے گویا ہوا۔

''ہاں..... بس سر میں درد ہو رہا ہے دوا لوں گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔'' جواباً وہ خود ہی انگلی کی پوروں سے سر کو دباتے بولی۔

''ارے دوا کھانے سے چند پل کے لئے غائب ہو گا اور پھر سے لوٹ آئے گا، میں ایسا کرتا ہوں تمہارے سر میں مالش کر دیتا ہوں۔''

''لیکن۔'' مرحا تامل کا شکار ہوئی۔

''لیکن ویکن چھوڑو اور مجھے بتاؤ تیل کہاں رکھا ہے۔'' مرحا کے بتانے پر وہ چند لمحوں میں تیل سمیت واپس آیا۔

''پر تم کیسے؟'' وہ اب بھی گریزاں تھی۔

''میں کیسے کا مطلب؟'' وہ اسے استفہامیہ دیکھنے لگا پھر سمجھنے پر دھیرے سے مسکرایا۔

''کہیں انکار اس لئے ہچکچاہٹ کا شکار نہیں کہ لوگ مجھے جورو کا غلام کہیں گے۔'' وہ شرا ہوا۔

''اگر سمجھیں تو کہہ دینا تم میری پروفیسر تھی رہی ہو اور عمر میں بھی مجھ سے دو سال بڑی ہو اب میں تمہاری ذرا سی خدمت نہ کروں تو ادب کہلاؤں گا، گزرے دنوں کی اک میٹھی یا نے مسکراہٹ کو گہرا کیا۔'' جبکہ مرحا آنکھیں بند کیے خاموش بیٹھی تھی، بالوں میں گردش کرتی انگلیوں نے اک سکون پہنچایا تھا، جس کے سبب اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔

''میں آج دوسری دفعہ کسی کے سر کی مالش کر رہا ہوں، ایک دفعہ مام کے سر میں کی تھی اور دوسری دفعہ تمہارے، پتہ ہے مام کہتی ہے میرے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہاتھوں میں جادو ہے جو درد کی جڑوں سمیت باہر کھینچ لیتا ہے، کاش میں تمہاری مسیحائی پر بھی پورا اتروں۔'' آخر میں لہجے میں یاسیت اتر آئی تھی، جھک کر مرحا کو دیکھا جو کب کی سو چکی تھی، ضامن نے اک افسردہ سانس کھینچتے مرحا کو اٹھا کر بیڈ پر لٹایا اور خود کمرے سے باہر آ گیا۔

جیسے ساحل سے چھڑا لیتی ہیں موجیں دامن
کتنا آساں ہے تیرا مجھ سے گریزاں ہوتا

اگلے دن وہ آفس جانے کے لئے تیار ہو کر باہر آیا تو نظریں مرحا کے تعاقب میں دوڑائیں جو دانہ چگتی چڑیوں کو دیکھنے میں محو تھی۔

''اچھا یار میں آفس جا رہا ہوں تم اچھے سے دروازہ بند کر لینا۔'' پر جواب ندارد۔

''یہ ناانصافی ہے یار، بندہ پیار بھرا جملہ نہ سہی کوئی دعا ہی دے ڈالتا ہے۔'' لہجے سے شکایت بھری مایوسی جھلکی۔

''میری دعا سے کیا تم محفوظ رہو گے۔'' وہ چڑیوں پر نظریں جمائے بولی۔

''ہو سکتا ہے میرے سر پر کوئی بلا ہو اور وہ تمہاری دعا سے ٹل جائے۔'' وہ پر جوش ہوا مگر اس بار وہ خاموش رہی۔

''اچھا چلو دعا نہ سہی کوئی بد دعا ہی دے ڈالو۔'' مایوس ہونا ضامن نے سیکھا ہی نہ تھا۔

''میں تمہیں بد دعا کیوں دوں گی۔'' وہ حیران سی نک سک سے تیار ضامن کو دیکھنے لگی جس کی وجاہت ہمیشہ کی طرح قابل رشک تھی۔

''کیونکہ میں نے تمہاری زندگی برباد کی ہے۔''

''وہ میرا نصیب تھا اور نصیب اور قسمت سے کون لڑ سکتا ہے۔'' وہ رسان سے بولی۔

''یعنی میں ہر جرم سے بری الذمہ ہوا؟'' وہ ششدر رہا۔

''میں نے کہا نہ وہ میرا نصیب تھا اس میں تمہاری کیا غلطی۔''

''اور..... اور۔'' مرحا کے سادہ سے جملوں نے ضامن کے اندر شگوفے کھلا ڈالے۔

وہ چند پل متحیر سا اسے دیکھنے لگا اور اگلے پل اس کی پیشانی پر لب رکھ دیئے، وہ اس کی جسارت پر دنگ رہ گئی، اپنے پیار کی مہر ثبت کرنے کے بعد ضامن جا چکا تھا، مرحا کی رنگت سرخ پڑ گئی، غصے سے نہیں حیاء سے۔

''فی امان اللہ۔'' اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کے درمیان بمشکل بول پائی تھی۔

☆☆☆

گھر کے چھوٹے موٹے کام کرتے ہوئے تین بج گئے تھے مرحا نے ضامن کی پسند کا کھانا بنایا اور خود آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی، آج بڑے دنوں بعد وہ خود کو دیکھ رہی تھی، تیار تو وہ پہلے بھی نہ ہوتی تھی پر ابا کے گزر جانے کے بعد تو وہ خود سے مسلسل طور پر لاپرواہ ہو گئی تھی، لیکن آج دل بننے سنورنے کو چاہ رہا تھا، کسی کے لئے خاص اور اہم ہونے کا احساس ہی نیا تھا، ضامن کے لبوں کا لمس پیشانی پر چاند سا چمک رہا تھا، وہ اس نئے سے لمس سے پہلی دفعہ آگاہ ہوئی تھی، دل الگ اک نئے تال پر تھرک رہا تھا، دل کی حالت کیا بدلی سب کچھ نیا نیا اور حسین لگنے لگا۔

مرد کی محبت عورت کے لئے خوشبودار ہوا کے جھونکے کی مانند ہوتی ہے، جو چھو کر گزرتی ہے تو روم روم کو مہکا دیتی ہے، اب یہ عورت پر منحصر ہے چاہے تو خود کو مہکا لے یا پھر دامن سمیٹ کر گزر جائے۔

اور مرحا نے خود کو اس جھونکے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مہکنے کا فیصلہ کیا تھا ضامن کے لئے دل تو اسی دن کشادہ ہو گیا تھا جب وہ اس کی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ڈھال بن کر فیض عالم پر پل پڑا تھا، پھر جس طرح وہ مرحا کو سنبھالتا آیا تھا اس کے ہر زخم پر مرہم رکھتا گیا تھا دل میں چھپی نفرت کی آخری چنگاری بھی نکل گئی تھی۔

وائٹ لونگ فراک جس کے گلے دامن پر گلابی موتیوں کا خوبصورت کام بنا تھا، گلے میں جھولتا گلابی دوپٹہ، پلکوں پر مسکارا لگا کر پنک لپ گلوس کا ایک کوٹ ہونٹوں پر کیا، آئینے میں خود کو دیکھ کر وہ اک پل کے لئے متحیر رہ گئی، خوبصورت تو وہ پہلے ہی تھی پر اس ذرا سی تیاری نے ایسا نکھار بخشا کہ آئینے سے نظر چراتی ابا کے کمرے میں آ گئی۔

''آپ ٹھیک کہتے تھے ابا، اگر مجھ پر کوئی عزت کی چادر ڈال سکتا ہے تو وہ صرف ضامن ہے، وہ شخص جس کی غیر ذمہ داری سے میں نالاں رہتی تھی، جس کے نزدیک زندگی تھرل اور انجوائے منٹ کا دوسرا نام تھی، وہی آج میرے درد کا مداوا بن چکا ہے، ہر مصیبت خود پر جھیل کر وہ میرے تحفظ کا ذریعہ بن گیا ہے، پر تھوڑا سا شرارتی ہے۔'' دوپٹے سے تصویر پر لگی نادیدہ گرد صاف کی۔

''لیکن اس کی یہی شرارتیں میرے اندر زندگی کا احساس جگائے رکھتی ہیں، میری خزاں جیسی زندگی میں شگوفے کھلاتی ہیں، لیکن لاپرواہ وہ اب بھی ہے، دیکھیں شام ہو رہی ہے اور موصوف کا کہیں اتا پتہ ہی نہیں ہے۔'' اک نظر گھڑی کو دیکھا۔

''پتہ بھی ہے میں گھر میں اکیلی ہوں، لیکن نہیں موصوف کو تو اپنی من مانی کرنے کی پڑی ہے۔'' نروٹھے پن سے کہتے سر جھٹکا مگر دوسرے ہی پل گال ست رنگی ہوئے پلکوں میں لرزش اتر آئی۔

''مجھے اس کا انتظار کرتے ہوئے اک عجب سا سکون مل رہا ہے، اک فسوں سا ہے ان لمحوں میں بے نام سا کیف و سرور، دل میں اندر کہیں اس کے نام کی کن من ہو رہی ہے، میں چاہ کر بھی اس سے خفا نہیں ہو پا رہی حالانکہ کوئی تم نہیں ستایا اس نے، آپ ٹھیک کہتے تھے مرد کی محبت صبح کی اذان جیسی مقدس اور پاک ہوتی ہے، آج جب اس کی پاکیزگی نے میرے دامن کو تھاما ہے تو محسوس ہوا ہے، محبت کے بغیر تو زندگی کھوکھلی اور ادھوری ہوتی ہے۔'' شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے، انتظار کی گھڑیاں تھیں کے ختم ہو کر ہی نہ دیتی تھیں۔

''ضامن ابھی تک آیا کیوں نہیں؟'' وہ بے چین سی تصویر کو واپس رکھتی صحن میں نکل آئی۔

''کہاں رہ گئے ہو ضامن، پلیز آ جاؤ اب مجھے واقعی ہی گھبراہٹ ہونے لگی ہے۔'' صحن میں چکراتے وہ رو دینے کو تھی، تبھی فون بجنے لگا۔

''ہیلو! ضامن کہاں ہو تم؟'' کال ریسیو کرتے بیقراری سے گویا ہوئی۔

''مسز ضامن؟'' دوسری طرف ائیر پیس سے اجنبی آواز گونجی۔

''ہاں۔'' دل کو وسوسوں نے گھیرا۔

''مسٹر ضامن کو گولی لگی ہے، وہ اس وقت ہسپتال میں ہیں، جتنا جلدی ہو سکے آپ پہنچ جائیں۔'' کال ڈراپ ہو چکی تھی جبکہ وشل و ساکت وجود لئے فون کو گھورنے لگی، دماغ میں سائیں سائیں ہو رہی تھی، (ہو سکتا ہے میرے سر پر کوئی بلا ہو اور وہ تمہاری دعا سے ٹل جائے) کا ساعت سے ضامن کی پر جوش سی آواز ٹکرائی، کتنا خوش تھا وہ آج گھر سے جاتے ہوئے۔

''نہیں..... تمہیں کچھ نہیں ہوگا، ابھی تو میں نے تمہیں خدا سے مانگا بھی نہیں، وہ کیسے تمہیں

www.pakistanipoint.com

چھین سکتا ہے۔'' ہچکیوں سے روتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی، بمشکل خود کو گھسیٹتے ہسپتال پہنچی تھی، ضامن کا اندر آپریشن چل رہا تھا، جب ٹانگوں پر کھڑے رہنا ناممکن ہو گیا تو کوریڈور میں رکھے بنچ پر گر سی گئی، اس کو جتنی بھی سورتیں زبانی یاد تھیں، انہیں پڑھ کر ضامن کی سلامتی کی دعا مانگنے لگی، بشر حیات کے ساتھ کوریڈور میں داخل ہوتی ساریہ نے ٹھٹک کر اس موی مجسمے کو دیکھا، جو اردگرد سے بیگانہ اپنے اللہ سے راز و نیاز کرنے میں مشغول تھی، شاید وہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈتی تو ضامن کے لئے ایسی لڑکی نہ ڈھونڈ پاتیں۔

''ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں انکل؟''

''وہ ٹھیک تو ہے؟ خطرے کی کوئی بات تو نہیں؟'' ڈاکٹر کے کیبن سے باہر آتے بشر حیات پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

''خطرے سے باہر ہے وہ، گولی صرف چھو کر گزری تھی، کچھ ہی دیر میں اسے روم میں شفٹ کر دیں گے۔'' بشر حیات نے تحمل سے جواب دیا، اور ان کی بات سنتی مرحا کی آنکھوں سے تشکر کے مارے آنسو بہہ نکلے۔

''مرحا بیٹا پہلے آپ جا کر مل لو ضامن سے۔'' روم میں شفٹ کرنے کے بعد ملنے کی اجازت دے دی گئی تھی، بشر حیات نے اس کی حالت کے پیش نظر پہلے اسے کمرے میں بھیجا، ان کا شکریہ ادا کرتی وہ روم میں داخل ہوئی، زرد رنگت اور شانے اور ماتھے پر بندھی پٹی، اس کی روح تک زخمی ہوئی۔

''تم ایسے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے، شرارتیں کرتے اور مجھے ستاتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہو۔'' پیشانی پر بکھرے بالوں کو دھیرے سے سمیٹ کر لب رکھ دیئے۔

''جانتے ہو آج تمہارا رزلٹ اناؤنس ہوا ہے اور یہ دیکھ کر کہ تم نے یونی میں ٹاپ کیا ہے، مجھے بالکل بھی حیرانی نہیں ہوئی، کیونکہ میں جان گئی ہوں، تم ضامن ہو ضامن بشر حیات جو بھی بھی کچھ بھی کر سکتا ہے، اسی لئے میں نے تمہاری پسند کا کھانا بنایا ہے اور تمہارے فیورٹ کلر کا ڈریس بھی پہنا ہے، دیکھو اور بتاؤ میں وائٹ کلر میں کیسی لگ رہی ہوں۔'' وہ بے بس ہوئی اک شریر آنسو ٹوٹ کر ضامن کے گال پر گرا۔

''پلیز آنکھیں کھولو ضامن۔'' رونے میں اور شدت آئی۔

مجھ میں پیوست ہو تم یوں کہ زمانے والے
میری مٹی سے میرے بعد نکالیں گے تمہیں

''تم تھے اور پچھلے دس منٹ سے ٹانک کر رہے تھے۔'' ضامن کے شعر پڑھنے پر مرحا بھڑکی۔

''اف کورس۔'' دھیرے سے مسکرایا۔

''اگر اب بھی سوتا رہتا تو اتنے خوبصورت انکشاف سے محروم رہ جاتا۔'' بات کے آخر میں کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔

''تم..... تم ایک نہایت بدتمیز قسم کے فضول انسان ہو۔'' جذبات میں بہہ کر وہ خود کو آشکار کر بیٹھی تھی، خفت کے مارے برا حال تھا، اسی لئے رخ ہی پھیر گئی۔

سنو تم جیت ہو میری
اسی لئے ہار جاتا ہوں

ضامن نے کلائی تھام کر رخ اپنی سمت موڑا اور ہاتھ کی پشت پر لب رکھ دیئے، وہ بری طرح بلش کر گئی جبکہ اس کی حرکت، مرحا سے نظریں اٹھانا محال ہو گیا، ضامن نے کھلتے گلاب جیسے من موہنے روپ کی آنکھوں کے راستے دل میں جذب کیا۔

''یہ سب کیسے ہوا؟'' مسلسل خود پر جمی

www.pakistanipoint.com

نظروں سے خائف ہوتے وہ بات بدل گئی۔

''فیض عالم کی نوازش سے؟'' وہ تنفر سے گویا ہوا۔

''فیض عالم۔'' مرحا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی، جبکہ وہ اس کی حالت سے بے خبر مزید گویا ہوا۔

''آفس میں کام کم تھا، اسی لئے آج میں جلدی اٹھ آیا تھا، واپسی پر سوچا کیوں نہ تمہارے لئے پھول ہی لیتا چلو، مگر اچانک فیض عالم سامنے آ گیا، وہ اس دن ہوئی بے عزتی کا بدلہ لینے آیا تھا، اسی لئے مجھ پر فائرنگ کر دی، چونکہ وہ نشے میں تھا اس کے تمام نشانے خطا ہو گئے پر اک گولی میرے کاندھے کو چیرتی ہوئی گزر گئی، میں شاید کسی کی دعاؤں کے سائے میں تھا ورنہ آج میں چار کاندھوں پر تمہارے سامنے ہوتا۔''

''ضامن!'' اس نے ٹوکتے ہوئے لبوں پر ہتھیلی جما دی، ضامن نے چونک کر اس کے خفا خفا سے روپ کو دیکھا، مرحا کا وہی ہاتھ پکڑ کر ہولے سے دبایا۔

''اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔''

''خوش فہمی ہے تمہاری ورنہ میں تو تم سے نفرت بھی نہ کروں۔'' وہ ہاتھ چھڑاتے بولی۔

''تو کس نے کہا ہے نفرت کرو، بس اسی طرح میری پرواہ کرتی رہو اور رہی محبت تو اس کے لئے میں ہی کافی ہوں۔'' وہ دور کھڑی مرحا کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

''وہی محبت جو تمہارے نزدیک کسی کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، یاد ہے نہ تم نے کہا تھا، استعمال کرو اور پھینک دو۔''

''بکواس کی تھی میں نے، میری باتوں سے تم اتنی انسپائر نظر آ رہی تھیں کہ میری رگ شرارت بھڑک اٹھی، ورنہ میں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ محبت کے پیچھے کون بے وقوف جوگ لیتا پھرے، مگر دیکھو میں بھی انہی بیوقوفوں میں شامل ہو گیا، تمہاری خاطر اپنے گھربار اپنے لائف اسٹائل تک کو چھوڑ دیا۔'' ضامن نے تفصیل سے اس کی غلط فہمی دور کی۔

''اور وہ جو تم کلاس روم میں اور باہر مجھے تنگ کرتے تھے۔'' مرحا نے لگے ہاتھوں اک اور شکوہ کر ڈالا۔

''وہ......وہ (وہ کو کافی لمبا کھینچا) یار تم غصہ کرتی اتنی حسین لگتی تھی کہ میرا دل بار بار تمہیں تنگ کرنے کو کرتا تھا، کوئی غصے میں اس قدر بھی پیارا لگ سکتا ہے، اب اس میں میرا کیا قصور تمہاری اینگری لک کی اتنی عادت ہو گئی تھی، اگر کبھی تم ہنستی تو پرائی پرائی لگتی تھی۔''

''یعنی تم جان بوجھ کر مجھے تنگ کرتے تھے۔'' آنکھیں سکیڑ کر ضامن کو بغور گھورا۔

''یار!'' ضامن زچ ہوا۔

''وہ اسٹوڈنٹ لائف تھی تب کیا صحیح ہے کیا غلط ہے کوئی پرواہ نہیں تھی، لیکن وہ سب یونی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا، آئندہ میرے باپ کی بھی توبہ جو تمہیں تنگ کیا یا ستاؤں۔'' محاورتاً نہیں حقیقتاً کان پکڑے مگر دوسرے ہی پل لبوں سے کراہ نکلی کیونکہ وہ زخمی بازو کو ہلا بیٹھا تھا۔

''بہت درد ہو رہا ہے؟'' وہ تڑپ کر اس کی سمت بڑھی۔

''ہوں۔'' ضامن نے شرارت سے اثبات میں سر ہلا دیا، مرحا نے جھجکتے ہوئے اس کے زخم پر اپنے لب رکھ دیئے۔

''یہاں بھی۔'' پیشانی پر انگلی رکھی، مرحا نے لب پیشانی پر رکھ دیئے۔

''اور یہاں بھی۔'' ضامن نے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور اس کی شرارت کو سمجھتی مرحا نے بازو

پر اک چپت رسید کی۔

''بہت اچھا ہوا تمہارے ساتھ جو تم مجھے اتنا تنگ کرتے ہو یہ اس کی ہی سزا ہے۔''

''اچھا...... اور اس کا کیا جو تم نے مجھ تنگ کیا؟''

''میں نے کب کیا؟'' ضامن کے شکوے پر مرحا حیران ہوئی۔

''وہ جو تم میرے سینے پر سر رکھ کر سکون سے سو جاتی تھی، اس کا کیا، جانتی بھی ہو میں کتنے جتنوں سے تمہیں خود سے دور کرتا تھا۔''

''ہاں تو بالکل ٹھیک ہوا تمہارے ساتھ، تم جیسے اوور اسمارٹ بندے کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔'' وہ شرارت سے کہتی ضامن کی پہنچ سے دور ہوئی، جبکہ اس نے ہاتھ واپس کھینچتے اسے گھورا۔

''صرف کچھ دن بچو، پھر دیکھتا ہوں تم مجھ سے بچ کے کہاں جاتی ہو۔'' مرحا نے کوئی جواب نہ دیا بس لبوں پر شرارتی مسکان سجائے اس کا دل جلاتی رہی۔

☆☆☆

''اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟ زیادہ درد تو نہیں ہو رہا؟'' ساریہ پیشانی پر بوسہ دیتیں محبت سے گویا ہوئیں، (اف ان دونوں ساس بہوؤں کا پیار جتانے کا انداز)۔

''پہلے بہت تکلیف تھی، بہت درد بھی ہو رہا تھا پر اب اک نظر مرحا کو دیکھا آپ آ گئیں تو بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔''

''میں نے بہت زیادتی کر دی نہ تمہارے ساتھ۔'' ساریہ اپنے کیے پر نادم ہوئیں۔

''ہاں بہت زیادہ، لیکن میرے ساتھ نہیں، خود کے ساتھ جب رہ نہیں سکتی تھیں میرے بغیر تو کوشش ہی کیوں کی۔'' ان کا ہاتھ ملائمت سے دباتے مصنوعی خفگی سے بولا۔

''یہ مرحا ہے، مرحا ضامن، آپ کی بہو۔'' خاموش کھڑی مرحا کا تعارف کروایا۔

''یہ میری بہو نہیں ہے۔'' ساریہ کے نخوت سے کہنے پر کن اکھیوں سے بشر حیات کو دیکھا جنہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں سے تسلی دی، ساریہ چلتی ہوئی بت بنی مرحا کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

''یہ میری بہو نہیں بلکہ...... (باری باری سب کے چہروں کو دیکھا) میری بیٹی ہے۔'' ضامن کے سینے میں اٹکی سانس بحال ہوئی اور دم بخود سی ہوا ان کی پھیلی باہیں دیکھتی رہی۔

''اس سے پہلے میرا موڈ چینج ہو اس سے کہو یہ میرے گلے لگے۔'' ان کی دھمکی پر مرحا فٹ سے ان کے سینے سے جا لگی، زندگی میں پہلی بار ماں کے وجود کی خوشبو ملی تھی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں، بشر حیات نے وکٹری کا نشان بنا کر ضامن کو دیکھا اور موبائل پر آتی کال سننے کے لئے روم سے باہر چلے گئے۔

''تھینک یو مائے ڈیئر مام۔'' ضامن نے محبت سے ان کا ہاتھ تھاما۔

''تھینک یو تک تو ٹھیک ہے پر یہ میرا نہیں مرحا کا ہاتھ ہے۔'' ساریہ شوخ ہوئیں جبکہ مرحا بلش ہو گئی۔

''آپ کی گنجائش بھی یہیں نکلتی ہے۔'' وہی ہاتھ ساریہ کی سمت بڑھایا جس میں پہلے ہی مرحا کا نازک کانپتا ہاتھ موجود تھا، تبھی دروازہ کھول کر بشر حیات اندر داخل ہوئے۔

''ایس پی ذیشان بیگ کی کال تھی، فیض عالم پولیس مقابلے میں مارا جا چکا ہے۔'' ان کے انکشاف پر سبھی دم بخود رہ گئے، ضامن نے کن اکھیوں سے مرحا کی سمت دیکھا، جس کے چہرے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پراک پل کے لئے تغیر رونما ہوا اور دوسرے پل وہ نارمل ہوگئی۔

(اب وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کی ہمراہی میں رہ کر وہ اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ فیض عالم کا خوف تو کہیں دور جا سویا تھا)۔

''خس کم جہاں پاک۔'' ساریہ نے ہاتھ جھاڑتے فیض عالم نے کس طرح مرحا کی زندگی میں زہر گھولا تھا، اس سے بشر حیات انہیں آگاہ کر چکے تھے اور مرحا کی تباہی میں کہیں نہ کہیں ان کے بیٹے کا بھی ہاتھ تھا، یہ جان کر وہ مرحا کے لئے دل سے ساری کدورت مٹا چکی تھیں، ساریہ مسکراتے ہوئے مرحا کو ضامن کے بچپن کا کوئی قصہ سنا رہی تھیں جسے سنتے ہوئے اس کے چہرے پراک دھیمی سی مسکان تھی۔

ضامن نے طمانیت سے اپنے پیاروں کو کھلتے چہرے دیکھے، اس کے ہاتھ میں ابھی بھی مرحا اور ساریہ کا ہاتھ موجود تھا، جنہیں کبھی نہ چھوڑنے کا وہ خود سے عہد کر چکا تھا، کیونکہ وہ جان گیا تھا ایک مرد کو بہترین شخص بنانے میں دو عورتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں، پہلی اس کی ماں اور دوسری اس کی بیوی، یہ دو رشتے ایسے ہیں جو آئینے کی طرح ہوتے ہیں، آپ کے ساتھ اگر ہنستے ہیں تو آپ کے ساتھ روتے بھی ہیں، مگر یہ شیشے کی طرح نازک ہوتے ہیں، ذرا سی ٹھیس سے پاش پاش ہو کر بکھر جاتے ہیں اور ضامن بشر حیات اس معاملے میں خوش قسمت ثابت ہوا تھا، کیونکہ ٹوٹنے سے پہلے ہی وہ ان کو سمیٹ چکا تھا۔

اتنا آہستہ کیا ہے تری جانب کا سفر
عشق کرنے کے لئے عمر پڑی ہو جیسے

☆☆☆

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے شعری مجموعے

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

ولی

مریم ماہ منیر

''نہیں، میرے لئے ابا نے فرنچ خریدا تھا، اس کی پے منٹ ڈیوتھی، بلکہ وہ پے منٹ تو انہوں نے ایڈوانس میں ہی کر دی تھی یہ فاطمہ نے مجھے بتایا تھا، ابا بھی نہ، سب کچھ اسی سے شیئر کر رہے تھے، فاطمہ بھی نا، انکے بہت کلوز ہوگئی تھی، اس کے اس گھر میں آنے پر تو جیسے وہیان کی بیٹی بن گئی تھی۔'' صائمہ کی گفتگو میں فاطمہ کا ذکر بھی تھا، وہ بہت فاطمہ کی تعریف کر رہی تھی۔

''مذاق کر رہی ہوں، فاطمہ سچ میں دل کی بہت اچھی ہے اور ویسے بھی مجھے اس کے اماں کے پاس ہونے پر اب یہاں دوبئی آنے پر فکر نہیں ہے، وہ نہ ہوتی تو شاید میرے لئے اماں کو اکیلے چھوڑنا ممکن نہ تھا۔'' ایک مرتبہ پھر سے صائمہ کی زبان پر فاطمہ کی تعریف تھی۔

کال منقطع کرتے ہی بہت سے پچھتاوں نے ولی کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

☆☆☆

''اماں، آج تو ایسے نہ کہیں، میں اتنا بھی برا نہیں ہوں جتنا آپ نے مجھے بنا دیا ہے۔'' منت بھرے لہجے میں ولی بولا۔

''ولی مجھے نہ ستاؤ، پہلے ہی تمہارے ابا کے جانے کا غم اپنی جان پر سہہ رہی ہوں۔''

سجاد صاحب کا چالیسواں تھا اور اماں ولی میں سرد جنگ جیسی بحث چھڑی تھی۔

''اماں میں محنت کرتا ہوں، ایسے ہی پیسہ نہیں کمایا جاتا۔'' وہ ان کے قریب بیٹھا اسے منا رہا تھا، سر کے درد کی وجہ سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کنپٹیاں دبا ئیں۔

''پیسہ حلال کا ہو یا حرام کا، محنت دونوں میں لگتی ہے۔''

مکمل ناول

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"تو پھر جب محنت میں فرق نہیں ہے تو کمائی میں بھی فرقِ نہ کریں۔" ولی کے چہرے پر تھکان زدہ پرشکوہ مسکراہٹ ابھری۔

"فرق محنت میں نہیں ہوئی برکت میں ہوتی ہے، حلال کی کمائی کم ہوتی ہے، لیکن برکت بہت، حرام میں کمائی زیادہ برکت کم۔" زلیخا بیگم کا لہجہ اٹل تھا، ولی کی آنکھوں میں برہمی در آئی تھی، وہ نامراد ٹھہرایا جارہا تھا۔

"اماں یہ بحث کسی اور وقت کے لئے رہنے دیں، مجھے ابا کے چالیسویں کا انتظام کرنے دیں۔" ولی نے کہنا چاہا تھا، چالیسواں صرف اسکی ماں کے شوہر کا نہیں تھا، مرنے والا اسکا بھی باپ لگتا تھا۔

"تمہیں جو کرنا ہے کرو، لیکن مہمانوں اور ختم پر جو کھانا بنے گا تمہارے ابا کے پیسوں سے پکے گا۔"

"میرے دوست احباب بھی ہونگے، سسرال سے بھی لوگ ہونگے، ان کے مطابق انتظام کرنا ہے۔" اس نے کہنا چاہا تھا، اس کی بھی عزت کا معاملہ تھا، جس گھر میں اس نے ناطہ جوڑا تھا، ان کے آگے بھی تو بھرم رکھنا تھا۔

"تمہیں اپنے باپ کے چالیسویں کا ختم دلوانا ہے یا پھر دوست احباب اور سسرال والوں کی ضیافت، پہلے یہ فیصلہ کرو۔" زلیخا بیگم کے طعنے پر وہ جیسے اپنی جگہ تڑپا تھا، بھلےاس کے اپنے باپ سے ہزار اختلاف تھے، لیکن وہ اپنے باپ سے محبت کرتا تھا، بے پناہ محبت۔

"فاطمہ تم سمجھاؤ اماں کو، میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں میری بات نہیں مان رہیں۔" وہ بیٹا تھا، اتنا حق تو اس کا بھی تھا، کچھ فرض تو اس پر بھی لاگو تھے۔

مطلب کی باری آئی ہے تو فاطمہ یاد آ گئی۔" زلیخا بیگم نے فاطمہ کو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال باہر کیا۔

"اور فاطمہ تم یہ الماری کھول کر اوپر کے خانے سے نئی چادریں نکال لو۔" وہ اٹل لہجے میں بولیں اور پھر اٹھ کر وضو کرنے چل دیں۔

"جی اماں!"

سجاد صاحب کے چالیسویں کا ختم تھا، سارے گھر پر سوگواریت چھائی تھی، صحن میں شامیانے لگا کر مردوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا جبکہ خواتین کے بیٹھنے کی جگہ کمروں میں بنائی گئی تھی، چاندنیاں بچھا کر درمیان میں کھجور کی گٹھلیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا تھا، رشتہ دار خواتین و مرد حضرات اور محلّہ داروں دوست احساب کی آنا جانا لگا ہوا تھا، کچھ گٹھلیاں پڑھنے میں مصروف تو کچھ نے قرآن پاک کی تلاوت کررہے تھے، وہ گٹھلیاں پڑھتے وقت شعوری طور پہ ایسی جگہ بیٹھی تھی، جہاں کھلے دروازے سے باہر صحن اور پھر باہر کا دروازہ نظر آرہے تھے، ہر نئے مہمان کو صحن میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھتی تھی اس سے مل کر زلیخا بیگم سے ملوا کر پھر سے دوبارہ اپنی جگہ پر آن بیٹھتی تھی، کچھ دیر پہلے وہ اماں بی کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلی تھی کہ اس نے ولی اور ان کے درمیاں بحث ہوتے دیکھی، زلیخا بیگم نے اسے نئی چادریں نکالنے کو کہا تھا۔

صائمہ کی کال کے بعد حالات خاصے بدلے تھے، ولی اور فاطمہ کے درمیان جو سرد جنگ تھی بہت حد تک امن کے جھنڈے گاڑھے گئے تھے۔

"مجھے بہت زیادہ باتیں کرنی نہیں آتی، نہ مجھ سے معذرت پیش ہوتی ہیں، لیکن مجھے اپنے رویہ پر شرمندگی ہے۔" نپے تلے انداز میں وہ بولا تھا، بہت دنوں سے وہ فاطمہ سے بات کرنا چاہ رہا

تھا لیکن اس سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

''میں نے غلط کیا، مجھے تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا، میں اس دن نشے میں تھا، ہوش میں ہوتا تو شاید کچھ صبر کر جاتا۔'' فاطمہ کی خاموشی نے جیسے اسے مزید بولنے کا حوصلہ دیا۔

''تم نے صائمہ کو یہ کیوں بتایا کہ وہ ٹکٹ میں نے اس کے لئے بطور گفٹ لئے ہیں۔'' ان کے ذہن میں کوئی الجھن تھی جسے اس نے سوال کا روپ دیا۔

''جھوٹ تم مجھ سے بولا نہیں جائے گا اور سچ تم سن نہیں پاؤ گے۔'' اس مرتبہ فاطمہ نے دھیمے لہجے میں جواب دیا تھا۔

''مجھے سچ جاننا ہے۔'' ولی نے جیسے اصرار کیا۔

''جس لڑکی کے باپ کو ہفتہ بھی نہ گزرا ہو اس دنیا کو چھوڑے اس کی رخصتی پر اس کا، اکلوتے بھائی کا بھی کچھ اتا پتہ نہ ہو، کچھ تو امید دینی تھی اس..... اس لڑکی کو، مجھے اس وقت یہی سمجھ آیا۔'' ایک گہری سانس لئے فاطمہ بولی تھی۔

''اماں بی کو پتہ ہے؟'' ولی کی شرمندگی میں مزید اضافہ ہوا، فاطمہ سچ کہہ رہی تھی، بھائی ہونے کے ناطے اس کے کچھ فرض تھے جنہیں وہ وقتی طور پر بھلا بیٹھا تھا۔

''انہیں خیر ہے سوائے صائمہ اور اس کے سسرال کے۔''

''شکریہ فاطمہ۔''

''کہا نا وہ میری بھی نہیں ہے۔''

''میں یہ احسان کیسے اتار سکتا ہوں، اگر اجازت ہو تو میں پیسے آپ کو واپس کر لوں، آپ کہیں اپنے استعمال میں لے آئیے گا۔''

''میں پہلے بھی وہ پیسے اپنے استعمال میں ہی لائی ہوں، صائمہ دل سے بہن مانا ہے، اگر ہو سکے تو صائمہ کو اس بات کی خبر نہ ہونے دینا۔'' جواب میں اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''فاطمہ، آپ کو میری ذات سے آئندہ کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی، کوشش کروں گا دل سے وعدہ نہیں کرونگا، وعدہ ٹوٹ گیا تو پھر مجھ سے بار بار معذرتیں نہیں ہونگیں۔''

''شراب پینا چھوڑ دو وعدے بھی نبھانے لگو گے، وعدہ نبھانے کو انسان کو ہوش میں رہنا ضروری ہوتا ہے، شراب انسان کے ہوش چھین لیتی ہے۔'' وہ جواب میں خاموش ہو گیا تھا۔

''ولی سب خیریت ہے۔'' فاطمہ نے اسے اپنے قریب آ کر کھڑے ہوتے دیکھا۔

''ہاں نہیں، ہاں ٹھیک ہے، آپ میری ذرا بات سنیں۔'' وہ گٹھلیاں پر تیسرا کلمہ پڑھ رہی تھی جب وہ اس کے پاس آیا، وہ مہمانوں سے الگ سے بلانے آیا تھا۔

''ہاں بولو بولو، کیا بات ہے۔'' وہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

''اماں کو کسی طرح سمجھائیں پلیز، وہ کیوں ضد پر اڑی ہیں۔''

''بات تو بتاؤ، کیا ہوا ہے۔'' اس نے سوالیہ انداز میں ولی کو دیکھا۔

''کھانا کم پڑ گیا۔'' مختصر الفاظ میں ولی بولا، وہ خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''بس اتنی سی بات ہے۔''

''یہ اتنی سی بات نہیں ہے، مہمان توقع سے زیادہ ہیں مجھے لگ رہا ہے کھانا کم پڑ جائے گا۔''

''تم بے فکر ہو کر، بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھلواؤ۔'' اس کی بات سن کر فاطمہ کو جیسے سکون ہوا تھا، بات فاطمہ کے حساب سے بہت پریشان

www.pakistanipoint.com

کن نہ تھی۔

''اماں ضد پر اڑی ہیں نہیں تو میں اپنے کک کو بلوا کر کھانا بنوا دوں۔''

''کھانا ضرورت سے کہیں زیادہ ہے، تم فکر نہ کرو۔'' فاطمہ نے ایک مرتبہ پھر سے اسے اطمینان دلانا چاہا۔

''سوچ لیں۔''

''کہانا بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھلواؤ۔''

وہ پریشان تھا، حد سے زیادہ پریشان تھا، لیکن اس وقت کھانا کھلوانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، فاطمہ کی بھرپور تسلی کے باوجود بھی اس کا دل مطمئن نہیں ہوا تھا، پھر بھی نہ چاہتے ہوئے اس نے پہلی قورمہ کی دیگ کا ڈھکن کھول کر بسم اللہ پڑھی تھی۔

''کھانا ضرورت سے کہیں زیادہ تھا۔''

مہمانوں کو کھانا کھاتے دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔

یونہی دوٹوک لہجے میں
بہت آسان لفظوں میں
تم مجھ سے تعلق توڑنے کی بات کرتے ہو
بہت آساں نہیں سمجھو
ابھی بھی وقت ہے سمجھو
بہت مشکل ہے یہ جانو
بہت تکلیف دہ ہے یہ مانو
تعلق توڑنے کو کہنا اور اس کا توڑنا سہنا
اتنا پرکیف نہیں ہوتا
یونہی آساں نہیں ہوتا
کہ اس کے توڑنے اور جوڑنے کے بیچ میں
جو اک ان دکھائی دیتا سلسلہ سا حائل ہے
جو لمحوں کی مسافت میں یوں طے تو ہوتا ہے
مگر اس کے درد اس کے دکھ اور تکلیف کو
لمحوں کی نہیں صدیوں کی مسافت کو طے کرنا ہوتا
ہے
اگر تم اب بھی یہ کہہ دو
اور مجھ سے تعلق توڑنا چاہو
تو جان اک بات سن لو نا
بہت نادان ہو تم نا!

☆☆☆

''اماں! میں آپ کے لئے ولی سے امان اللہ کیسے بنا؟'' امان اللہ کے لہجے میں تجسس تھا، کچھ جاننے کا تجسس۔

''ولی تم کبھی بھی نہ تھے، تمہارے ابا نے غلط کیا تمہارا نام ولی رکھ کر، میں نے تب بھی منع کیا تھا جب وہ تمہارا نام ولی رکھنے چلے تھے۔'' مدھم مسکراہٹ ہونٹوں پر لئے اماں بی بولیں۔

''لیکن انہوں نے بھی ضد پکڑ لی۔'' چند لمحے توقف کے بعد وہ دوبارہ بولنا شروع ہوئیں، اس لمحے امان اللہ کو لگا جیسے وہ کسی ماضی کی یاد میں مگن تھیں۔

''تمہارے دادا کے پاس گئی تھی، تمہارے ابا کی شکایت لے کر، خدا نہیں جنت نصیب کرے، میری بات سنی، سمجھی، تمہارے ابا کی ضد بھی مانی اور میری بات کا بھرم بھی رکھا، تب سے تم ولی امان اللہ بن گئے۔'' ماضی کے دریچوں سے جھانک کر زندگی کے چند لمحے اماں بی نے حال میں لا کھڑے کیے۔

''ولی امان اللہ، تمہارے باپ اور دادا کا ملا کر دیا ہوا نام، ان کا کہنا تھا کہ تم ولی کہلا کر بھی اللہ کی امان میں رہو گے۔'' ان کی مسکراہٹ میں سکون تھا اطمینان تھا۔

''ایک مرتبہ کلثوم نے بھی یہی کہا تھا، مجھے اللہ کی امان ہے۔'' امان اللہ نے ہولے سے بولا۔

''میری بات مانو گے، میری آخری خواہش سمجھ کر۔'' کچھ جانچتی آنکھوں اور لہجے میں اماں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بی نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔

''اماں آپ حکم کریں۔'' ولی امان اللہ ان کے چہرے سے ان کے سوال سے ان کی جھجک جان گیا۔

جواب میں وہ ہنسی تھیں، ولی امان اللہ انہیں ہنستے دیکھ کر ٹھٹک سا گیا، ایک ماں کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ وہ دیکھ رہا تھا، اتنی خوبصورت، پاکیزہ مسکراہٹ، اتنی شفاف، وہ اپنی ماں کو مسکراتے دیکھ رہا تھا۔

''کلثوم سے کوئی بات جاننے کا کہوں تو وہ کہتی ہے حکم کریں، بیٹے سے کہتی ہوں تو بھی حکم دینے کی بات کہتا ہے۔'' خود کلامی کے انداز میں زلیخا بیگم بولیں۔

''اماں!''

''ماں سے ہٹ کر کسی عورت کا احترام کرنے کو کہوں کرو گے؟'' عجیب سے سوال، کھوجتی نگاہیں، کچھ تجسس بھرا انداز اماں بی بولیں۔

''بہن کی تو کرتا ہوں، آپ کا اشارہ جس طرف ہے، میں اس کا احترام کیوں نہ کرونگا جس کا احترام مجھ پر رب نے فرض کیا ہے۔'' امان اللہ کو دیر نہیں لگی تھی اماں بی کے ذہن و دل تک رسائی پانے میں۔

''اسے اپنا لو۔'' ایک خواہش کا اظہار تھا جو انہوں نے امان اللہ سے کیا۔

''وہ تو کب سے اپنا لیا، تب ہی اپنا لیا تھا جب صائمہ کی رخصتی پر اس نے میری غیر موجودگی کو صائمہ کے سسرال میں محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوا پھر ہنسا، جیسے خود پر ہنس رہا ہو۔

''اماں آپ بھی کیا بات کرتی ہیں، میں تو خود تو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اسی سے نظر بھی ملا پاؤں۔'' وہ شرمندہ تھا۔

ماضی کی بہت سی باتوں کو لے کر، اس کے دل میں کچھ خلش تھی، اس نے اعتراف کرنے میں دیر نہیں کی تھی، وہ زندگی میں پہلے ہی بہت دیر کر چکا تھا۔

''اس بچی نے برے وقت میں اس گھر کے مکینوں کا اپنا بن کر ساتھ دیا ہے، تمہارے ابا کے اس کے ماں باپ کے ایکسیڈنٹ میں وفات کے بعد اسے گھر لے آئے، پناہ دی، پھر تمہاری پناہ میں دیا، تمہاری طرف سے تمہارے ابا کو ہی نہیں مجھے بھی بہت سے خدشے لاحق تھے، اس نیک روح نے آج تک مڑ کر کبھی ایک لفظ شکوے کا نہ بولا، تمہارے ابا کے بعد جتنا ساتھ میں دے سکتی ہوں دے رہی ہوں، میرے بعد اسے بے آسرا نہ ہونے دینا۔''

''اماں! آپ کو خدا میری زندگی بھی لگا دے، آپ کا سایہ سر پر سلامت رکھے، میں پہلے ہی بہت طول اذیت بھری مسافت سے واپس ہوا ہوں، مجھے آپ کی ضرورت ہمیشہ رہے گی تا عمر۔''

اس نے اماں بی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، بے ساختہ ہی جھک کر ہاتھ چومتے اس نے جیسے ان سے وعدہ کیا تھا۔

وہ وعدہ دل سے تھا۔

وہ وعدہ نبھانے کے لئے تھا۔

وہ ہمیشہ کے لئے تھا۔

امان اللہ وہ وعدہ نبھانا چاہتا تھا، اپنے دل کی تمام گہرائیوں سمیت۔

☆☆☆

''خود کو خود ہی سنبھالنا ہوتا ہے امان اللہ۔''

فرزانہ جس خاموشی سے اس کی زندگی میں آئی تھی اسی خاموشی سے نکل گئی تھی، وہ شکستہ دل تھا، دکھی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھا، اذیت میں تھا۔

''کوئی نہیں آتا باہر سے سنبھالنے، اگر آتا بھی ہے تو محض تماشا دیکھنے، یہ دیکھنے کے لئے کہ آپ زندگی میں دکھ کی کون سی حد پر کھڑے ہیں، وہ کتنی اونچی ہے اور اس چوٹی کے قریب کی کھائی کتنی گہری ہے، آپ گریں گے تو کتنی اونچائی سے کتنی گہرائی میں، یہ تعین کرنے آتی ہے دنیا، آپ کو دکھ کی اونچائی پہ لے جا کر گہری سے گہری کھائی میں دھکا دینے کی۔''

وہ اسی طرح گھٹنوں میں سر دیئے ہوئے تھا، اردگرد سے بے خبر، قسمت کی ایسی مار پڑی تھی کہ دنیا سے اس کی دلچسپی رہی ختم ہوگئی۔

''اپنے دماغ، اپنی عقل سے خود کام لینا پڑتا ہے، عقل کو دماغ کے خانے میں خود فٹ کرنا پڑتا ہے۔'' اس مرتبہ اس نے کلثوم کی بات پر سر اٹھایا تھا، اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

''آپ پر ابھی گزری نہیں، جس دن گزری اس دن احساس ہوگا میری تکلیف کا۔'' امان اللہ نے پینٹ کی جیب سے سگریٹ کی ڈبیہ نکالی۔

''مجھ پر گزری نہیں، میں گزار رہی ہوں، وہ دن آئے گا نہیں، وہ دن گزر رہے ہیں میری روح پر، امان اللہ صرف راتیں ہی اماؤس کی نہیں ہوتیں، کچھ دن بھی سورج گرہن جیسے ہوتے ہیں۔''

اگر دکھی امان اللہ تھا تو کلثوم کے دل نے بھی دکھوں کا بوجھ اٹھایا تھا، لیکن امان اللہ کو اپنے دکھ کے سامنے اس کا دکھ بہت ہی چھوٹا محسوس ہوا۔

''آپ کو والدین اچھے ملے اس لئے۔'' ڈبیہ کھول کر سگریٹ نکالی تھی، اس نے کچھ جتانے والے انداز میں کہہ کر خود کو مزید خود ترسی کے کنویں کی جانب دھکیلا۔

''والدین تو تمہارے بھی کچھ کم نہیں تھے، بس تمہیں انہیں اس نظر سے دیکھنا نہیں آیا۔'' کلثوم نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں میں دبی سگریٹ پکڑ لی۔

''آپ کا بچپن، ان تکلیفوں میں نہیں گزرا۔'' کلثوم نے ہر جواب میں وہ نیا جواز نئی دلیل نکال لاتا تھا۔

''والدین، کا ویل اف ہونا انہیں اچھی کلاس میں فٹ کرتا ہے، مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آئی، یہ عجیب سی ڈیفینیشن ہے، اچھے والدین کی۔'' یہ کہتے ساتھ ہی کلثوم نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ کی ڈبیہ بھی پکڑ لی۔

''ہر انسان کی زندگی میں ایک لمحہ آتا ہے زندگی میں جب اس کی عقل اپنی جگہ سے کھسکتی ہے، کسی کی جلدی اپنی جگہ آجاتی ہے کسی کی دیر سے اور کچھ لوگ ساری زندگی کھسکی ہوئی عقل کے ساتھ جیتے ہیں، یہ انسان نے خود فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اس نے زندگی کو کس انداز سے گزارنا ہے۔''

ہر انسان زندگی گزارتا ہے، زندگی کے گزرے خوشی غمی کے لمحوں میں سے تجربات اکٹھے کرتا ہے، کلثوم کی گزری زندگی کا تجربہ اس کے الفاظ کی گہرائی سے ظاہر تھا۔

''آپ باتیں خوبصورت کرتی ہیں۔'' اس مرتبہ امان اللہ کے پاس موجود دلیلوں میں کمی واقعہ ہوئی تھی، وہ کسی نئی دلیل کے ساتھ بحث کو بڑھانے میں ناکام رہا۔

''زندگی ان خوبصورت باتوں سے کہیں آگے کی سوچ ہے۔''

''یہ سوچ ہی ساری فساد کی جڑ ہے۔'' کہہ کر وہ باہر کی طرف چل پڑی۔

''جاتے ہوئے اس کو تو واپس تو دیتی

www.pakistanipoint.com

جائیں۔'' کمرے سے نکلتے وقت اس نے ہاتھ میں سگریٹ کی ڈبیہ دیکھتے امان اللہ بولا۔

''واپس دینے کو نہیں پکڑا۔'' ایک سخت تنبیہی نظر اس نے امان اللہ کے چہرے پر ڈالی۔

''اور خبردار جو دوبارہ سے اس کو ہاتھ لگایا۔'' قریبی دیوار کے ساتھ رکھے ریڈنگ ٹیبل کے اوپر والے دراز کو کھول کر اس نے قینچی نکالی اور پھر ڈبیہ کھول کر سگریٹ نکال کر درمیان سے کاٹ کر ڈسٹ بن میں ڈالے۔

اس تمام کاروائی کو دیکھتے ہوئے امان اللہ نے کچھ کہنے کو لب کھولے لیکن وہ کچھ بھی نہ کہہ پایا تھا، کچھ ایسی بات تھی کلثوم کے لہجے میں کہ وہ چاہتے ہوئے بھی خاموش رہا تھا۔

کلثوم کے ساتھ ہونے والی ہر بحث سے پہلے وہ سوچتا تھا کہ اس مرتبہ وہ اپنی دلیلوں سے کلثوم کو جیتنے نہیں دے گا لیکن ہر مرتبہ وہ اپنی اس خواہش کے ادھورے رہ جانے پر الجھن کا شکار ہوتا تھا، ایسی الجھن جو اسے الجھا کر اس کے وجود کو غصے سے انگارہ بنا دیتی تھی، لیکن اس مرتبہ وہ نہ الجھا تھا اور نہ ہی اسے غصہ آیا تھا۔

اس نے سکون کی لہر کو اپنی روح میں سرائیت کرتے محسوس کیا تھا۔

☆☆☆

وہ سجدے میں تھی کہ دروازے پر ناک ہوا، سلام پھیر کر اس نے مصلے پر بیٹھے بیٹھے آواز دی۔

''کون ہے؟''

''میں آ جاؤں؟'' امان اللہ کی آواز اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائی تھی۔

''دروازہ کھلا ہے۔''

اس کے اندر داخل ہونے تک وہ دوبارہ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئی تھی، چند منٹ بعد اس نے سلام پھیر کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

امان اللہ نے اندر داخل ہو کر اس پر نگاہ کی تھی وہ ہلکے گلابی شلوار قمیض میں ململ کا سفید شیڈو ورک کا دوپٹہ اوڑھے جائے نماز پر سامنے سینے پر ہاتھ باندھے سر جھکائے ہوئے تھی، اس کا چہرہ اس کی نگاہوں سے چھپا ہوا تھا، وہ دھیرے قدموں چلتا کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ بچھے بیڈ تک آیا، اگلے لمحے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، گھٹنے اٹھائے، کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے وہ آنکھیں موند کر ان کر سر ٹکا گیا، بہت سے لمحے خاموشی سے گزر گئے تھے، کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر آنکھیں کھولیں، لاشعوری طور پر اس کی نگاہ جائے نماز پر نماز پڑھتی کلثوم پر پڑی اور پھر جیسے وہ اسی پر ٹکی رہ گئیں تھیں۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو کلثوم کا چہرہ اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا اور اب وہ جس جگہ پر بیٹھا تھا وہاں سے وہ اسے سائیڈ سے دیکھ سکتا تھا، کچھ ایسا تھا اس کے چہرے پر جیسے وہ کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھا، لیکن اس چہرے نے امان اللہ کی نگاہیں خود پر سے ہٹنے نہیں دیں تھیں، کلثوم نے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے تھے، امان اللہ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا وہ چہرے پر ہاتھ پھیرے نماز سے فارغ ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

''دعا میں میرا حصہ تھا؟'' اس سے پہلے کہ کلثوم اس سے کوئی سوال کرتی وہ بولا۔

''کوئی شک ہے۔'' وہ زیر لب مسکرائی۔

''آپ نے یقیناً بددعا مانگی ہوئی۔'' امان اللہ بھی جواب میں قدرے مسکرایا لیکن اس کی مسکراہٹ میں بے یقینی تھی۔

''امان اللہ دعا کے لئے ہی وقت کم پڑ جاتا ہے تو بددعا تو کہیں بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''میں اتنا اچھا تو نہیں کہ دعا کے قابل ہوں۔'' نجانے وہ پوچھ رہا تھا یا پھر بتا رہا تھا، کلثوم ہنوز انداز میں بولی۔

''کون اچھا ہے کون برا وہ تو رب کی ذات بہتر جانتی ہے۔'' کچھ تو ایسا ہوتا تھا کلثوم کے لہجے میں اس کی باتوں میں کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی جانب کھنچا چلا آتا تھا۔

''پوچھیں گی نہیں اتنی رات گئے آپ کے کمرے میں کیا کر رہا ہوں۔''

''ضرور کسی کام سے آئے ہوں گے۔'' کلثوم کا جواب سرسری تھا۔

''نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''میں روکنے والی کون ہوتی ہوں، لیکن اب اس وقت آ گئے ہو تو'' یہ کہتے ساتھ ہی اس نے جائے نماز اس کی جانب بڑھایا۔

''جانتی ہیں آپ میں اللہ سے ناراض ہوں۔'' امان اللہ تھوڑا پیچھے کو ہٹا، لہجے میں قدرے ناگواری تھی۔

''یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم ہمیشہ سے اللہ کی امان میں ہو۔'' اگر وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا تھا تو کلثوم اپنی جگہ پر قائم تھی، اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی۔

''آپ اسی لئے مجھے ہمیشہ سے امان اللہ بلاتی ہیں۔'' اس کی رات کے جواب میں گہری تائیدی نگاہیں اس نے کلثوم کے چہرے پر ڈالیں۔

''شاید۔''

''میں آپ سے باتیں کرنے آیا تھا، نیند نہیں آ رہی تھی۔'' نہایت ہی سادگی سے اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

''پہلے اللہ سے تو بات کر لو۔'' جواب میں کلثوم خوش دلی سے مسکرائی۔

''میں ناراض ہوں۔'' وہ خفا لہجے میں بولا۔

''اللہ تو ناراض نہیں، تمہیں بات نہیں کرتی نہ کرو، وہ تمہاری مرضی، رب کو انکار نہیں، لیکن تم اس کے پاس بیٹھ تو سکتے ہو، اس بات سے انکار تو تمہارا بھی نہیں بنتا۔''

''وضو نہیں کیا۔'' اسے بہانہ سوجا تھا۔

''اللہ سے ناراض ہو اور اس کے پاس بیٹھنے کے لئے بھی وضو کی پرواہ ہے۔'' کلثوم نے بھی جیسے اس سے اپنی منوانے کی ضد باندھ لی تھی، و جواب میں واقعی لاجواب ہوا تھا۔

''میں پریشان ہوں، مجھ سے پریشانی کی وجہ نہیں پوچھیں گیں۔'' وہ کلثوم کی بات نظر انداز کرتے بولا۔

''پریشانی کی وجہ جاننا انسان ضروری سمجھتا ہے، اللہ کو نہ بھی کہو تو بھی وہ جانتا ہے، بن کہے سمجھتا ہے۔''

''لیکن حل نہیں بتاتا۔'' ایک نیا شکوہ، وہ اللہ سے لئے بیٹھا تھا۔

''اس پریشانی میں، کس مشکل کی نجات ہے، مصلحت تو وہی ذات بہتر سمجھتی ہے۔''

''آپ کے پاس ہر بات کا جواب ہے۔'' وہ زچ ہوا تھا، بے ساختہ ہی کلثوم کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''کہاں جا رہی ہیں؟'' وہ کمرے سے باہر کی جانب بڑھی۔

''تمہارے لئے کچھ کھانے کو لے آؤں۔''

''میں کھا کر آیا ہوں۔''

''نظر آ رہا ہے صورت سے، کتنا پیٹ بھرا ہے، جو تھوڑا بہت کھایا ہو گا درد سری میں وہ بھی ہضم ہو گیا ہو گا اب تک۔'' کلثوم کا انداز ہنوز خوش دلی لئے ہوئے تھا۔

''آپ کو کیسے پتہ چلا مجھے سر درد ہے۔''

''چہرہ پر پھیلا درد بتا رہا ہے۔''

''چہرے پڑھنے آتے ہیں آپ کو۔'' امان اللہ بات سے بات نکال کر جیسے اسے کمرے سے جانے سے روکنا چاہ رہا تھا۔

''تم بیٹھو آلو گوبھی، اماں بی نے پکائی تھی دوپہر میں، جلدی سے پھلکا ڈال کر لاتی ہوں۔''

''نہیں، آپ بریڈ کے ساتھ لے آئیں، دو ٹوسٹ۔''

کچھ دیر بعد وہ کمرے میں کھانے سے سجی ٹرے اٹھائے داخل ہوئی تو اس اپنی سر کے نیچے بازو کا تکیہ بنائے لیٹے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔

''امان اللہ کھانا لائی ہوں۔''

''ابھی نہیں۔'' وہ ہنوز کروٹ لئے لیٹا رہا۔

''آپ میرے پاس بیٹھ سکتی ہیں۔''

اس کے عجیب مطالبے پر وہ چونک کر ایک گہری نگاہ جائے نماز پر آنکھیں موندے لیٹے امان اللہ پر ڈالیں اور پھر بیڈ پر سے سرہانہ اٹھائے وہ اس تک چلی آئی۔

امان اللہ نے قریب قالین پر دھرے تکیے کو ہاتھ سے قریب کئے سر کے نیچے سے دوسرا بازو نکال رکھا تھا۔

''اللہ کو مجھ پر رحم نہیں آتا، اب آپ کی اللہ سے بات ہو تو میری طرف سے پوچھیئے گا۔'' اس کے بے ساختہ جملے نے کلثوم کو اپنی جگہ ساکت کر دیا تھا، پھر اگلے لمحے امان اللہ کے بالوں پر آ گیا تھا، وہ آنکھیں موندے سو چکا تھا۔

☆☆☆

دو دن سے اسے کتابوں میں سر گھسائے دیکھ رہی تھی، بہت سے سوال دل میں پوچھنے کو ابھرے لیکن اس کے برا منا جانے کے ڈر سے وہ خاموش رہی۔

''چلو پڑھنا شروع کیا ہے تو اچھا ہے۔''

اس وقت بھی وہ کمرے میں موجود نہیں تھا کہ وہ اس کی بکھری کتابیں سمیٹتے ہوئے سوچنے لگی۔

''سوچ رہا تھا کہ پڑھائی کا سلسلہ دوبارہ شروع کروں۔''

''ہوں، اچھی بات ہے۔'' کلثوم نے اس کی ہاں میں ہاں ملا کر جیسے حوصلہ بڑھایا۔

''ایگزایم کی ڈیٹس کا معلوم کیا۔''

''ابھی کہاں، ابھی تو سوچ رہا ہوں، کتابیں کھول کر دیکھ رہا ہوں۔''

''کتابیں دیکھنے کے لئے دو دن نہیں چاہیے ہوتے، ہمت جانچنے میں اتنا وقت ضائع نہیں کرتے۔'' وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی، جو بات سوچ لیتی تھی اس کو پورا کرنے کے لئے دیر نہیں لگاتی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا کہ میں دوبارہ پڑھائی میں دل لگا پاؤں گا۔'' دل میں بہت سے خدشے وسوسے، ڈر تھے، سادگی لئے امان اللہ نے وہ ظاہر کیے۔

''جب سوچ ہی لیا ہے تو پھر حوصلہ بھی رب دے گا۔'' وہ اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھی، آج اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ تو پہلے بھی ایسے ہی کرتی تھی۔

''آپ کہاں جا رہی ہیں۔'' کلثوم کمرے سے نکلنے لگی کہ اس نے روکا۔

''گروسری لینے، سرف چینی ختم ہے وہ لینے جا رہی ہوں، وہی بتانے آئی تھی کہ دروازہ بند کر لینا اور اماں کا خیال رکھنا، کہ کمرے میں رکھی کتابیں دیکھیں تو سمیٹنے لگی۔'' وہ الماری کا پٹ کھولے چادر نکالتے ہوئے بولی۔

''میں بھی چلوں ساتھ میں۔'' امان اللہ نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش کی تھی، وہ کچھ دیر اس

کے ساتھ بتانا چاہ رہا تھا، کلثوم کی باتیں اس کا حوصلہ بڑھاتی تھیں۔

''چار ماہ رہ گئے ہیں ایگزایم میں۔''

جواب میں سیدھے سبھاؤ کلثوم نے چادر سے وجود کو ڈھانپتے ہوئے کہا۔

''آپ کو کیسے پتہ، یونی کون گیا تھا؟'' اس کی بات سن کر وہ حیران ہوا۔

''دو ہفتے رہ گئے ہیں ایگزام سمسٹر فیس Submit میں، فارم آن لان ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کرنے ہیں، دو سال کی فیس کے ساتھ ایگزایم میں اینٹری کی اجازت ہے۔'' الماری کا دروازہ بند کر کے وہ مڑی۔

''آپ نے تو ساری انفرمیشن آلریڈی کولیکٹ کی ہوئی ہے، کیا بولوں آپ کو۔''

''وہی جو دل کر رہا ہے کہنے کو۔'' کمرے سے نکلتے کلثوم کے قدم تھمے، وہ پلٹی اور بولی۔

''مول۔'' سوالیہ انداز میں امان اللہ نے اسے دیکھا۔

''گھنی۔'' دھیمی سی آواز میں کلثوم کے ہونٹوں سے نکلا۔

امان اللہ نے بے ساختہ ہی نگاہ اٹھائی تو کلثوم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی نظر آئی، اس کی نگاہوں میں چھپی شرارت پر وہ کلثوم کو دیکھتا رہ گیا۔

بہت دیر تک وہ اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا پایا تھا، اس وقت تک کہ جب تک وہ چہرہ موڑ کر کمرے سے نکل نہیں گئی۔

بے ساختگی میں کلثوم کے ہونٹوں سے بات تو نکل گئی لیکن اپنے عجلت اپنے پر وہ لمحہ بھر کو لب بھینچے رہ گئی۔

امان اللہ کی نگاہوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ اس سے نگاہ زیادہ دیر ملا نہیں پائی تھی، اس کی پلکوں کی جنبش نے اسے جیسے دو آپشن دیئے تھے۔

یا تو وہ نظر جھکا لے، یا پھر نظر پھیر لے، چہرہ موڑ لے، لمحے بھر میں اس نے فیصلہ کیا تھا، اس نے نظر پھیری، چہرہ موڑا، اور نظر جھکا گئی۔

زندگی کی نرم مٹی میں سکون کے پانی نے محبت کے بوئے بیج کو پھوٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''فرار ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتا، مسئلوں کا حل خود تلاش کرنا پڑتا ہے، راستے خود تلاش کرنے پڑتے ہیں، منزل کی جانب جانے والے راستوں پر خود نشان لگا کر منزل کی جانب بڑھنا پڑتا ہے۔'' امان اللہ سوچ رہا ہے، زندگی سے بھرپور سوچ۔

☆☆☆

ایم بی اے سمسٹر کو کلیئر کرنے پر امان اللہ، کلثوم کو پی سی ڈنر کرانے لایا تھا، اس نے منع کرنا چاہا تھا لیکن اماں بی نے اسے کہا تھا۔

''کلثوم میں تمہیں مجبور نہیں کرتی لیکن، مجھے تم سے بہت امید ہے۔'' اماں بی کی نگاہوں میں آس تھی، امید تھی۔

''اماں بی کہیے، آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مجبوری کی ایسی کون سی بات ہے۔''

''مجھے امان اللہ نے بتایا ہے تم نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا ہے۔''

''اماں بی، اچھا نہیں لگتا، وہ پی سی میں ڈنر کہہ رہا ہے، کھانا تو گھر پر بھی بنا ہے اور پھر کسی نے دیکھ لیا تو۔'' وہ قدرے جھجک کر بولی۔

''تمہیں اس کے ساتھ ڈنر پر انکار ہے یا پھر کسی کے دیکھ لینے پر۔'' کھوجتی نگاہیں اماں بی نے اس کے چہرے پر ڈالیں تو صحیح معنوں میں وہ گڑبڑا گئی۔

''کیا مطلب اماں بی؟'' اس نے انجان بننے کی کوشش کی لیکن بری طرح ناکام ہوئی۔

Wadar Azeem www.pakistanipoint.com

''تمہارا بھی تو حق ہے نا کلثوم، صرف اسی کا تو نہیں تھا۔''

''اماں بی۔'' اس مرتبہ وہ بے ساختہ ہی سر اور نگاہیں جھکا گئی۔

''آخر تم نے بھی تو جان ماری ہے، سمسٹر کلیئر کرنے میں تمہاری بھی تو محنت ہے نا، تو پھر تمہیں جانا چاہیے۔'' اماں بی نے نہایت ہی صفائی سے جیسے بات پلٹ تھی، سمجھدار خاتون تھیں اس لئے اس وقت بات پلٹنے میں مصلحت جانی۔

''چلو اٹھو تیار ہو جاؤ، امان اللہ ابھی کسی دوست سے ملنے باہر گیا ہے، کہہ رہا تھا آدھے گھنٹے تک آئے گا، تیار ہو جلدی سے، اس کے آنے میں بس تھوڑا وقت رہ گیا ہے، ہر وقت گھر میں گھسی رہتی ہو، کبھی گھر کے کاموں میں کبھی مجھ بڑھیا کے ساتھ کتنی مرتبہ کہا ہے سہیلیاں بناؤ، میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں جاؤ، اب کچھ باہر سے گھوم آؤ۔''

''آپ بھی چلیں ساتھ میں۔'' وہ جیسے ان کی بات پر آمادہ ہوتے ہوئے بولی۔

''نہ تم دونوں جاؤ، میں گھر میں آرام کرونگی۔'' انہوں نے صاف انکار کیا، درحقیقت وہ دونوں کو ساتھ وقت گزارنے کا موقع دینا چاہتیں تھیں۔

اس وقت بھی پی سی کرسٹل ہال میں ڈنر کر کے وہ مین کاریڈور سے نکل رہے تھے کہ ایک ہال میں بھرے ہجوم سے ایک لڑکا اچانک سے نکل کر ان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''امان اللہ سر what a surprise۔''

بلیک ٹو پیس پینٹ کوٹ میں نیوی بلیو ٹائی لگائے وہ لڑکا اس سے مصافحہ کو ہاتھ بڑھائے ہوئے مسکرا کر بولا۔

''کیسے ہو سہیل؟'' امان اللہ نے ایک پھیکی مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہا۔

''آپ سنائیں، کدھر غائب ہو گئے ہیں، اب تو نظر ہی نہیں آتے، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں امداد انکل سے آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا، آپ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے فنکشن میں۔'' لہجے میں بشاشت لئے وہ بولا تھا، شاید وہ پچھلے چند ماہ میں گزرنے والے حالات و واقعات سے بے خبر تھا۔

''نہیں، میں اپنے کام سے آیا تھا۔''

''اچھا تو آپ کو امداد انکل نے انوائیٹ نہیں کیا۔'' اچنبھے سے وہ بولا۔

''عابد صاحب۔'' ناسمجھی کی کیفیت میں امان اللہ بولا۔

''انہوں نے مین ڈیل سائن کی ہے، Infact ان کے بیٹے فرحان نے امداد انکل کا آفس جوائن کیا ہے ریسنٹلی، ارے میں کیا آپ کو بتا رہا ہوں آپ کو تو پہلے سے ہی معلوم ہو گا آخر آپ ان کے سن ان لا ہیں۔'' جواب میں وہ لڑکا تفصیل سے بولا، بات سمجھ آنے پر امان اللہ بولا۔

''ہاں بس، اچھا سہیل ابھی تھوڑا بزی ہوں پھر بات ہوتی ہے۔'' جملہ مکمل کرتے ساتھ ہی ان سے کچھ ایسا انداز اپنایا کہ گفتگو طول نہ پکڑے۔

''جی او کے، اچھا لگا آپ سے مل کر۔'' وہ مصافحہ کرتے ایک مرتبہ پھر سے ہجوم میں غائب ہو گیا۔

ایک نظر اس نے وہیں سے کھڑے ہال کے مین دروازے سے نظر آتے ہجوم پر ڈالی تھی، کوئی بزنس پارٹی چل رہی تھی، ہال کے باہر نوٹس بورڈ پر امداد صاحب اور عابد صاحب کے نام لکھے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوئے تھے۔
ایک گہری سانس لیے اس نے کاریڈور سے اپنے راستے پر قدم بڑھائے ایک دنیا آباد تھی مین ہال میں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ بھی اسی دنیا کا حصہ ہوا کرتا تھا اور آج وہ اس دنیا میں کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔
''امان اللہ چلیں گھر۔'' اسے سوچوں میں گم دیکھتے ہوئے کلثوم نے حال میں واپس لانے کو کہا۔
''ذرا یہ ساتھ کے پارک میں واک کریں۔'' جواب میں اثبات میں کلثوم نے سر ہلایا، وہ دونوں دھیرے قدم اٹھاتے پارک میں چلے آئے، ایک بینچ پر بیٹھتے ہوئے امان اللہ نے پارک پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔
''کبھی میں بھی ان پارٹیز کے لائم لائٹ میں تھا۔'' کلثوم نے اس کے کہے جملے سے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی، کہ وہ اس وقت کیا سوچ رہا تھا۔
''مجھے لگتا تھا کہ میرے بنا یہ پارٹیز ادھوری ہیں، میں نہیں تو ان پارٹیز کی گہما گہمی بھی نہیں۔'' امان اللہ جیسے خود کلامی کی کیفیت میں تھا۔
''کوئی بھی چیز کبھی نامکمل نہیں رہتی، ہر چیز کی تکمیل ہوتی ہے۔'' بالآخر کلثوم بولی تھی، ہمیشہ کی طرح وہ اسے دکھی دیکھ کر خاموش نہیں رہ پائی تھی۔
''زندگی میں بہت دیر سے سمجھ آیا کہ کوئی کسی کے لئے ضروری نہیں ہوتا۔'' ہنوز لہجے میں دور پارک میں غیر مرئی نقطے پر نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔
''کوئی کسی کے لئے ضروری نہیں ہوتا لیکن ہر انسان کی اپنی جگہ اپنا مقام ہوتا ہے۔'' کلثوم بولی تھی۔

''ہر جگہ پر ہو جاتی ہے، خالی نہیں رہتی، میں بھی تو کسی کی خالی ہوئی جگہ پر آیا تھا اور آج میری جگہ بھی کسی نے لے لی ہے۔''
''تمہیں اچھا نہیں لگا فرحان کو اپنی جگہ پر دیکھ کر۔'' جینز پر رائل بلیو فل بازو کی شرٹ پہنے کلثوم کو وہ نہایت افسردہ لگا۔
''میں کہاں تھا؟ میں آج کہاں ہوں، کہیں پر بھی نہیں۔'' کلثوم نے ایک نظر اسے دیکھا، اسے لگا تھا جیسے امان اللہ کے اردگرد اس کی شرٹ کے رنگ کا اندھیرا ہو۔
''اتنے دن سے آفس چھوڑا ہوا ہے، کسی کو تو اس پوسٹ پر کام کرنا ہے۔'' وہ اسے کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہیں پا رہی تھی، فرار ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔
''ایک چہرہ ہٹا تو دوسرا آ گیا اس کی جگہ پر، فرق تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' وہ حقیقت کے سامنے کھڑا تھا، نہ اسے کھلے دل سے خوش آمدید کہہ رہا تھا نہ منہ موڑ رہا تھا۔
''امان اللہ جگہ کسی کی بھی خالی نہیں رہتی، یہی نظام قدرت ہے لیکن انسان کی ڈیلنگ یاد رہتی ہے اس انسان کی کہ جس نے دل سے ساتھ نبھایا ہو۔'' حقیقت کو جھٹلانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور کلثوم بھی اس وقت حقیقت بیان کر رہی تھی، ناامیدی میں امید کا سرا پکڑا رہی تھی۔
''وقت پر سمجھتا تو زندگی کی اتنی بری ٹھوکر نہ کھاتا۔'' ماضی کے پچھتاوے زبان پر آئے تھے۔
''وقت تو ابھی بھی گزرا، ٹھوکر کھا کر ہی تو سنبھلنے میں مزا ہے۔'' کلثوم نے امان اللہ کو زیادہ دیر پچھتاووں میں گرا نہیں رہنے دیا۔
''نا سمجھی میں زندگی کے بہت سے مرحلے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بڑی آسانی سے طے ہو جاتے ہیں، زندگی میں رسک آسان نہیں، لیکن انسان کی کم عقلی اور لاشعوری اس رسک کو آسان بنا دیتے ہیں، لیکن جب انسان کی سمجھ میں آنے لگے، تو پھر سب کچھ اتنا آسان نہیں رہتا۔''

''ناسمجھی میں انسان ٹھوکر کھاتا ہے، سمجھا ہوا انسان ٹھوکر کھا کر سنبھل جاتا ہے، اگلے کا وار چال سمجھ کر چلتا ہے۔'' اس کی لاجک پر امان اللہ خاموش رہ گیا تھا، وہ غلط نہیں تھیں، بس ماضی کی غلطیوں نے امان اللہ کو پریشان کیا ہوا تھا۔

''فرزانہ کی وجہ سے پریشان ہو۔'' کلثوم نے امان اللہ کی سوچ تک رسائی چاہی۔

''میں اکیلا پریشان ہو کر کیا کروں جب اسے ہی پرواہ نہیں تھی، ویسے بھی وہ قصہ تو اب ختم ہو گیا۔''

''گھر رشتے آسانی سے نہیں بنتے، فرزانہ نے جلدی کی۔''

''بہت آسانی سے ٹوٹ جاتے ہیں اگر بنیاد کمزور ہو، اس میں برداشت نہیں تھی۔'' جواب میں کلثوم خاموش رہی تھی، وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا، اس وقت اس کی ہاں میں ہاں ملا کر اسے دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی سو اس نے خاموش رہنے میں عافیت جانی۔

☆☆☆

وہ شام کا وقت تھا، مغرب پڑھ کر اماں بی کے پاس آئی اور اس وقت وہ اماں بی کے سامنے صوفے پر سر جھکائے بیٹھی تھی، بے خیالی میں اپنے دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو دیکھ رہی تھی، باہر بجلی زور سے چمکی تھی، بجلی کی چمک سے پل بھر کو روشنی ہوئی تھی۔

''غلطی مانا ہوا انسان واپس پلٹنا چاہے تو اس کے لئے در بند نہیں کرتے۔'' انہوں نے اس کے سوچتے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا، کلثوم جواب میں خاموش رہی تھی، ایک مرتبہ پھر بجلی چمکی، روشنی ہوئی اور اندھیرا چھا گیا۔

''وہ پلٹ رہا ہے کلثوم، اس کا راستہ نہ روکو۔'' اماں بی نے سنجیدگی سے کہا، انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا، باہر بادل گرجے تھے۔

''آپ کو لگتا ہے میں اس کا راستہ روک رہی ہوں، ساری کشتیاں تو وہ جلا کر گیا تھا، واپسی کے سارے در تو اس نے خود سے بند کیے تھے۔'' وہ خفا تھی یا شکوہ کناں، زلیخا بیگم اس کی بات سے سمجھ نہیں سکی تھیں، بارش شروع ہو چکی تھی۔

''جانتی ہوں۔'' بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے لائق ہوئی تھیں۔

''تو پھر آپ مجھ سے کیوں کہہ رہی ہیں، میں نے تو اسے کبھی کچھ نہیں کہا، کبھی کہنے کی بھی کوشش کی تو یا تو اس نے مجھے بولنے سے روک دیا یا پھر میری سوچ نے، کس حق سے کہتی۔'' وہ کلثوم کو جس حد تک جانتی تھیں، صابر شاکر، احساس والی، رشتے نبھانے والی، لیکن بس جان پائیں تو یہیں تک۔

''تم بیوی ہو اس کی۔'' نہیں اپنی خود کی آواز کہیں کھائی میں سے آتی سنائی دی، کبھی انہیں خیال ہی نہ آیا کہ وہ بھی انسان تھی اس پر بھی صبر کی حد برداشت تھی۔

''نکاح کرنے سے بیوی کا حق تو نہیں مل جاتا۔'' ان کی ہر بات کے جواب میں کلثوم کا شکوہ شکایت بھرا سوال انہیں شرمندہ کرنے کو کافی تھا۔

''احساس تو دلانا ہوتا ہے۔'' زلیخا بیگم نے اس کی بات کا جواب دیا تھا، اس مرتبہ انہوں نے اسے اس کا حق یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''احساس دلانے سے نہیں آتا، یہ دل میں خود بخود ابھرتا ہے۔'' کلثوم کو یک دم ہی ان کی بات سن کر ہنسی آئی تھی، کس حق کی بات کر رہی تھیں وہ۔

''حق حلال کی کمائی پر پلا ہے، حرام کی دنیا سے واپس پلٹا ہے، تمہارے لئے ساری زندگی سکھ کی چادر کی ضمانت میں دیتی ہوں۔'' اس کی ہر بات کے جواب میں اس کا سوال کرنا رک گیا تھا، زلیخا بیگم کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ وہ یک ٹک انہیں دیکھتی رہ گئی، بجلی کڑکی، بادل پھر سے گرجا۔

''میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔'' بہت لمحوں کے بعد وہ بے چینی سے ان کے چہرے سے نظر ہٹا کر رخ پھیر گئی تھی، وہ کسی طور پر اپنی بات سے ہٹنا نہیں چاہتی تھی۔

''اللہ نے ہی تم دونوں کو ایک دوسرے کے لئے بھیجا ہے۔'' بارش کے ٹپ ٹپ گرتے قطرے صحن میں شور پیدا کر رہے تھے۔

''صرف عورت کو ہی زندگی گزارنے کو مرد کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی، مرد کو بھی ضرورت ہوئی نیک عورت کے ساتھ کی جو اسے دنیا میں بھٹکنے سے بچا سکے، اس کے سکون کا باعث ہو، سکون کے قرب کی تلاش مرد کو بھی بھری دنیا میں خوار کر دیتی ہے، صرف اکیلی عورت ہی دنیا میں عزت کی تلاش میں مرد کے سہارے کو نہیں ترستی۔''

''اب جینا سیکھ لیا میں نے اکیلے۔'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی رمش تھی۔

''ابھی تو ساری زندگی پڑی ہے کلثوم۔''

''اب کیا فائدہ سارا وقت تو گزر گیا۔'' آنسوؤں نے گلے میں پھندا ڈال دیا تھا، کلثوم کا دم سا گھٹتا محسوس ہوا۔

''میں نے تمہیں آج تک کبھی اس کے خلاف بولتے نہیں دیکھا، میں نے بھی جب کبھی اسے برا بھلا بولا تم نے ہمیشہ اس کی طرف داری کی ہے، آج یہ شکوہ کیسا۔'' وہ اس مرتبہ کہے بنا رہ نہیں پائیں، گرم ابلتے آنسو اس کی تھوڑی سے جھلستے گردن تک لڑھکے۔

''آپ آج تک میری اماں بی رہیں اور آج میری ساس بننے کی کوشش کر رہی ہیں۔'' آج تو وہ ان کے سامنے شکایتوں کی پٹاری کھولے بیٹھی تھی، وہ صبر کی مورت انہیں اپنے بیٹے کے حوالے سے کس قدر پیاری تھیں جس کا اندازہ وہ خود سے بھی نہیں لگا سکتی تھیں۔

''خوش قسمتی ہے میرے بیٹے کی جو تم جیسی نیک عورت کا ساتھ ملا۔'' زلیخا بیگم اس کا آخری شکوہ سن کر بے ساختہ ہی ہنس دیں کہ کلثوم بھی روتی آنکھوں سمیت مسکرا دی، زلیخا بیگم نے آگے ہو کر اسے اپنے سینے میں سما لیا تھا، بارش تھم گئی تھی۔

''میرے بیٹے کے ساتھ رہنا بھی نہیں ہے اور مجھے ساس بھی کہنا ہے۔'' زلیخا بیگم نے اسے چھیڑا۔

''نہیں وہ، میں یہ نہیں۔'' وہ ہکلائی، انجانے میں کیا بول گئی کہ پکڑی گئی، بادلوں کا اندھیرا چھٹ گیا تھا۔

''میرا تو بیٹا بھی ایک ہی ہے، کوئی اور بیٹا بھی نہیں ہے۔''

''اماں بی، میں یہ نہیں کہہ رہی تھی۔'' صحن میں بادلوں کے چھٹ جانے پر کھل کے روشنی برسی تھی، چھن کر کمرے کی کھڑکی سے اندر آئی۔

''چلو بالفرض کوئی اور بیٹا بھی ہوتا تو تب بھی ولی امان اللہ کے نکاح میں تو رب نے تمہیں ہی لکھا تھا۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بارش نے نہ صرف فضا کی گرد کو دھویا بلکہ دل کا بوجھل پن بھی دھل گیا۔

''اماں بی، اب میں تنگ ہو رہی ہوں آپ کی باتوں سے۔'' وہ واقعی ان سے بحث کر کے بری طرح سے پھنسی تھی، زلیخا بیگم خوش دلی سے ہنس دیں۔

☆☆☆

سرِ شام صحن میں کرسی پر بیٹھے سامنے بیرونی دیوار کے ساتھ بنی کیاری پر نگاہیں جمائے وہ سوچوں میں محو تھی کہ امان اللہ کمرے سے نکلا، اس کی انجانے میں نظر کلثوم پر پڑی تو ٹکی رہ گئیں تھیں۔

غروبِ آفتاب کی بنفشی شعاعوں نے پورے صحن کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا، بنفشی شعاعوں کا کلثوم کے چہرے پر عکس اس کی دودھیا مائل رنگت کو عجب سے انداز میں دھکائے ہوئے تھا، نارنجی اور گلابی رنگ کے امتزاج نے اس کے حسن کو دوآتشہ کیا ہوا تھا۔

کلثوم نے ایک گہری سانس ہونٹوں سے خارج کی تو جیسے وہ بھی اپنے ہوش میں واپس آ گیا تھا۔

کسی وجود کی موجود کے احساس نے کلثوم کو اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔

''کچھ چاہیے تھا؟''

''چائے کی طلب ہو رہی تھی، اس لئے اٹھ کر باہر چلا آیا، بزنس دوبارہ اسٹیبلش کرنے کی پلاننگ کر رہا ہوں۔''

''بیٹھو، میں چائے بنا دیتی ہوں۔''

''نہیں ابھی رہنے دیں تھوڑی دیر میں پیوں گا۔'' وہ اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔

''موسم خاصا خوشگوار ہو رہا ہے۔''

''میں کرسی لا دوں۔''

''نہیں میں لے آتا ہوں، آپ بیٹھیں۔''

وہ نرمی سے جواب دیتے وہاں سے ہٹا، اندر کمرے میں چلا گیا، کچھ دیر بعد باہر نکلا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے کرسی پکڑی ہوئی تھی، وہ کلثوم سے کچھ فاصلے پر رکھ کر بیٹھ گیا۔

''کیا سوچ رہی ہیں؟''

''کوئی خاص نہیں۔'' نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ بولی۔

''جانتا ہوں کہ آپ کی نظر میں اتنا قابل اعتبار نہیں ہوں کہ آپ کے دل کی بات جان سکوں۔''

''ایسی بات نہیں ہے امان اللہ۔'' کلثوم نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تھے لیکن امان اللہ نے جیسے اس کی سنی ان سنی کر دی۔

''آپ کو لگتا ہے میں عورت کی عزت کرنا نہیں جانتا، ایک حد تک کہوں تو ٹھیک ہے مانتا ہوں کہ ایسا ہوگا، لیکن اگر وہ عورت میری بیوی ہو تو اتنی عزت کرتا ہوں آپ کی کہ شوہر نہ سہی دوست ہونے کے ناطے آپ مجھے قابلِ بھروسہ سمجھ سکتی ہیں۔'' کلثوم کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا، اس کے پاس سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔

''آپ کو کچھ اچھا نہیں لگا میری بات سن کے۔''

''ایک غیریت مند شوہر برداشت کرے گا کہ اس کی بیوی اپنے دوست کے ساتھ اپنی باتیں شیئر کرے۔''

''شکریہ، اس عنایت کے لئے۔'' اس کی بات پر ناسمجھی کی کیفیت میں کلثوم نے اسے دیکھا تھا، وہ اس وقت کرسی سے ٹیک لگائے کہنیاں کرسی کی ہتھی پر رکھے ہتھیلیاں ملا بیٹھی تھی۔

''آپ نے دوست نہ سہی شوہر تو مانا۔'' اس کی ذومعنی بات کے جواب میں وہ گڑبڑائی تھی،

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کرسی پر قدرے آگے ہو کر بیٹھی، چند لمحے اسے اپنی کیفیت پر قابو پانے کو لگے تھے، بہت دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولی تھی، اپنے دل کی بات اس نے امان اللہ سے دوست کی حیثیت سے شیئر کی تھی۔

''یہ انسان بھی اس دنیا کی عجیب سی مخلوق ہے، ساری زندگی ایک دوسرے کے سہارے کی تلاش میں، ایک گھر سے دوسرے گھر تک کا سفر طے کرتے رہتے ہیں۔''

دوستی کی بنیاد درحقیقت بہت دنوں سے ٹل چکی تھی، دوستی مزید گہری ہوئی تھی۔

''اس آنگن میں کبھی انکل، اماں بھی رہا کرتے تھے، ابھی سوچو تو کل کی بات لگتی ہے، انگلیوں کی پوروں پر گننے بیٹھو تو ماضی......''

''یہ پودے صائمہ نے لگائے تھے، اپنی شادی پر ان کی ذمہ داری میرے اوپر ڈال گئی اور آج خود دو بچوں کی ماں ہے۔'' دوستی وقت گزرنے کے ساتھ میں اپنے رنگ مزید گہرے کر رہی تھی۔

''زندگی کا سفر بہت تیزی سے طے ہوتا ہے۔'' ماضی کی سوچ نے امان اللہ کو اپنے حصار میں لیا۔

''نیک بیوی زندگی کی نعمت سے کم نہیں ہوتی۔'' امان اللہ کی سوچ دوستی سے کہیں آگے کے مرحلے پر نکلنے کو تیار تھی۔

☆☆☆

امان اللہ اسے ڈھونڈتا باہر نکلا تو وہ اسے صحن سے اوپر کی جانب جاتی سیڑھیوں پر بیٹھی نظر آئی۔

''آپ یہاں کیسے رہیں گی؟'' وہ اس کے قریب چلا آیا، سیڑھیوں کے کنارے پر لگے لوہے کے جنگلے پر بازو رکھ کر اس کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

''میں یہاں ویسے ہی جیسے پہلے رہتی تھی۔''

''پہلے کی بات اور تھی۔''

''ہاں، اماں بی تھیں تو ان کے ساتھ اچھا وقت گزر جاتا تھا، وہ بیمار ہوئیں فالج کے اٹیک کی وجہ سے زیادہ چل پھر نہیں سکتیں تھیں، اس کے باوجود ان کی موجودگی کا احساس ہی بہت تھا۔'' جس سیڑھی پر وہ بیٹھی تھی اس پر اس کی فراک پھیلی ہوئی تھی اور اس سے نچلی سیڑھی جس پر وہ پیر رکھے بیٹھی تھی وہ بھی فراک سے ڈھکی ہوئی تھی، وہ فراک ہاتھ سے سمیٹتی ہوئی بولی۔

''میں آپ کو تنہا اس گھر میں نہیں چھوڑ سکتا۔'' نیلی جینز کے اوپر پہنی کیمل کلر کی دھاری دار شرٹ کے بازو کہنیوں سے ذرا آگے تک موڑے وہ ہمیشہ کی طرح اسے وجیہہ اور سمارٹ لگ رہا تھا۔

''میں بچی نہیں ہوں جو اکیلی نہ رہ سکوں۔'' وہ اس پر زیادہ دیر تک نگاہیں نہیں جما سکی تھی سو نگاہیں چراتے ہوئے وہ سر دوبارہ سے گھٹنوں پر جھکا گئی۔

''آپ بچی نہیں ہیں، یہی وجہ بہت ہے آپ کو اکیلا نہ چھوڑنے کی۔'' امان اللہ کی بات میں کچھ ایسا تھا کہ کلثوم بہت دیر تک جواب میں کچھ بولنے کے قابل نہ رہی۔

''میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔'' اب اس نے گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنائے صحن میں کسی غیر مرئی نقطے پر نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔

''میں نے ایسا بھی نہیں کہا، اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ آپ کا میرے ساتھ امان ولا چلنا ہی بہتر ہے۔'' وہ گڑبڑائی تھی، امان اللہ کی بات نے اس کا سانس جیسے لمحے بھر کو سینے میں اٹکایا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''من نہیں مانتا، ابھی میں اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔'' بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی تھی، وہ گھڑی آ ہی گئی تھی جس سے وہ بہت دنوں سے نظریں چرا رہی تھی۔

''میں آپ کو اس بات کے لئے مجبور نہیں کرونگا۔''

جواب میں کچھ لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی، کلثوم کو لگا تھا وہ جیسے کسی بات کے آغاز کے لئے تمہید باندھ رہا ہو، اس کا چہرہ جھکا ہوا تھا لیکن اس کے وجود کا ایک ایک انگ اس کی آواز سننے کو بے تاب تھا، وہ جو کچھ کہنا چاہ رہا تھا وہ جلد از جلد ایک بھی لمحہ ضائع کئے بنا سننا چاہتی تھی۔

''میں خود بزی ہوں، فرزانہ سے divorce کے بعد مجھے بزنس میں کافی لاس کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس کی میری شیئرز پر انوسٹمنٹ تھی، لاس ریکوری اتنی آسان نہیں ہے، مجھے کافی ممالک میں بزنس ڈیل کے سلسلے میں جانا پڑ رہا ہے، تقریباً دو ماہ کا وزٹ تو بن ہی جائے گا بزنس کو دوبارہ سے اسٹیبلش تو کرنا ہے۔''

مغرب کا وقت تھا، موسم خاصا خوشگوار ہو رہا تھا، امان اللہ نے گہری نگاہ سیڑھیوں پر سر جھکائے کلثوم پر ڈالی تھیں، اماں بی کی وفات کا اس نے خاصا اثر لیا تھا، دنوں میں وہ کمزور ہو گئی تھی۔

''دو ماہ۔'' امان اللہ کے جواب نے اسے حیرت میں ڈالا تھا، وہ قدرے سر اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔

''میرے ہسپتال ایڈمٹ ہونے پر امداد صاحب بھی فارن وزٹ پر گئے تھے، اسی دوران میں سمیر واپس آیا تھا اور ہماری کمپنی کے ایک پراجیکٹ میں اس نے انوسٹمنٹ کی تھی، فرزانہ نے مجھ سے پوچھے بنا ہی پچاس لاکھ کے دو چیکس سائن کر دیئے تھے۔''

''ہیوی اماؤنٹ۔''

''مصیبت آنی ہو تو پوچھ کے تھوڑا آتی ہے۔''

''کمپنی تو تمہارے نام رجسٹرڈ ہے تو چیکس پر بھی تو تمہارے signature ہی ہونگے۔''

''میں نے چار چیکس امداد صاحب کو دیئے تھے، جب میں ہسپتال میں ہی تھا کہ ضرورت پڑنے پر انہیں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور بزنس اسی طرح چلتا رہتا، بس اسی نیت سے انہیں دیئے تھے وہ چیکس۔''

''چار signel چیکس؟'' ایک دوسرا جھٹکا حیرت کا لگا تھا کلثوم کو۔

''امداد صاحب پر میں ٹرسٹ کرتا تھا بلکہ سچ بات کہوں کہ ابھی بھی آنکھیں بند کر کے بزنس کے سلسلے میں ان پر ٹرسٹ کر سکتا ہوں، پروفیشنل بزنس مین ہیں، بزنس ڈیلنگ میں اعتبار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، شاید اسی لئے ان کی کمپنی کا ایک نام ہے۔'' امان اللہ بولنے پر آیا تو بولتا چلا گیا، اس نے جیسے کلثوم کی حیرت کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

''تو فرزانہ کے ہاتھ کیسے لگ وہ چیکس؟''

اس کی بات غور سے سنتے ہوئے کلثوم کے ذہن میں سوال ابھرا۔

''امداد صاحب کو اسی دوران اپنے بزنس کی ڈیل کے سلسلے میں ترکی جانا پڑا، وہ دو چیکس فرزانہ کے حوالے کر گئے تھے۔'' مختصر مگر جامع الفاظ میں امان اللہ نے اس کی بات کا جواب دیا۔

''اوہ اچھا میں سوچ رہی تھی کہ تم اور فرزانہ کے جوائنٹ اکاؤنٹ سے وہ ٹرانزیکشن ہوئی ہو

www.pakistanipoint.com

گی۔''

''نہیں میں نے اسے زندگی میں شامل ضرور کیا تھا، اب کبھی ان تمام حالات کو سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ میں کبھی اس پر اعتبار ہی نہیں کر پایا، ہنسی آتی ہے اپنی کم عقلی پر۔''

''ایسے کیوں سوچتے ہو؟'' کلثوم کا لہجہ نرم تھا۔

''ان تمام حالات میں ایسے نہ سوچوں تو کیسے سوچوں؟''

''رب نے بھٹکا کر صحیح راستہ تو دکھا دیا، اس پر کم عقلی کا پچھتاوا کیوں؟''

''پہلے بچپن، امیروں کی بڑی بڑی گاڑیوں میں دیکھتے ان کی آسائشوں کو گنتے گزار دیا، اور اب باقی کی زندگی اپنے جوانی کے فیصلوں پر پچھتانے میں گزر جائے گی۔'' انسان کو زندگی کی ٹھوکریں چند پلوں میں وہ سب کچھ سکھا جاتی ہیں جو اس نے ساری زندگی جینا سکھا دیتے ہیں۔

''مجھے بھری جوانی میں بوڑھا کہلوانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔'' یک دم ہی کلثوم کی مزاح کی رگ پھڑکی تھی۔

''ارے میں نے آپ کو تھوڑی بولا ہے، آپ تو دکھنے میں چھوٹی سی لگتی ہیں۔'' بے دھیانی میں امان اللہ کے لبوں سے نکلا لیکن کلثوم کی بولتی بند ہوگئی تھی۔

''امان اللہ کو بھی جلد بازی میں کہے اپنے الفاظ کے ذومعنی گہرائی کا احساس ہوا۔'' بہت دیر دونوں کے مابین خاموشی نے ڈیرا جمائے رکھا۔

''کلثوم میں سوچ رہا تھا کہ آپ اپنی اسٹڈیز دوبارہ کیوں نہیں اسٹارٹ کرتیں۔'' امان اللہ کے ذہن میں کلثوم کو لے کر بہت دن سے تجویز چل رہی تھی۔

''دوبارہ پڑھائی کر کے کیا کروں گی؟''

کلثوم میکانکی انداز میں نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

''میں آپ کو فورس نہیں کرونگا لیکن اسٹڈیز کمپلیٹ کر کے اگر آپ میرے ساتھ بزنس میں ہیلپ کرنا چاہیں تو میں آپ کو روکوں گا بھی نہیں۔'' وہ زندگی کے تجربات کی بھٹی میں سے نکلا تھا، کندن خالص سونے جیسا۔

''اماں بی نے پہلے بھی پڑھائی شروع کروائی تھی، ان کے فالج کی وجہ سے میرا لاسٹ سمسٹر رہ گیا تھا۔'' کچھ سوچتے ہوئے اس نے بولا تھا۔

''جب تم ہسپتال میں ایڈمٹ تھے، انہی دنوں میرے سیکنڈ لاسٹ سمسٹر ختم ہوا تھا۔''

''دوبارہ سے سٹارٹ کریں، یونی جوائن کر کے آپ ہوسٹل شفٹ ہو سکتی ہیں ان تمام حالات میں آپ میرے ساتھ امان ولا بھی نہیں جانا چاہتیں تو یہ بہتر آپشن ہے۔''

''یہاں گھر کون رہے گا؟''

''لاک کر دیتے ہیں، ہفتے دو ہفتے کے بعد کھلوا کر صفائی کروا دیا کریں گے یا آپ آ جایا کرنا، اگر میں آؤٹ آف کنٹری نہ ہوا تو میں آپ کے ساتھ آ جایا کروں گا۔''

''میں اس گھر کو کیسے لاک کر دوں؟''

''ایک نہ ایک دن تو ایسا کرنا ہی ہے۔''

''اماں بی کی یادیں اس گھر سے جڑی ہیں۔''

''کلثوم، گھر انسانوں سے بنتے ہیں، ان کی یادوں سے نہیں، آپ تو مجھے ہمیشہ سے حقیقت کی دنیا میں جینے کا حوصلہ دیتی ہیں۔''

''بس ایسے ہی دل بوجھل ہو گیا۔'' گہری سانس لئے وہ صاف گوئی سے بولی، امان اللہ کو اس لمحے وہ بہت افسردہ لگی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''کسی کو یاد کر کے رونا الگ بات ہے، لیکن اس کی یاد کو غم بنا کر جان سے لگا لینا تو دانش مندی نہیں ہے۔''

''بہت سمجھداری کی باتیں کرنے لگے ہو۔'' وہ شرارتی انداز میں مسکرائی تھی، بہت دیر تک امان اللہ اس کے چہرے سے نگاہیں نہ ہٹا سکا۔

''زندگی کی ٹھوکریں، سمجھداری سکھا دیتی ہیں۔'' کلثوم جواب میں خاموش رہی۔

''میں نے آپ کو دونوں آپشن دیئے ہیں، امان ولا یا ہوسٹل، ڈیسائڈ آپ نے کرنا ہے۔'' بہت لمحے گزرنے کے بعد امان اللہ نے بات کا سلسلہ وہیں سے جوڑا جہاں ٹوٹا تھا۔

''میں اسی گھر میں رہنا چاہوں تو؟'' سوالیہ انداز میں اس نے نگاہیں امان اللہ کے چہرے پر ٹکائیں۔

''میں اس کی اجازت نہیں دونگا، آپ کے میرے بیچ جو رشتہ ہے اس کے ناطے اتنا تو حق رکھتا ہوں کہ آپ کی حفاظت کا جو ذمہ لیا ہے اس کے لئے بہتر سوچ سکوں۔'' امان اللہ کے لچک سے پاک دوٹوک لہجے نے ایک مرتبہ پھر سے کلثوم کو خاصے نیرو مائنڈڈ ہیں ایڈوانس ٹیکنالوجی اور میڈیا نے لوگوں کی سوچ کو قدرے بدلا ہے لیکن ابھی بھی یہ جو آزاد خیالی کی باتیں کرتے ہیں، صرف باتوں کی حد تک ہیں جہاں پر ڈیلینگ کی بات ہو تو عورت کے حوالے سے ابھی بھی خاصی نیرو مائنڈ ہیں، میں خود مرد ہوں ان کی ذہنیت جانتا ہوں، اکیلی عورت اس پاکستانی معاشرے میں رہ تو لیتی ہے لیکن خاصا تنگ کرتے ہیں۔''

''کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سمجھدار ہو گئے ہو۔'' کلثوم کے لہجے میں بشاشت تھی۔

''ڈونٹ وری، میری اس سمجھداری سے آپ کی سمجھ داری کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔'' امان اللہ خوشدلی سے ہنس دیا، جواب میں وہ بھی مسکرا دی تھی۔

میرے خواب بستی جمال میں
آج بھی اسی خواب میں
میرا وجود ہے حصار میں
آج بھی اسی خواب میں
میری روح بھٹکتی پھرتی ہے
یوں تو میری خواب بستی
لوگ کہتے ہیں اجڑ گئی مگر
آج بھی اسی آس میں
دل میرا ہے الجھا ہوا
کوئی آئے شہر یاراں سے
میرے خواب بستی جمال میں
مجھ سے چھین لے میری رداغم
مجھے لے چلے میرے شہر خواب
جس شہر خواب میں ہے میرا آشیاں
جس کے ہر در پہ ہے پہرا خوشی۔
جس کے در و دیوار میں ہے محبت رچی
جس کے ہر چراغ میں ہے امید کی تو
وہی خواب میری روح ہے، وہی وجود میرا حصار ہے

☆☆☆

تقریباً ایک ماہ کے بعد گھر کی صفائی کروانے کی خاطر گھر کا تالا کھولا تھا، کلثوم نے امان اللہ کو فون پر انفارم کر دیا تھا، فون کرنے کے تقریباً آدھ گھنٹے میں وہ گھر پر موجود تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' خالی لفافہ اس کی جانب بڑھایا، ابھی کچھ دیر پہلے ہی دونوں نے مل کر گھر کی صفائی کی تھی، کچھ دیر ستانے کو بیٹھے تھے۔

''یہ آپ کو دینے آیا ہوں، بہت دنوں سے میں آپ سے ملنا چاہ رہا تھا پھر سوچا کہ گھر کی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

صفائی کے بہانے ملاقات ہوئی تو آپ سے بات کروں گا۔''

''کیا ہے یہ؟'' سوالیہ انداز میں کلثوم نے لفافے کی جانب دیکھا پھر اس کے چہرے کی جانب نگاہ اٹھائی۔

''آپ خود دیکھ لیں، بلکہ سچ پوچھیں تو میں اس کے بدلے آپ سے کچھ لینے آیا ہوں۔''

''میں کیا دے سکتی ہوں؟'' وہ حیران ہوئی تھی، اس کے پاس تھا ہی کیا اسے دینے کو جو یوں اس کے سامنے جھولی پھیلائے کھڑا تھا۔

''میرے حساب سے بہت کچھ، اگر مل جائے تو۔''

''یہ تو..... پیسے ہیں۔'' اس نے لفافہ کھولا۔

''ایک لاکھ ہیں۔'' امان اللہ نے جواباً کہا۔

''کیا چاہیے اس کے بدلے؟'' وہ ابھی تک حیران تھی، سوالیہ انداز میں اس کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے بولی۔

''پیسے۔'' ایک لفظ میں امان اللہ نے مدعا بیان کیا۔

''کبھی اماں نے آپ کے پاس کوئی پیسے رکھوائے ہوں۔'' وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔

وہ کچھ مانگنے آیا تھا اس سے وہ کیسے انکار کرتی۔

''پیسے میرے پاس۔'' وہ زیرلب بولی۔

''میرے کہنے کا مطلب ہے کبھی آپ کو دیئے ہوں اور آپ نے خرچ نہ کیے ہوں۔'' جواب میں وہ خاموش رہی تھی۔

''اماں نے آج تک میری کمائی نہیں کھائی، میں جو بھی ان کے لئے لاتا رہا وہ مجھے واپس کرتی رہیں، ہمیشہ میری کمائی کو حرام کہا۔'' کلثوم نے نگاہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا، وہ اسے اداس لگا تھا، زندگی سے ستایا ہوا دکھی۔

''ٹھہرو۔'' بہت دیر بعد وہ بولی تھی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

''یہ انہوں نے رکھوائے تھے، اپنی بیماری کے دنوں میں، انہیں یقین تھا کہ ایک دن تم انہیں لینے آؤ گے، چھ ماہ سے حفاظت کر رہی ہوں اس امانت کی۔'' کچھ دیر بعد وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی، اس کے ہاتھ میں ہزار ہزار کے چند نوٹ تھے۔

''آپ نے پہلے کبھی نہیں بتایا۔''

''انہوں نے کہا تھا تم خود لینے آؤ گے۔'' اس کے ہاتھ میں وہ پیسے پکڑاتے ہوئے وہ بولی۔

''اتنا یقین، آپ نے پوچھا نہیں ان سے۔'' اس نے نہایت احترام سے وہ پیسے پکڑے تھے۔

''پوچھا تھا، لیکن بس وہ مسکرائی تھیں اور پھر، یہ امانت آپ کو دینے کو کہا۔''

''شکریہ۔'' اس نے اپنے ہاتھوں میں تھامے ان چند نوٹوں کو دیکھا، حق حلال کی کمائی کو دیکھا تھا۔

''یہ بھی لے جاؤ۔'' کلثوم نے کچھ دیر پہلے کا دیا خالی لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔

''یہ آپ رکھیں۔'' امان نے لینے سے انکار کیا۔

''یہ بہت زیادہ ہیں، اس کے مقابلے میں۔'' کلثوم کو جو سچ میں لگا تھا اس نے بول دیا تھا۔

''آپ کے حساب سے، میرے حساب سے اس سے بہ کم جو میں آپ سے لئے جا رہا ہوں۔'' کوئی امان اللہ کے دل سے پوچھتا کہ یہ چند ہزار کے نوٹ اس کی ساری زندگی کی کمائی سے بھی سوگنا سے کہیں زیادہ ہیں۔

Khadar Azeem
www.pakistanipoint.com

''یہ میں کیا کروں گی۔'' اسے واقعی میں سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ ان پیسوں کا کیا کرے گی۔

''میری خاطر رکھ لیں، نہیں تو مجھے گلٹ فیل ہوگا، اماں نے آپ کو پیسے دیئے اور میں وہ بھی آپ سے لے گیا۔'' امان اللہ ہنوز پیسے لیتے سے انکاری تھا، اس کے ضمیر کو گوارہ نہیں تھا کہ وہ اس سے صرف لے بدلے میں خالی ہاتھ رکھے۔

''وہ امانت تھی، اماں بی نے مجھے دیئے تھے، تمہارے لئے تھے وہ۔''

''میری خوشی کی خاطر رکھ لیں۔'' امان اللہ نے اصرار کیا تھا۔

''تمہاری نہیں، اللہ کی خوشی کی خاطر رکھ سکتی ہوں۔'' چند لمحے اس نوٹوں بھرے خاکی لفافے پر نگاہ جمائے رکھی پھر نظر اٹھا کر کسی نتیجے پر پہنچی۔

''جیسے سمجھ لیں۔'' اس نے سادگی، لاپرواہی سے کندھے اچکائے تھے، اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ کلثوم ان پیسوں کو کہاں خرچ کرتی ہے۔

''جیسے کہ بات نہیں ہے، بتا کرتے رہی ہوں اللہ کی خاطر، ایک مرتبہ لئے تو واپس نہیں کرونگی۔'' کلثوم نے ایک مرتبہ پھر سے اپنی بات پر زور دیا تھا۔

''میرا واپس لینے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔'' امان اللہ کے لئے اتنا کافی تھا کہ کلثوم نے وہ نوٹوں بھرا لفافہ رکھ لیا تھا، اسے واپس نہیں کیا تھا۔

لیکن وہ لفافہ کلثوم کے ہاتھ تھماتے وقت اسے اندازہ نہیں تھا کہ چند دن بعد وہ ان کے متعلق جاننے کلثوم کے پاس آئے گا۔

☆☆☆

''کچھ پوچھنے آیا تھا۔'' ابھی دو ہفتے گزرے تھے کہ امان اللہ نے اسے گھر کی صفائی کرنے کے بہانے ملنے کی خواہش کی تھی۔

''ضروری ہے۔'' کلثوم کو شاید پہلے سے ہی اس کی چھٹی حس نے خبردار کر دیا تھا۔

''بس کچھ دنوں سے دل کو لگی ہوئی ہے۔'' امان اللہ سادہ سے لہجے میں بولا، وہ اس سے کچھ جاننا چاہ رہا تھا۔

''جہاں لگ گئے، لگ گئے، امان اللہ خاموشی سے پراٹھ کھاؤ۔'' کلثوم نے گہری سانس لئے جواب دیا تھا وہ حیران رہ گیا تھا۔

''آپ کو کیسے علم ہوا میں آپ سے ان پیسوں کے بارے میں پوچھنا چاہ رہا ہوں۔''

''کہا نا خاموشی سے پراٹھ کھاؤ۔''

''پھر بھی۔'' اس کے لہجے میں تجسس تھا۔

''واپس چاہیے۔'' کلثوم نے الٹا سوال کیا۔

''نہیں بالکل نہیں، جب دیئے دیئے تو، دیئے دیئے، میں نے آپ سے تب بھی کہا تھا کہ واپس لینے کو نہیں دے رہا۔'' جب سے وہ اماں بی کے پیسے اس سے لے کر گیا تھا اور بدلے میں لاکھ روپے دیئے کر گیا تھا، اسے بزنس میں یک دم پراٹھ ہونے لگا تھا۔

''اللہ کے نام پر لئے تھے، اللہ کی خاطر لگا دیئے، جان کر کیا کرو گے۔''

''دودھ پتی ہو گے۔'' گھر کی صفائی مکمل ہو چکی تھی۔

''گڑ والی۔'' اس نے فرمائش کی، جواباً کلثوم سر ہلاتے باورچی خانے چلی آئی۔

''ایک اور بات پوچھوں۔'' وہ بھی اس کے پیچھے چلا آیا، باورچی خانے کے دروازے پر ٹیک لگا کر سینے پر بازو باندھے کھڑا ہو گیا۔

''ہوں۔'' وہ دودھ ساس پین میں ڈالتے ہوئے بولی۔

''آپ ہمیشہ مجھے چائے یا کافی کا پوچھتی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہیں، آج دودھ پتی کا پوچھا۔"

"تم نے ڈرنک کرنا جو چھوڑ دیا۔" بہت مشکل سوال کا جسے اس نے آسانی سے جواب دیا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا۔" وہ ایک مرتبہ پھر سے حیران تھا۔

"دیکھتا ہے امان اللہ، انسان کی کمائی سے خدا کے نام پر دیا نظر آتا ہے، آج تم سے الکوحل کی بو نہیں آرہی۔" برنر آن کر کے اس نے کیبنٹ میں سے دو مگ نکالے۔

"علم نجوم تو نہیں سیکھ لیا۔" وہ جواباً مسکرا کر کہے بنا نہ رہ سکا، جواب میں وہ دودھ پتی سے بھرا مگ اس کے ہاتھ پکڑاتے جھکی نگاہوں سے مسکرائی تھی۔

"گھر سے دو گلی کے فاصلے پر خالی پلاٹ میں پکھی واسوں نے اپنی جھگیاں بنائی ہوئی ہیں، ایک لڑکی رہتی ہے وہاں اپنے بیٹے کے ساتھ، کچھ عرصہ پہلے جھگیوں کو پکا کیا گیا، لیکن اس لڑکی کی جھگی ویسی ہی تھی، شوہر شادی کے دو ماہ بعد دل کا دورہ پڑے سے فوت ہو گیا، باپ پہلے ہی بچپن میں چل بسا تھا، بہن بھائی کوئی ہے نہیں، ماں نے مرنے سے چند ماہ قبل اس کا نکاح کر دیا تھا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ اس کے مرنے کے فقط دو ماہ بعد بیٹی بھی بیوہ ہو جائے گی، اماں جی حیات تھیں تو میرے ہاتھ اسے کچھ نہ کچھ بھجواتیں رہتی تھیں، زمین اس کی اپنی تھی مرلہ، جھونپڑی پکی کروا دی ان پیسوں سے، میری تو اتنی اوقات نہیں تھی، خدا نے وسیلہ بنایا، یتیم بے آسرا پر خدا نے بھی رحم کا کہا ہے شاید خدا مجھ پر بھی رحم کرے۔" وہ بولنا شروع ہوئی تو پھر بولتی چلی گئی۔

"اچھا کیا آپ نے۔" امان اللہ نے جھکے سر سمیت اس کی بات سنی تھی، مکمل ہونے تک جب تک کہ وہ خاموش نہیں ہو گئی تھی۔

"میں بہت خود غرض ہوں، یتیم کی مدد کی تو بھی اپنے مفاد کے لالچ میں۔" کلثوم کے دل میں شاید کچھ پچھتاوا تھا، اسے اپنا آپ مطلبی لگا۔

دل کرتا ہے
کہ نیلی سیاہی سے
سامنے پڑے کاغذ پر
خوشی کا لفظ رقم کروں
پھر اس پر ہاتھ رکھ کر
اپنی آنکھیں موند لوں
اور خدا سے ہمکلام
ہو کر پوچھوں
کیا تم بھی میری خوشی
میں خوش ہو......؟

امان اللہ خوش تھا، اس کے دل کو سکون تھا، لیکن وہ چاہتے ہوئے بھی یہ بات کلثوم سے کہہ نہیں پایا تھا، اسے ہمیشہ ہی اپنے باپ کو لے کر دل میں خلش رہی تھی، جب انہوں نے کلثوم فاطمہ سے اس کا نکاح کیا تھا تو اسے پہلے باپ سے نفرت محسوس ہوئی تھی، وہ نکاح کے پیپرز پر سائن کرتے ہوئے چونکا تھا، اسے پہلی مرتبہ اس کا مکمل نام معلوم ہوا تھا، وہ گھر میں فاطمہ بن کے آئی تھی، اس کے نکاح میں کلثوم فاطمہ کے نام سے تھی اور امان اللہ کی زندگی میں کلثوم کی حیثیت رکھتی تھی، اسے باپ سے یک دم بہت محبت محسوس ہوئی تھی۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔"

"آپ وہ نہیں ہیں، جو نظر آتی ہیں۔"

"کیا ہوں میں جو نظر نہیں آتی اور تمہیں دکھائی دیتی ہوں۔"

"کچھ کھوج ہے۔"

"کیا جاننا چاہتے ہو؟" سوال تھا یا پھر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تجسس۔

''سکون کا راز۔''

''کیا ملے گا اس کھوج سے۔''

''شاید میرے دل کو بھی سکون آ جائے۔''

ایک گہری سانس لے امان اللہ بولا۔

''سکون ایسے نہیں ملتے۔''

''کچھ تو صبر آئے گا۔''

''سکون ملنے کو شکر چاہیے ہوتا ہے۔''

''نہیں ہوتا۔''

''خواہشات کو محدود کرنا ہوتا ہے۔''

''دل کو کون سمجھائے۔''

''دل کو خود ہی سمجھانا ہوتا ہے، دل سمجھے گا تو سنبھلے گا اور جب وہ سنبھل گیا تو قناعت بھی آ جاتی ہے، انسان شکر بھی سیکھ جاتا ہے۔''

''بندہ بشر ہوں، نفس کا غلام۔'' وہ ہلکے سے بولا۔

''ہنس کر سہہ لو، عاجزی دوست بن جائے گی۔''

''آسان نہیں ہے۔''

''مشکل تو ہے لیکن ناممکن نہیں۔''

''کیسے۔'' لہجے میں حیرت لئے امان اللہ بولا۔

''کیا کرو گے سب جان پر۔''

''میری روح بے سکون ہے، سمجھ نہیں آتی کیسے سکون ملے۔''

''بے سکون میں بھی رہی، بہتے بے سکونی کاٹی ہے اپنی روح پر، پل پل تڑپی ہوں، میں نے ہر اس انسان پر بھروسہ کیا جسے اپنے لئے ضروری سمجھا، خدا نے کہا رحم کرو میں نے انسانوں پر نہیں اس کی ہر مخلوق پر رحم کیا، خدا نے کہا حق نہ مارو، مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کسی انسان سے کوئی چیز لی ہو اور اسے واپس نہ کی ہو، میں فورتھ کلاس میں تھی میتھس کے پیپر میں میری پنسل کا سکہ ٹوٹ گیا سہیلی سے sharpher واپس کیا۔''

''ایک دن فٹ پاتھ پر نشی کو سوتے دیکھا، پاپا کی سالگرہ پر گفٹ شال یہ سوچ کر اسے اوڑھا آئی کہ اس کا جسم ڈھانپوں گی تو رب کسی کو میرے حق میں بھیجے گا میری چادر کی حفاظت کو، کیا برا کیا میں نے؟ ایسا کیا غلط سوچا تھا میں نے؟ دوبئی کے آزاد ماحول میں رہتے ہوئے بہت آساں تھا، کسی غلط رستے چل پڑنا، جب اکیلے گھر سے نکلنا ہو تو صرف ایک ہی راستہ سیدھا منزل کی جانب جاتا ہے، باقی اس سے نکلنے والے ہزار موڑ پر لاکھوں راستے غلط طرف سے جانے کو تیار ملتے ہیں۔''

''اور بدلے میں رب سے خواہش کی ایک نیک ساتھ کی جو خود ساری زندگی سیدھے راستے

www.pakistanipoint.com

چلا ہو۔"

"اور خدا نے آپ کا نصیب ایسے انسان سے جوڑ دیا جس نے زندگی میں سوائے سیدھے راستے کے ہر غلط راستے پر قدم اٹھائے۔"

"آسمان کی بلندیوں سے پستیوں میں خود ہی گرے، تم بھی، میں بھی، مجھے رزق حلال میں، غرور کا نشہ، تمہیں رزق حلال میں، ناشکری کی بے چینی، خدا نے ٹھوکر دیے کر شعور دیا تو خدا نے سنبھلاتے سنبھلاتے تمہارے در پر بھیجا، سمجھ نہیں آتا تھا بہت دن یہ سوچنے میں لگ گئے کہ اس در کون سی آزمائش کو بھیجا، تمہیں دیکھتی تو تم برے لگتے، تم سے نکاح ہوا تو وہ رات تڑپ کر روئی، خدا سے ناراضگی میں نماز سے منہ موڑ لیا، خدا تو رحیم ہے، میرے غرور کی اتنی بڑی سزا۔"

"شراب کو حرام سمجھا، رب سے زندگی کے ساتھی میں رزق حلال کے غرور کے زعم میں نیک شریف انسان کا ساتھ مانگ لیا، ایسا انسان جس کے منہ کو حرام نہ لگا ہو، بس اتنا ہی تو مانگا تھا رب سے۔"

"تم نے اس دن پوچھا تھا نا کہ مجھے ایسا غرور کیا ہے، غرور تو تب ہی ختم تھا جب خدا نے اس در بھیجا، بس انجانا سا خیال تھا، میرا رب مجھ سے ہر طرح کی آزمائش لے سکتا ہے، حرام کو مد مقابل لا کھڑا کر کے آزمائش لے سکتا ہے لیکن اس حرام کے ہاتھوں رسوائی نہیں دے سکتا، اتنا تو یقین تھا، لیکن سمجھ نہیں آتی تھی کہ رب نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا مجھے سیدھے رستے چلا کر بھٹکایا اور پھر سیدھے رستے سنبھال کر ایک بھٹکے انسان کو سنبھالتے تمہارے در بھیج دیا۔"

"ہم انسان رب سے مانگتے ہیں اپنے طریقے سے، اللہ دیتا ہے، اس نے ہم انسانوں کو کبھی دینے سے انکار نہیں کیا لیکن اس کا اپنا طریقہ ہے۔"

"تم نے حرام چکھا، تمہاری روح بے چین ہوئی۔"

"میں نے حرام صرف دیکھا، حلال کا غرور کیا، روح بے سکون ہوئی۔"

"جس نے ساری زندگی حرام کو منہ نہ لگایا ہو، صرف وہی تو نیک نہیں کہلاتا جس انسان کو حرام چکھنے کا موقع ملا ہو اور اس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو، وہ بھی تو نیک ہوا نا۔"

"آپ کو لگتا ہے آپ یہ سب deserve کرتی تھیں، آپ کو تو اللہ پہ یقین ہے پھر آپ کے ساتھ، اللہ پہ یقین کیا لیکن بھروسہ نہیں کیا، اس کے سوا کر انسان پر بھروسہ کیا۔"

امان اللہ نے چند لمحے اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد بے ساختہ ہی ہاتھ اس کے سر پر رکھا تھا۔

"آئندہ کبھی آپ کے منہ سے نہ سنوں، نہ آپ یتیم ہیں نہ بے آسرا" یہ کہتے ساتھ ہی وہ پلٹا تھا اور کمرے کے دروازے سے نکل گیا، کلثوم شاک کی کیفیت میں اپنی جگہ کھڑی رہ گئی۔

اس دن اماں بی نے کہا تھا وہ پلٹ رہا ہے، آج اماں بی اس دنیا میں نہیں تھیں۔

ایک ماں نے بیٹے کی پیش گوئی کی تھی پلٹنے کی، بیوی پلٹتے دیکھ چکی تھی، اماں بی زندہ ہوتی تو خود اپنی نظروں سے دیکھتی، ولی امان اللہ پلٹ آیا تھا۔

حلال کی کمائی پر پلنے والا ولی امان اللہ، حرام کی دنیا سے پلٹا تو کلثوم فاطمہ کے لئے ساری عمر کی سکھ کی چادر اپنے ساتھ لایا تھا۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com Waqar Azeem

وہ اک ستارہ مہرباں

''کبھی چمکتے چاند کو دیکھا ہے؟''

''بھلا وہ کسے نظر نہیں آتا؟''

سرگوشی میں جواب دیا

''اور چمکتے چاند کے پاس کھڑے روشن تارے کو؟'' سوال دوبارہ ہوا وہ سوچ میں پڑی پھر نا سمجھی سے بولی۔

''نہیں تو کبھی غور ہی نہیں کیا۔''

''تو پھر اب دیکھو وہ جو چمکتے چاند کے پاس والا تارا ہے نا۔'' ہاتھ سے اشارہ کرکے اس کی کانچ جیسی آنکھوں کو محبت سے دیکھا۔

''جنہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پورے چاند کی روشنی ان میں بھری ہو۔''

''ہاں۔'' چاند کو دیکھتے مسکرائی تو وہ اس کے گال پر پڑتے ڈمپل میں کھو کر بولا۔

''ہماری قسمت کا ہے وہ تارا۔''

''بھلا کوئی قسمت کا تارا بھی ہوا کرتا ہے کیا؟'' معصومیت سے کہتی وہ اسے دیوانہ کرگئی۔

''پتہ نہیں، مگر ہماری قسمت کا تارا وہی ہے۔''

''اور اگر یہ تارا کہیں کھو گیا تو۔'' کچھ خوف سے کہتی وہ محبت سے ڈر گئی تھی، محبت بھی وہ جو اس کی روح میں جا بسی تھی جو اس کے نسوں میں خون کی صورت دوڑ رہی تھی اور حیا بن کر اس کے انگ انگ سے ظاہر ہوتی۔

''ہماری قسمت کا تارا کبھی نہیں کھو سکتا۔'' اک یقین سا تھا اس کے انداز میں محبت پر یقین اپنے آپ پر یقین اور قسمت کے تارے پر یقین۔

''اور اگر اس تارے کو ڈھونڈنے کی کوشش میں، میں کھو گئی تو؟'' اقرار سننے کو دل بے تاب ہوا تھا وہ تڑپ اٹھا۔

''میں تمہیں کبھی کھونے نہیں دوں گا محبت ہماری میراث ہے اور محبت جس کی میراث ہو وہ کبھی کھویا نہیں کرتے۔''

غرور سا تھا اس کے انداز میں، محبت نے چونک کر اسے دیکھا چاند اس کے غرور سے ڈر کر بادلوں کی اوٹ میں جا چھپا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی چلتی ہوا ایکدم رک سی گئی جبکہ وہ محبت کو اپنی میراث کہنے والا خود محبت کے قدموں میں بیٹھا یہ نہیں جانتا تھا کہ محبت کسی کی میراث نہیں ہوتی، یہ جلنا سیکھاتی ہے اور پھر محبوب کی یاد میں جلا جلا کر مار دیتی ہے یہ درد دیتی ہے بے بس کر جاتی ہے آخر محبت جو ہوئی ظالم محبت۔

''سنو۔'' جذبوں میں ڈوبا انداز تھا۔

''مجھے جانا ہے اماں انتظار کر رہی ہوگی۔'' اس کے جلاتے تڑپاتے جذبوں سے نظریں چرا کر کہتی اٹھی اور اگلے ہی پل رک گئی۔

''پھر کب ملو گی؟'' ہاتھ پکڑے جدائی کے ڈر سے کہتا وہ اسے رکنے پر مجبور کر گیا تھا۔

''پتہ نہیں، جب ہماری قسمت کا ستارے ملے گا شاید تب۔'' بے بسی سے کہتی وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی اسے بے بس کر گئی تھی۔

وہ اب اس کے قریب چلا آیا تھا اتنا کہ اس کی گرم گرم دہکتی سانسیں رخ کی گردن کو جھلسا رہی تھیں وہ دور ہونا چاہتی تھی لیکن محبت نے بے بس کر رکھا تھا۔

''اور ہماری قسمت کا ستارا کب ملے گا؟'' اس کی پیشانی پر محبت کی مہر ثبت کرتا وہ جسارت کر گیا تھا۔

''رخ پتر، جلدی آؤ مجھے دوائی بھی کھلانی ہے تم نے۔'' اماں کی آواز پر وہ چونکی اور مڑ کر بھاگتی سیڑھیاں پھلانگتی نیچے چلی آئی۔

''تیری طبیعت تو ٹھیک ہے پتر چہرہ ایکدم سرخ ٹماٹر کے جیسے ہو رہا ہے۔''

www.pakistanipoint.com

''جی اماں ٹھیک ہوں بس وہ سیڑھیاں جلدی میں پھلانگی تو شاید اسی وجہ سے۔'' پھولی سانسوں سے کہتی وہ نظریں چرائے کمرے میں گم ہوگئی تھی۔

''پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے اس لڑکی کو کبھی حد سے زیادہ خوش ہوتی ہے تو کبھی اداسی کی ملکہ ترنم بنی پھرتی ہے اے ہے اب دوائی بھی کھلائے گی یا نہیں۔'' غصے سے بڑبڑاتی وہ کمرے کے پردے کو گھورتی بولیں جس کے پیچھے کچھ دیر پہلے وہ غائب ہوئی تھی۔

''یہ لیں اماں دوائی لے لیں۔'' کانپتے ہاتھوں سے دوائی ان کی طرف بڑھائی وہ اب پریشان ہوا تھی۔

''کیا ہوا کہیں بخار وخار تو نہیں چڑھا لیا تو نے کتنی بار کہا ہے اتنا کام نہ کیا کر مگر تو میری سنتی کہاں ہے مجھے تو کسی کام کو ہاتھ لگانے دیتی نہیں ہے چارپائی پر بیٹھا رکھا ہے اور خود سارے گھر کا کام کرتی ہے بھائی کو دوکان پر کھانا بھجواتی ہے گھر کو سنبھالتی ہے اور میرا الگ کام تجھ معصوم پر آن پڑا ہے۔'' دوائی کھا کر محبت سے اسے اپنی گود میں لٹالیا تھا۔

''عورت تمام عمر کام کرتی ہے کبھی بہن بن کر کبھی بیوی یا ماں بن کر سکون اسے کبھی نہیں ملتا اور بڑھاپا آجاتا کیا اب بھی وہ کام کر کے مجھے یہ بات گوارہ نہیں اماں، اب تیرا آرام کرنے کا وقت ہے تمام عمر کیا ہے، کام اب آرام کر میں ہوں نا۔''

''کتنی سمجھ دار ہے میری بیٹی بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہے اب، ارے ہاں وہ جو محلے والی رحمت ماسی ہے نا۔''

''وہی اماں جس کا شوہر مسجد میں امام ہے اور بیوی گھر میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتی ہے،

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

آج ہی اپنے قریبی ہسپتال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

بڑا نیک گھرانا ہے پورا محلہ ان کی شرافت کی تعریف کرتا ہے۔"

"ہاں بس بیٹیاں اگر شریف ہوں تو گھر آباد رہتا ہے اور اگر وہی غلط قدم اٹھالیں تو ماں باپ کو جیتے جی ماردیتی ہیں۔"

"کیوں کیا ہوا اماں؟"

"اس کی بڑی بیٹی اپنے چچازاد کو پسند کرتی تھی لڑکے والوں نے رشتہ بھجوایا تو رحمت ماسی نے انہیں منع کردیا یہ کہہ کر وہ غریب لوگ ہیں اس کی بیٹی کالج جانے کے بہانے گھر سے بھاگ گئی چھوٹی کا رشتہ طے تھا اس کا بھی ٹوٹ گیا۔"

"چھوٹی کا رشتہ کیوں ٹوٹ گیا اماں؟"

"لڑکے والوں نے یہ کہہ کر رشتہ توڑ دیا کہ بڑی ایسی ہے تو چھوٹی بھی ویسی ہوگی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا، لیکن اماں یہ بات تو آج کل عام بن کر رہ گئی ہے کہ کوئی لڑکی کسی محبت کے لئے گھر سے بھاگ جائے معاشرہ خراب ہو کر رہ گیا ہے۔" دکھ سے کہہ کر وہ ایکدم اٹھ بیٹھی تھی اماں محبت سے اسے سمجھانے لگی۔

"محبت کرو، یہ نہیں ہے کہ محبت نہ کرو لیکن بیٹا ایک بات ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے محبت کسی ایک کا بن جانے کا نام نہیں ہے بلکہ محبت تو دوسروں کو اپنا لینے کا نام ہے وہ محبت جو چھپ کر رات تاریکی میں گھر سے بھاگنے پر مجبور کرے وہ محبت نہیں ہوس ہوتی ہے اور محبت اور ہوس میں بڑا فرق ہے پتر، انسان محبت کے ساتھ تو رہ سکتا ہے پر ہوس کے ساتھ کبھی نہیں اور وہ محبت بھی کیا محبت ہے جو دوسروں کو دکھ دے کر حاصل کی جائے، محبت تو خوشیاں باٹنا سکھاتی ہے نہ کہ دوسروں کو تکلیف دینا۔" ان کی بات پر وہ نظریں چرائی اٹھ کھڑی ہوئی جانتی تھی کہ مزید اگر ان کے پاس بیٹھی تو اپنے دل میں پنپتے محبت کو چھپا نہیں سکے گی۔

☆☆☆

"اکرم!"

"ہوں۔" اسے محویت سے دیکھتے پا کر وہ بولی۔

"تم اپنے گھر والوں کو میرے گھر کب بھیجو گے؟"

"اتنی بھی کیا جلدی ہے جان اکرم۔"

"پھر بھی وہ صرف بات کرلیں اماں سے تو میرے دل کو سکون آجائے اماں سے چوری جب بھی میں تم سے ملتی ہوں تو اک احساس ندامت آن گھیرتا ہے مجھے۔"

"احساس ندامت کیسا؟" لاپروائی سے پوچھا تھا وہ نم پلکوں کو چھپاتے بولی۔

"کہیں تمہیں چاہنا کوئی گناہ تو نہیں۔"

"گناہ کیسا محبت کی ہے ہم نے کوئی جرم نہیں۔"

"تو پھر تم اس محبت کو پاک نام کیوں نہیں دے دیتے اکرم آخر کب تک ہم یوں چھپ چھپ کر ملتے رہیں گے، آخر ڈیڑھ سال ہوگئے ہیں ہمیں آخر کب تک۔"

"آخر کب؟" کچھ غصے سے کہا تھا وہ ایکدم نرم پڑا۔

"اوکے میں کل اماں سے بات کروں گا خوش۔"

موت کیسے آتی ہے روح ساتھ کس طرح چھوڑتی ہے یہ اسے آج پتہ چلا تھا پورے ڈیڑھ سال تک اماں کی نظروں میں دھول جھونک کر اس نے اکرم سے محبت کی تھی، ہر رات وہ اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑی ہوتی تھی اور محبت وکیل بنی اسے آزردہ کرواتی آئی تھی اور پھر آج اسی محبت نے اسے مجرم قرار دے کر سزائے موت کا حکم سنا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

دیا تھا، وہ ساکت نظروں سے سامنے بیٹھے اکرم کو دیکھ رہی تھی، وہ اکرم جس نے اسے کھونے کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

''تم سب کچھ تو جانتی ہو ہمارے بارے میں ڈیڑھ سال پہلے ہی تو ہم تمہارے محلے میں رہنے آئے تھے، اور تمہیں مجھے دیکھتے ہی محبت ہو گئی تھی۔'' وہ چونکی وہ لفظ نہیں کہہ رہا تھا یعنی اس نے کبھی رخ سے محبت نہیں کی تھی تو پھر کیا تھا وہ سب جو انہوں نے سب مل کر خواب دیکھے تھے۔

''تم جانتی ہو میری چار بہنیں کنواری ہیں ابھی اور اماں ان سے پہلے میری شادی نہیں کرنا چاہتی ابا کا بھی کام ماند پڑ رہا ہے گھر کا خرچہ مشکل سے چلتا ہے پھر بہنوں کا جہیز۔''

''تم اپنی بات کرو۔'' وہ اسے ٹوک کر جواب سننے کی منتظر تھی جو اس کا ہاتھ پکڑے آنکھوں میں بناوٹی محبت کے دیئے جلائے کہہ رہا تھا۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں گھر والے میرے مانیں یا نہ مانیں میں تم سے ہی شادی کروں گا ہم بھاگ کر شادی کر لیں گے پھر سب......''

وہ اور بھی نجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا جبکہ اسے اپنے کانوں میں اماں کی بازگشت سنائی دی تھی مار دینے والی حقیقت سے قریب تر۔

''وہ محبت جو رات کی تاریکی میں گھر سے بھاگنے پر مجبور کرے وہ محبت نہیں ہوس ہوتی ہے محبت اور ہوس میں بڑا فرق ہوتا ہے انسان محبت کے ساتھ تو رہ سکتا ہے پر ہوس کے ساتھ کبھی نہیں۔'' ایکدم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا حقیقت تلخ ضرور تھی پر اس کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔

''معاشرہ خراب ہو کر رہ گیا ہے لڑکیاں اپنی عزت خود ہی نہیں کرواتی۔'' اس کی اپنی آواز پتھر بن کر اس کے چہرے پہ آن لگی تھی کہیں پڑھے الفاظ اسے یاد آئے وہ کہنے لگی حلانکہ اسے اپنا آپ اک بنا کفن کے مردے کی طرح محسوس ہو رہا تھا، بنا روح بنا جان خالی کھوکھلا مردہ جس کے اندر پنپتے نجانے کتنے ہی ارمان اس کے اپنے ہی اندر رہ گئے تھے۔

''ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا اکرم، عورت جی لیتی ہے محبت کے بغیر...... آسائشوں کے بغیر، اولاد کے بغیر مگر......'' وہ گہرے سانس لینے کو رکی پھر بولی تو آواز میں اک طاقت سی تھی غلط راہ کو چھوڑ دینے کی طاقت۔

''وہ عزت کے بغیر نہیں جی سکتی، سانس لیتی بھی رہے تو کھڑے کھڑے ہی مر جاتی ہے، محبت ساتھ چھوڑ دے تو دکھ سے زندہ رہ لیتی ہے عزت ساتھ چھوڑ دے تو اس دکھ سے اپنی ہی ذات کے قبرستان میں دفن ہو جاتی ہے اور کوئی افسوس کے لئے آتا ہے نہ فاتحہ پڑھتا ہے اور گھر سے بھاگی عورت کبھی عزت سے نہیں رہ سکتی، یہ معاشرہ اسے جیتے جی اک قبرستان میں بند کر دیتا ہے ہر طرف قید ہی قید اس کا مقدر ہوتی ہے، مجھے ایسی محبت نہیں چاہیے میں سمجھوں گی کہ قسمت کے ستارے کو ڈھونڈنے کی کوشش میں میری محبت وہیں کہیں کھو گئی ہے۔''

بات ختم کر کے وہ مسکرائی اور حیرت سے دیکھتے اکرم کی کھولی آنکھوں میں دیکھ کر اپنی راہ پر ہو لی، وہ پرغرور چال چل رہی تھی کہ وہ محبت اور عزت دونوں سے مالا مال ہو کر جا رہی تھی وہ سر اٹھا کر چلتی مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆

اسیر عشق

سدرۃ المنتہیٰ

نویں قسط کا خلاصہ

شمع نے فیروز کو پربھات کے بارے میں بتایا ہے، اس کے دل میں حبیب شاہ کے خلاف بہت شکوہ شکایت تھیں، وہ چاہتی کہ ان کا آمنا سامنا ہو۔

سکھاں کے آگے ماضی کھل گیا ہے۔

حسین لاصوتی کے آنے کی خبر ہے، وہ بہت خستہ حالت میں لوٹا ہے۔

پربھات کو چیزل کے ساتھ بات کرنی ہے، لیکن اب تک اسے موقع نہیں مل رہا۔

چیزل کی ماں کا رویہ اس کی سمجھ سے باہر ہے، اس نے کتابوں سے رباعی کے خط اور ادھوری کہانیاں پڑھی ہیں، حبیب اب جلد از جلد وطن لوٹنا چاہتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

دسویں قسط

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

دربار میں عشق کا سوال سرفہرست تھا۔
عاشق کا دل کڑھ رہا تھا، لیکن محبوبہ پر قیامت کا وقت تھا ایسی باتیں تو در پردہ ہی جچتی ہیں، تو کیسا رہے گا سکھاں کہ جب سرعام تجھ سے عشق کی گواہی لی جائے گی، وہ خود کو کتنا گرا چکی تھی۔
''دل کے ساتھ کیے گئے وعدوں کا بھرم رکھنے کے لئے کیا کچھ نہ کرنا پڑتا، تو بتا سکھاں، کیا یہ بات سچ ہے؟''
''کون سی بات مرشد سائیں۔'' سر تو جھکا تھا، لرزتے ہوئے لہجے میں مرشد سائیں کہتے ہوئے بھی جیسے مرشد کے منصب کو جھٹلا رہی تھی۔
ایک لمحے کے لئے حبیب کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا تھا جب اس نے دریافت کیا کون سی بات۔
جیجی کا چہرہ زرد تھا اور آنکھیں جیسے چندھائی ہوئیں وہ اندر ہی اندر لرز رہی تھیں، جو کچھ دیکھنے سے آنکھیں مانگتی ہیں وہ منظر ایک روز سامنے آ کر آنکھوں کا امتحان کیوں لیتا ہے۔
''پہلا سوال حبیب سے پوچھو عنایت شاہ۔'' انہوں نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔
''ٹھیک ہے، یونہی سہی، پہلے تم جواب دو حبیب بتاؤ بولو، کیا یہ خبر جو حویلی میں گردش کر رہی ہے یہ ٹھیک ہے؟ کہ تم اور سکھاں مائی۔''
''عشق گناہ نہیں ہے سرکار، البتہ گناہ کا شک بھی رکھنے والا خود بڑا گناہ گار ہوگا، رہی بات پسند کی تو، بات صرف پسند کی نہیں ہے، میں انہیں اپنی زندگی میں لانا چاہتا ہوں، جسے عشق خود میری زندگی میں لایا ہے۔'' شاہ بانو تو پردے کے پیچھے کھڑی لرز گئیں تھیں، بیٹے کی یہ دلیری دیکھ کر، جیجی کی آنکھیں نم تھیں۔
سکھاں کا باپ ایک مرید کی حیثیت سے سر جھکائے ہی کھڑا تھا، ایسے جیسے گردن زمین میں گڑ جانے کا گمان ہو، اس وقت اس کا دل چاہا چیخ چلا کر یہاں سے بھاگ جائے، لیکن ایسے لگا کسی نے سزائے مہر سنانے سے پہلے ہی پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں ہو، مرشد کا حکم تھا کہ کھڑے رہو، وہ کھڑا ہی رہا۔
عنایت کا چہرہ زردی سے سرخی میں بدل گیا تھا، بیٹے کی اس قدر باغیانہ ادا دیکھ کر ہی دل چاہا کہ اسے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیں، لیکن جبراً کھڑے رہے، اس سے پہلے تو دل چاہا اس مریدنی کے ٹوٹے کر دیں، جو اسی شان سے سر جھکائے کھڑی تھی لیکن سر ان کا جھکا دیا تھا۔
''بول مائی تو کیا کہتی ہے۔'' وہ دھاڑے۔
سکھاں کے کندھے پر باپ کا ہاتھ آ گیا اور اسے لمحے کے لئے جیسے کسی سکتے نے آ لیا۔
''ہم تمہیں تمہاری بے گناہی ثابت کرنے کا موقع دیتے ہیں، پیر کی نیت کے کھوٹ میں تیرا کوئی حصہ نہیں تو کہہ دے، کہہ سکتی ہے کہ یہ بات جھوٹ ہے تو کہہ دے۔'' عنایت نے بازی پلٹنے کے لئے ایک اور چال کھیل دی، باپ کے ہاتھ کا دباؤ مزید بڑھ گیا تھا۔
''کہہ دے سکھاں، مرشد جو کہہ رہا ہے سو کہہ دے، کہہ دے کہ حویلی میں جو باتیں گردش کر رہی ہیں وہ غلط ہیں۔''

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''کیسے کہہ دوں ابا، مرشد کہتا ہے جھوٹ بولو، میں جھوٹ کیسے بولوں۔'' اس کی آواز پردے کے پار تک گئی تھی، شاہ بانو سے کھڑا نہ رہا گیا، دیوار پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

جیجی کے آگے یہ چہرہ کسی اور کا چہرہ لگا، وہی بغاوت وہی غصہ، وہی سچ کی دھونس وہی ضد، وہی بے پرواہی۔

''مرشد تجھے بچا رہا ہے سکھی۔'' باپ کی آواز کانپی تھی۔

''عشق سے نہ بچ سکی، مرشد کیسے بچائے گا۔''

''سچ یہی ہے مرشد سائیں، جو آپ سننا چاہتے ہیں وہ جھوٹ ہے اور جو پیر حبیب نے کہا وہی سچ ہے۔''

آسمان سر پہ گرا تھا یا زمین ہلی تھی، کچھ تو ہوا تھا کہ جو جہاں کھڑا تھا وہی کھڑا رہا، پیر حبیب تشکر کے احساس سے زمین پر بیٹھ گیا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

سکھاں کے باپ نے سر ہاتھوں میں لے لیا تھا اور سکھاں جیسے کسی دیوی کی مانند کھڑی تھی، اس نے اپنے حصے کا کام کر دیا تھا۔

''نکل جاؤ یہاں سے اپنی بیٹی کو لے کر، نکل جاؤ یہاں سے اور کبھی صورت مت دکھانا مجھے، آج اور دوسرے جہاں میں، میں تمہیں اپنی مریدی کے تعلق سے خارج کرتا ہوں۔'' عنایت مظلوم سکھاں کے باپ پر گر جا تھا۔

وہ تو پہلے ہی لرز رہا تھا، پھر پاؤں پر گر گیا۔

''نہ سائیں بابا نہ..... ایسا غضب نہ کریں..... میری قیامت نہ کالی کریں، یہ نہ حکم کر، سائیں بابا..... کوئی اور سزا دے، کوئی اور سزا۔''

''نکل جاؤ یہاں سے..... سب نکل جاؤ..... اور تم تو ابھی نکل جاؤ، میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔'' ایک ٹھوکر سے مرید کو ہٹایا اور ایک زوردار تھپڑ بیٹے کے منہ پر جڑنے کے بعد وہ کانپتے بکتے کمرے سے نکل گئے تھے۔

مرید خود کو پیٹنے لگا تھا، سکھاں نے زمین سے باپ کو اٹھایا۔

''گھر چل ابا..... گھر چل..... چل۔''

''یہ تو نے کیا کیا سکھاں..... یہ کیا کیا تو نے ابے کے ساتھ چل ابا..... گھر چل کر پیٹ لینا ابا، گھر چل کر مار لینا..... ابھی چل، اس کے سامنے نہ جھک جس نے تجھے ٹھوکر ماردی، اٹھ ابا..... اٹھ۔'' وہ روتے بلکتے ہوئے باپ کو لے گئی۔

شاہ بانو نے حبیب شاہ کو بازو سے پکڑ کر کھینچا جو حواس باختہ سکھاں کے پیچھے جانا چاہ رہا تھا۔

''ادھر آ حبیب..... چریا ہو گیا ہے ادھر آ۔'' شمع کے دل و دماغ میں اگ کے جھکڑ چل رہے تھے۔

اور جیجی نے اس بڑھاپے میں ایک بار پھر حویلی کے در و دیوار کو لرزتے ہوئے دیکھا اور اپنے زندہ رہ جانے پر شرمساری سی ہوئی تھی، وہ جنگ شروع ہو چکی تھی، ایک بار پھر حویلی پر لرزہ تھا۔

☆☆☆

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

حسین لاھوتی ہسپتال میں تھا، شدید ذہنی اسٹریس اور جسمانی کمزوری کا شکار، ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے بس موت کی ہی کمی رہ گئی ہو، مرنے کے قریب کر کے ظالموں نے بھیجا ہے، وہ سلیمت تھی جو مہراب خاتون کے ساتھ کھڑی تھی، کچھ دیر پہلے ہی پہنچی تھی، دو تین صحافیوں کو چیزل نے کچھ جوابات دے کر بھگا دیا تھا، سارنگ بے ساختی کے ساتھ باہر جا بیٹھا تھا، اندر کا شور گہما گہمی سے اسے شدید اسٹریس ہو رہا تھا، پربھات کو اسی کی فکر تھی، وہ اسے ڈھونڈتی ہوئی کاریڈور تک آئی۔

''تم یہاں بیٹھے ہو سارنگ..... حد کرتے ہو..... یہاں ٹھنڈ ہے۔''

''اتنی بھی نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں، تھوڑی دیر میں ابا کو دیکھنے جاؤں گا۔'' اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

''میں چاہتی ہوں تم گھر چلو میرے ساتھ، تم یہاں نہیں رہ پاؤ گے، دیکھو یہاں پر چیزل ہے، سب ہیں، تم اماں اور سندس میرے ساتھ چلو، اصرار بھی آ جائے گا تھوڑی دیر میں۔''

''تم کیسی بات کر رہی ہو پربھات..... میں..... مانا کہ بیکار پڑا ہوا لیکن.....''

''دیکھو سارنگ اس وقت اچھا سوچنے کی ضرورت ہے تمہیں، ناامیدی کی باتوں سے کبھی کسی کو نہ کچھ ملا ہے نہ ہی ملے گا، ہمت رکھو اس وقت تمہارے باپ کو دعا اور کیئر کی ضرورت ہے، کیئر انہیں یہاں پوری مل رہی ہے، بس دعا تم کرو کہ وہ صحت مند ہو جائیں، زیادہ پریشانی سے تم کیسے صورتحال دیکھو گے، گھر چلو آرام کر لو اور پھر آ جانا، دیکھو میرے گھر میں کوئی نہیں ہے، ابا جی اور آپا باہر ہیں اور بھابھی بھیا بھی، میں ویسے ہی اکیلے ہوں، تو تم چلو تاکہ باقی لوگ بھی میری بات مانیں، کتنی بے بسی کی بات ہے کہ میں اس وقت معذوری میں پڑا ہوں اور میرے باپ کے لئے دوسرے لوگ دوڑ دھوپ کر رہے ہیں، ہلکان ہو رہے ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن اگر تم یہ پہلے سوچتے، آتی میں تم یہی سوچتے کہ تمہارے گھر والوں کو کسی بھی وقت تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے تو تم علاج ضرور کرواتے، ایک آپریشن سے آج تم اپنے پاؤں پر ٹھیک طرح سے کھڑے ہوتے۔''

''وہ آپریشن بہت کچھ چھین رہا تھا میرے گھر والوں سے نوالہ چھین رہا تھا، وہ مختصر سی زمین بیچ کر وہ لوگ کہاں جاتے تم، تم جو ہو، تم کماتے ان کے لئے، تم کرتے محنت۔''

''ارے باہر نکلتے تو کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا۔''

''کیا پتہ آپریشن کے بعد بھی ہڈی ٹھیک نہیں ہوتی۔''

''پاگل ہو کیا سارنگ کیسے نہیں ہوتی ہڈی میں جان ہے، کل بلکہ اس ہسپتال میں ہڈیوں کا اچھا اسپیشلسٹ آتا ہے اسے دکھانا تم..... مسئلہ حل ہو جائے گا، وہ پتا دے گا، لیکن ابھی تو اٹھو پلیز، گاڑی باہر کھڑی ہے۔'' وہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''دیکھو یہاں بھی تو بیٹھے ہی ہوئے ہو نہ، وہاں کچھ مزید آرام سے بیٹھ جانا۔''

وہ بے بسی سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا تو اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے سہارا دینے کی کوشش کی۔

اسی وقت سامنے سندس آتی دکھائی دی تھی، وہ کچھ دیر پہلے ہی پہنچی تھی، سکھاں کو لے کر، خاصی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پریشان تھی احرار بھی پہنچ گیا تھا اور سارنگ کو سہارا دینے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

''احرار سارنگ کو تم گاڑی میں بٹھاؤ میں آنٹی لوگوں کو دیکھتی ہوں، سندس تم بھی جاؤ شاباش، میں آنٹی کو لے کر آتی ہوں۔'' وہ انہیں کہتی ہوئی ہسپتال کے لاؤنج کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں وہ تھیں، اسے پتہ تھا وہ مشکل سے مانیں گی، خصوصاً سکھاں کا ماننا مشکل تھا۔

لیکن یہ تو انہیں بھی پتہ تھا کہ ان سب کا یہاں ہسپتال میں رہنا بھی مناسب نہ ہوگا، وہ روم لینا چاہ رہے تھے الگ سے، لیکن مہراب خاتون کچھ متفکر سی ہوگئی تھی بل کا سن کر فی الحال تو کچھ پیسے ان کے تھے، کچھ آگے چیزل نے دیئے تھے۔

وہ بہت متفکر تھیں کہ کسی اور پر بوجھ پڑ رہا ہے، انہوں نے چیزل کو کہا بھی کہ یہ پیسے قرض سمجھ کر واپس ضرور لینا، وہ مشکور بھی تھیں کہ اتنے لوگ مددگار اللہ نے بھیجے ہیں، اس پر پربھات کی اس آفر پر تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

''بیٹی پہلے ہی تم لوگوں پر اتنا بوجھ ہے کہ..... مزید۔''

''دیکھیں آنٹی گھر خالی ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی آپ سب کے وہاں چلنے سے اور کسی بھی قسم کا یقین کریں مجھ پر بوجھ نہیں پڑے گا، آپ چلیں، تھوڑا آرام کر لیں۔''

''ہم نے تو گاؤں سے اس حالت میں کچھ زیادہ لیا بھی نہیں۔''

''آپ منگوا لیجئے گا سب کچھ لیکن فی الحال یہاں سب کا رہنا نہ مناسب ہے اور ڈاکٹر بھی الاؤ نہیں کریں گے، بار بار ملنا بھی دشوار ہے، بس دیکھ تو لیا نہ، اب یہاں کا لاؤنج میں رہیں گے آپ لوگ، حد کرتے ہیں، ایک گھر ہی ہے چل کر تھوڑا آرام مل جائے گا۔'' احرار سارنگ کو گاڑی میں بٹھا کر آ گیا تھا۔

''آپ لوگ جائیں میں اور چیزل یہیں ہیں، آپ لوگ صبح آرام سے آ جایئے گا۔''

''ارے میں کب سے انہیں یہی سمجھا رہی ہوں احرار۔''

''اچھا چلو بیٹے، بلکہ مجھے تم سے کچھ مشورہ بھی کرنا تھا۔''

''پلو سلمیٰ بہن اور سکھاں تم بھی، ہسپتال میں واقعی رش لگانا اچھا نہیں ہے، آپ سب جائیں میں یہیں ہوں۔''

''ارے آنٹی آپ رک کر کیا کریں گی، آپ چلیں ان کے ساتھ اندر ویسے بھی کوئی ایک ہی بندے کی اجازت ہے رکنے کے لئے، میں اور چیزل باری باری رہیں گے، بلکہ اس وقت تو میں چیزل کو بھی گھر بھیجتا ہوں کہ وہ تھوڑا آرام کر لے، میں بیٹھا ہوں پھر لیٹ نائٹ یا فجر تک اسے بلوا لوں گا، آپ ناحق بیٹھی رہیں گی، گھر چل کر آرام سے نماز وغیرہ پڑھیں کھانا کھائیں اور آرام کر لیں تھوڑی دیر، میں کھانا گھر سے لایا تھا وہ ٹفن بھی رکھوا دیا ہے گاڑی میں۔''

''بس پھر ٹھیک ہے، ہم نکلتے ہیں۔'' سکھاں نے کچھ بیچارگی سے دیکھا تھا اور پھر ناچار ان کے ساتھ گاڑی تک آ گئی تھی۔

''بس بیٹے دعا کرو حسین ٹھیک ہو جائے تاکہ ہم یہاں سے جائیں۔''

''سب ٹھیک ہو جائے گا آنٹی، آپ پریشان نہ ہوں اللہ مالک ہے، وہ آ تو گئے ہیں نہ، اب

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بہتری بھی ہو جائے گی۔'' وہ انہیں تسلی دیتا اندر چلا گیا اور یہ لوگ باہر نکل آئے۔
سارنگ فرنٹ پر بیٹھا ہوا تھا، وہ تینوں سندس کے ساتھ پیچھے بیٹھ گئیں اور پربھات ڈرائیونگ سیٹ پر آ گئی۔
''کتنے عرصے بعد باہر نکلے ہو سارنگ؟'' وہ اس کے ساتھ ہلکی پھلکی بات چیت کر کے موڈ بدلنا چاہ رہی تھی۔
''بہت عرصے بعد معلوم نہ تھا کہ ایسے نکلنا ہوگا کبھی۔''
''خدا خیر کرے گا سارنگ بچڑا، توں دل نہ لاہ، (دل نہ اتار)۔'' سلمیت نے تسلی بھرے انداز میں کہا تھا۔
''آپ فکر نہ کریں چاچی، ادا ہم سے زیادہ دلیر ہیں، بس پوز مار رہے ہیں، سندس کا موڈ بھی کچھ بہتر تھا حالانکہ پریشان تو اندر ہی اندر سب ہی لوگ تھے۔''
کیونکہ ان کی حالت خاصی تشویش ناک تھی، لیکن ہمت بہرحال رکھنی تھی، اس کے سوا چارہ نہ تھا، آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ پربھات کے گھر تک پہنچ گئے تھے، سکھاں کے یکا یک قدم لرزے تھے۔

☆☆☆

''عشق سچا ہے اماں، عشق سچا ہے، میں نہ کہتا تھا کہ عشق سچا ہوتا ہے۔'' اس کی آنکھیں گیلی تھیں اور وہ خوشی سے بے قابو ہوا جا رہا تھا۔
''تو نہیں سمجھتا حبیب، تو نہیں سمجھتا کہ یہ سزا ہے، یہ سزا ہے، وہ تجھے ایسا نہیں کرنے دے گا حبیب، تیرا باپ تجھے ایسا نہیں کرنے دے گا، تو سنبھل جا، باز آ جا، سمجھ جا۔''
''نہیں سمجھنا اماں، اب کچھ نہیں سمجھنا مجھے، بس جو ہونا تھا ہو گیا، ہو گیا ہے سب کچھ، اب کیا سمجھنا اماں، وہ میرے لئے آگ میں کود پڑی ہے، آگ میں گود پڑی ہے وہ میرے لئے، اب نہیں، اب بس میں سامان لاتا ہوں اس کے لئے، وہ..... جوڑا..... ہاں نکاح کا جوڑا، تو بس میرے ساتھ چل۔''
''نہیں حبیب نہیں، ایسا نہ کر، ماں کو آزمائش میں نہ ڈال، ماں نہیں چل سکے گی تیرے ساتھ، ساری زندگی شوہر کی فرماں برداری کی ہے شاہ بانو نے، آخری عمر میں کیسے بھلا، آخری عمر میں وہ ایسا کرے، نہ حبیب بجن نہ کر، باز آ جا میرا بچڑا، میرا چن (چاند) میرا شہزادہ۔''
''تو نہ چل اماں، تو نہ چل، میں خود ہی چلا جاؤں گا، میں اسے لے آؤں گا، ایک بار میں ایسے اپنی دلہن بنا کر عزت سے یہاں لاؤں گا، میں جا رہا ہوں اماں، میں شہر جا رہا ہو، بس جلدی آتا ہوں۔'' اس نے دروازے تک جاتے بازو کے کف سے آنکھیں پونچھیں۔
''اماں میرے لئے دعا کرنا، اب اگر آؤں تو اس کا دولہا بن کر آؤں، ورنہ پھر کبھی دولہا نہیں بنوں گا۔'' کہہ کر نکل گیا تھا۔
اور شاہ بانو دیوانہ وار جیجی کے کمرے تک گئیں، اسے حیرت ہوئی کہ جیجی منہ لپیٹے پڑی تھیں۔
''جیجی..... جیجی ماں۔'' اس کا لہجہ دل ہلا دینے والا تھا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''کیا ہو گیا شاہ بانو۔'' انہوں نے چہرے سے چادر ہٹائی تھی اور کروٹ کو سیدھا کیا۔
''جیجی وہ چلا گیا اس کے پیچھے، وہ چلا گیا ہے۔''
''وہ تو کب کا چلا گیا تھا شاہ بانو۔''
''جیجی وہ سچ میں چلا گیا ہے، کہہ رہا تھا کہ اگر اس کا دولہا نہ بن سکا تو کبھی دولہا نہیں بنوں گا، اس کے لئے نکاح کا جوڑا لینے گیا ہے۔'' وہ روتے ہوئے بتا رہی تھیں، جیجی تکیے کو پکڑ کر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔
''وہ خوش تھا شاہ بانو۔''
''وہ خوش..... وہ تو رو رہا تھا، خوش تو اب وہ اسے حاصل کر کے ہی ہوگا۔''
''اسے حاصل کر کے اگر وہ خوش ہوتا ہے تو اسے ہو لینے دے، اسے ہو لینے دے شاہ بانو۔''
''جیجی ماں، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، اسے خوش ہو لینے دوں؟''
''ہاں شاہ بانوں تو کیسی ماں ہے، بیٹا اگر خوش ہے تو اسے خوش ہو لینے دے۔''
''جیجی لیکن عنایت سائیں، وہ تو ایسا نہیں ہونے دیں گے، آسمان ہلا دیں گے وہ حویلی کا۔''
''دھرتی تو ہل گئی ہے شاہ بانو، آسمان بھی ہل جانے دے، کچھ نہیں ہوتا، جو ہوگا سو ہوگا، ویسے بھی ہمارے ہاتھ سے قصہ نکل گیا ہے، اب چپ کر کے بیٹھی رہ۔''
''جیجی بڑے سائیں بپھر گئے ہیں۔''
''وہ بپھرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا، دیکھ اب تقدیر کیا کرتی ہے، بس تو بیٹے کی خیریت کی دعا مانگ شاہ بانو اور دعا کر بس زندگی میں وہ دولہا ضرور بنے۔''
''جیجی ماں۔'' وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔
''جیجی ماں، آپ کا دل کتنا بڑا ہے، میں تو سہم جاتی ہوں، عنایت شاہ کے خوف سے۔''
''خوف تو بس رب سائیں کا ہے شاہ بانو، عنایت کی تو فکر رہتی ہے، تو یہ دیکھ کہ خدا نے مجھے عنایت کی ماں بنایا ہے تو دل بھی اتنا ہی بڑا دیا ہوگا نہ اسے جھیلنے کے لئے، اوچری تجھے ڈر ہے کہ وہ دولہا بن کر نہ آ جائے حویلی میں اور مجھے ڈر ہے کہ وہ دولہا بن کر ہی آئے نا حویلی میں۔''
''اس لڑکی کو دیکھ شاہ بانو، سب کچھ ہار کر گئی ہے، دعا کر وہ بھی کسی مسکین کی دھی ہوگی، وہ بھی تو بیٹی ہے۔''
''لیکن جیجی ماں، شمع بی بی کا کیا ہوگا؟''
''فکر ہے اس کی شاہ بانو مجھے بھی بہت ہے فکر اس کی، فکر ہے، لیکن بتا کیا کروں، کچھ نہیں کر سکتی، شمع کا مقدر جانے، تو بس اس کی خبر لے لے، خود چل کر تو آئے گی نہیں، قیامت تو اس پر بھی ہوگی، کیسے نہیں ہوگی، جا کر دیکھ لے، کھانا پانی تو اس نے بھی نہ لیا ہوگا، ہو سکتا ہے منہ لپیٹے پڑی رہی ہو، ہو سکتا ہے کہ روتی ہو، ہو سکتا ہے کہ ہمیں کوستی ہو، دعا کر شاہ بانو تیرے بیٹے کو کسی کی بھی بددعا نہ لگے، تیرا بیٹا میرے جگر کا ٹکڑا ہے، دعا کر وہ خیریت سے لوٹے۔''
''آپ کو تو اس کی فکر ہے، مجھے بھی ہے، لیکن مجھے جیجی ماں عنایت سائیں کی فکر ہے، غصے اور جلال میں ان کا کیا حال ہوگا، نہ کھانا نہ دوائی لی، مسلسل کیا سوچتے ہوں گے، باہر ہی ہیں جب سے

www.paksociety.com

گئے ہیں باہر۔''

''مجھے میرے بیٹے کی فکر ہے شاہ بانو اور مجھے تیرے بیٹے کا غم کھائے جا رہا ہے، چل تو بھی ٹھیک ہے اپنی جگہ پر اور میں بھی ٹھیک ہوں۔''

''بات ایک ہی ہے، لیکن بس خیریت کی دعا کرتے ہوئے شمع کی خبر لے لے، خیری کو ادھر بھیجا تو ہے لیکن تو بھی جا حبیب کی ماں بن کر نہ جا، اس کی چاچی بن کر چلی جا۔''

''م..... میں دیکھتی ہوں، میں جاتی ہوں بھیجی ماں، آپ فکر نہ کریں، بس دعا کریں اب خیر ہو، جو مصیبت آئی ہے وہ ٹل جائے ہم پر۔'' وہ کہتی ہوئیں اٹھیں اور شمع کے کمرے کی طرف جانے لگیں تھیں۔

''تو بھی عجیب ہے شاہ بانو، بس یہی کہتی تو اچھا تھا کہ بیٹا روتا ہوا گیا ہے تو ہنستا ہوا لوٹے۔''

☆☆☆

''شفیعت مجھے تم سے بات کرنی ہے کچھ۔'' وہ پیکنگ کر رہی تھی، بقیہ کچھ چیزوں کی جب وہ اندر آیا تھا۔

''ہاں..... بولو۔'' وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

''تم میری طرف دیکھ کر بات کیوں نہیں کر رہیں تم۔''

''پیکنگ کر رہی ہوں نعمان اور ساتھ ساتھ مجھے نظر انداز بھی کر رہی ہو۔''

''تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو۔''

''ہاں..... تم نے نظر انداز کر کر کے یہاں تک پہنچایا ہے۔''

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے، تمہیں ایک بات سمجھ کیوں نہیں آ رہی۔''

''ہم یہاں پر اپنے جھگڑے نبٹانے نہیں آئے ہیں نعمان، ایک بات آخر تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی۔'' اس کا لہجہ کچھ تیز ہو گیا تھا۔

''تم کس طرح بات کر رہی ہو یار، میں کتنی نرمی سے پوچھ رہا ہوں تم سے اور تم۔''

''دیکھو مجھ سے کچھ بھی مت پوچھ، اور یہاں تو کچھ بھی نہیں۔''

''میں نے کوئی گناہ کیا ہے، جرم کیا ہے، جو بھی لگتا ہے تمہیں، گھر جا کر مجھ سے ساری باتیں کہہ دینا، لیکن یہاں میں یہ سب نہیں کرنی۔ آئی سمجھ۔''

''میں کچھ دباؤ نہیں ڈال رہا تم پر، میں تو صرف غلط فہمی دور کرنے آیا تھا۔'' اس کا لہجہ دب گیا تھا۔

''کوئی غلط فہمی نہیں ہے، اور اگر ہے تو تمہیں ہے، تمہاری طرف یہ سب چل رہا ہے، میں کچھ نہیں سوچ پا رہی آج کل اور چاہتی ہوں کہ تم بھی ذرا مجھے سپیس دے دو، پھر جو کہنا ہو کہہ دینا، لیکن اس وقت ان فضول باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے نعمان، میرا باپ زندگی سے لڑ کر تھک گیا ہے، تمہیں بھی پتہ ہے، ڈاکٹرز نے کیا کہا ہے، میں اس وقت اسے صرف زندگی کی طرف لانے کی کوشش کر رہی ہوں، دے سکتے ہو میرا ساتھ تو ٹھیک ہے، نہیں بھی دے سکتے تو پلیز کوئی اور بے نام سی جنگ مت شروع کرو، میں ایسی تھی، ایسی ہوں، یہ نئی بات نہیں ہے، تم اگر تھک گئے، ہو مجھ

سے تو ہم گھر پہنچ کر اس معاملے پر بات کر لیں گے، لیکن پلیز ابھی نہیں، ابھی نہیں۔''

''تم غلط سمجھ رہی ہو شفیعت مجھے، میں یہ نہیں کہہ رہا، میں تو۔'' اسے سخت ناکام صورتحال کا احساس ہو رہا تھا، جس کی وجہ بھی وہ فی الحال خود کو ہی سمجھ رہا تھا اور وہ کپڑے وہیں رکھ کر باہر چلی گئی تھی۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا، جیسے جیسے وہ اس کے قریب آنا چاہ رہا تھا۔

ویسے ویسے معاملہ بگڑتا ہوا جا رہا تھا۔

حالانکہ پہلے ہمیشہ وہی کمپرومائز کر لیا کرتا تھا۔

وہ تو واقعی ایسی ہی تھی شروع سے، لیکن پہلے کبھی اس نے کوئی شکوہ کیا نہیں تھا اور اب اچانک اتنے شکوے، اتنے گلے، اتنا دکھ اس کے دل کے اندر ایسے آ گیا تھا کہ جیسے وہ یہ بوجھ اٹھا نہ پا رہا ہو اور جیسے کچھ غلط نہ ہو جائے۔

اس ایک خدشے نے اس کی نیند اڑا دی تھی اور پھر بگڑتے تعلقات مزید فکر مند کر رہے تھے، اس وقت وہ اتنی ندامت محسوس کر رہا تھا، کہ شفیعت کے پیچھے جا کر بات تک کرنا اسے مشکل لگ رہا تھا، وہ اس کے پیچھے نہیں گیا تھا، وہیں بیٹھ گیا اور خود پر ہی افسوس ہونے لگا تھا اس صورتحال میں۔

☆☆☆

''وقت بس ایک بار خراب ہوتا ہے اور پھر یہ خراب دیر تک رہتا ہے، تم سے زیادہ بھلا اور کون جانے گا کہ ٹھکرائے جانے کا غم کیا ہوتا ہے حبیب شاہ، ایک بار میرے سامنے آ جا، تیرے منہ پہ تیرے سامنے زمین پر تھوکوں، ایک بار تو تیرا گریبان پکڑوں، ایک بار حبیب شاہ، صرف ایک بار تجھے بتاؤں کہ زندگی میں ٹھوکر کھانا کیسا ہوتا ہے، حالانکہ تجھے پتہ تو ہوگا نہ، پتہ تو ہوگا ہی، ضرور ہوگا، تو نے بھی تو کھائی ہیں ٹھوکریں، تو نے بھی کھائی ہیں۔''

لاٹھی پر زور سے ٹکا ہاتھ لرز آیا تھا، وہ ہلکی ہلکی بڑبڑاہٹ میں بول رہی تھیں۔

بچی سہمے ہوئے انداز میں پلر کے سہارے بیٹھی انہیں دیکھ رہی تھی۔

''کیا..... کیا دیکھ رہی ہے؟ یہ بتا کیا زمین میں کوئی زلزلہ ہے۔'' انہیں فی الفور ہی سب کچھ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''نہ نہ جی جی، زمین میں زلزلہ نہیں ہے۔'' وہ ایکدم اٹھی تھی۔

''پھر..... پھر کیا ہے؟ اگر زمین میں زلزلہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے، آپ لرز رہی ہیں جیجی۔'' وہ خاصے خوف زدہ انداز میں ان کی طرف بڑھی تھی، تاکہ اگر وہ پسند کریں تو یہ ہاتھ آگے بڑھائے سہارے کے لئے۔

''اچھا..... ہاں ہاں..... میں تو لرز رہی ہوں، ہاں..... مجھے پتہ ہے، تو چھوڑ میں خود سنبھال لوں گی..... چھوڑ..... بس چھڈ۔'' وہ لرزتی ہوئیں چوکھٹ سے ٹیکیں۔

''بوڑھی ہو گئی ہوں، لوگ اس عمر میں نہیں بھی لرزتے، لیکن میں لرز رہی ہوں، دیکھ میں لرز رہی ہوں۔''

''آپ بوڑھی نہیں ہوئی جی جی، آپ کمزور ہو گائی ہیں، آپ ڈاکٹر کو دکھائیں نہ جیجی۔''

''چپ کر چھوری تو اپنی وکالت نہ جھاڑ...... بڑی آئی ڈاکٹر کو دکھانے والی۔''
''جیجی...... سائیں فیروز کو بولیں کر لے آئے ڈاکٹر کو۔'' کبھی کبھار وہ زیادہ بولنے کی ہمت کر جاتی تھی۔
''اچھا چھوری، ٹھیک ہے جا پانی لا۔'' وہ پھرتی سے اٹھی اور جانے لگی۔
''بوڑھی ہوگئی ہے تو شمع بی بی۔'' وہ اپنے کمرے میں آگئی تھیں اور آئینے کے سامنے کھڑی تھیں۔
''بوڑھی ہوگئی تو...... پر کچھ نہ ہاتھ لگا تیرے۔'' لرزتی ہوئیں پلنگ کے کنارے بیٹھ گئی، لاٹھی ٹیکی اور اپنے ہاتھ دیکھنے لگیں۔
''کچھ نہیں لگا ہاتھ، ان ہاتھوں کے، آج بھی یہ خالی ہیں، ویسے کہ ویسے ہی خالی، بوڑھی ہوگئی تو شمع بی بی کچھ نہ ہاتھ لگا تیرے، نہ زندگی کا سکھ، نہ ولایت، نہ فیض، نہ عیش عشرت، وہی حویلی، سنسان ہوگئی، وہی حویلی ویران ہوگئی، کچھ نہ لگا ہاتھ میرے، چل کوئی نہیں، غم نہ کر، پہلے ہی غم بڑے ہیں، ایک اور غم نہ کر۔''
''بچی او چھوری...... کدھر رہ گئی؟'' اپنے آنسو خود پونچھے اور اٹھیں۔
''آئی جیجی۔'' بچی دوڑتی ہوئی آئی تھی۔
''فیروز آئے تو اسے کہنا ماں کی بات سن لے۔''
''جی بہتر جیجی، اگر سائیں آئے تو کہہ دوں گی۔''
''آئے گا، آئے گا، نشہ کم ہوا ہے اس کا، پیسے لینے آئے گا، تجوری کی چابیاں مانگے تجھ سے تو مت لاکر دینا، کہنا جیجی کے پاس ہیں تجھے نہیں پتہ، پھر آئے گا، بات کروں گی اس سے آج، آج ہاں کروں گی بات اس سے شادی کی، شادی کرلے اب۔''
''آئی ہاں سچی جیجی۔'' اس نے خوشی سے فوراً گالوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
''ابھی چپ کر، چپ کر، کچھ اور نہ کہیں، اسے نہ بتانا کہ جیجی نے کیا کہا، بس اب تو سیدھی بچل شاہ کے گھر جاکر بات کروں گی، بس تو اسے یہ کہنا کہ چابی جیجی نے رکھ دی ہے، آئے گا وہ۔''
''ٹھیک ہے جیجی ماں...... میں کہہ دوں گی، ضرور کہوں گی۔''
''چل ٹھیک ہے، جا تو جا بھاگی آئی ہوگی، کام کاج کروالے، میں لیٹتی ہوں۔''
''جی بہتر۔'' وہ پھرتی سے مڑی۔
''پر سن...... دو منٹ رک جایا کر، پوری بات سن لیا کر۔''
''جہ جیجی...... میں سمجھی بات پوری ہوگئی۔''
''بات پوری کہاں ہوئی ہے چھوری، بات پوری نہیں ہوتی حیاتی پوری ہو جاتی ہے، لیکن بات پوری نہیں ہو پاتی۔''
''جی......؟''
''ہاں...... ٹھیک کہتی ہوں۔''
''جیجی اگر حیاتی پوری ہو جائے پھر تو بات بھی پوری ہو جائے گی نہ؟''

Waqar Azeem www.paksitanipoint.com

''نہ نہ...... چھوری بات پوری نہیں ہوگی، حیاتی بھلے پوری ہو جائے پر کبھی کبھار باتیں رہ جاتی ہیں، خیر تو نہیں سمجھے گی، تیری دادی بڑی عقلمند تھی، تیری ماں بھی...... پر تو جانے کس پر گئی ہے سمجھتی ہی نہیں ہے، نالائق، چل میں ہی شاید کچھ مشکل باتیں کرنے لگی ہوں۔''

''بس تو جا، لیکن میرے اوپر کمبل ڈال دے، رلی باریک ہے۔''

''جی، آپ لیٹیں۔'' وہ کمبل اٹھا کر آ گئی۔

''ٹھیک ہے، تو جیسی بھی ہے، پر اچھی ہے۔''

''جا بس بھاگی آئی ہوگی، اسے اوپر مت بھیجنا، سر کھاتی ہے، سوال بڑے کرتی ہے، میں بس لیٹوں گی۔''

''جی...... نہیں بھیجوں گی۔''

''اور اگر جمیلہ آئے تو اسے بھیج دینا، وہ بس سر نہیں کھاتی، جو کہو پوری بات سنتی ہے، پھر بولتی ہے، اچھی ہے، بہت اچھی ہے۔''

''جی...... اگر وہ نہ آئے تو اسے پیغام بھجوا کر بلوا لوں؟''

''نہ نہ فی الحال رہنے دے، ضرورت پڑے گی تو بلوا لوں گی ایک دو روز میں، تو جا، بس مجھے اکیلا چھوڑ دے۔'' کمبل اوپر تان کر وہ لیٹ گئیں۔

''بوڑھی ہوگئی ہوں، ٹھنڈ زیادہ لگتی ہے اب تجھے۔''

''بڈھی ہوگئی ہے، وہ خود پر ہنسنے لگیں۔'' پھر کھانسی کا دورہ پڑ گیا، تو بکی دوڑی دوڑی آئی۔

''پانی لے کر، آپ ٹھیک ہیں جیجی۔''

''ہاں ہاں ٹھیک ہوں۔'' پانی لے کر پیا۔

''تو بھی اچھی ہے، تیری بھی کراؤں گی شادی، بس دعا کر کہ فیروز دولہا بن جائے، پھر تجھے بھی دولہن بناؤں گی، ہاں تجھے بھی...... ٹھیک ہے...... اب دانت نہ نکال۔''

''جیجی...... وہ فیروز سائیں آئے ہیں، لیکن انہوں نے چابی نہیں مانگی، بلکہ تجوری کھول کر پیسے نکال کر لے گئے ہیں۔''

''اس کے پاس چابی کدھر سے آئی چھوری، چابی تو میرے پاس ہے۔''

''ان کے پاس بھی ویسی ہی چابی تھی جیجی۔''

''اچھا بڑا سیانا ہو گیا ہے، چل میں نے بھی اسی مہینے کے پیسے رکھے تھے، زیادہ نہیں رکھے۔''

''چلا گیا ہے تو رات کو تو آئے گا نہ...... بس اسے میرے کمرے میں بھیج دینا، مجھ سے اٹھا نہیں جاتا اب۔''

''جیجی، بھیج دوں گی...... وہ جیجی ایک بات پوچھوں؟'' کھانسی رک گئی تھی، وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

''آپ نیند میں بھی بولتی ہیں۔''

''نیند میں...... بولتی ہوں میں؟ چھوری چریِ ہوگئی ہے کیا تو؟''

''ہاں جیجی، میں نے سنا ہے آپ بولتی ہیں۔''

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

''اچھا۔'' وہ سوچ میں پڑ گئیں۔
''کیا بولتی ہوں میں بھلا یہ تو بتاؤ؟''
''آپ بولتی ہیں کہ تو بھی بے وفا ہے، تو بھی ایسا کرتا ہے، تو تو ایسا نہ کرتا، پھر آپ کہتی ہیں کہ..... تو تو ایسا نہ تھا۔'' وہ لرز گئیں۔
''چھوری..... تو نے سنا؟''
''ہاں ہاں جیجی، میں نے خود سنا ہے اپنے گناہ گار کانوں سے۔'' وہ ذرا فاصلے پر ہو گئی تھی ڈر سے۔
''اوہ چھوری۔'' میں فکر میں پڑ گئیں۔
سوچا تو تھا، پر کہا کبھی نہیں جو بات جاگتے میں نہ کہہ سکی، وہ بات نیند میں کیسے کہہ دی، آن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔
''زندگی کٹھن ہے، کیا کیا کرواتی ہے۔''
''یاد پڑا جیجی کہتی تھیں، وہ جیسا رکھے شمع اس سے شکوہ نہ کرنا، کیونکہ شکوہ نہ کرنا دلیری ہے، تو اگر اس کی دلبری چاہے تو بس شکوہ نہ کرتا اور تو چاہے گی ایک روز ایسا ہوتا ہے شمع کہ انسان رو دھو کر تھک جاتا ہے تو اس کی دلبری چاہتا ہے اور پھر کبھی بھی اسے نہیں کہتا کہ یہ تو نے کیا کیا؟
''جو ہوا سو ہوا، سر آنکھوں پر۔''
''کوئی سوال جواب نہیں، کوئی تقاضا نہیں، کچھ بھی نہیں۔''
''یہ میں نے کب کہا چھوری؟''
''جیجی..... یہ آپ نے پرسوں رات کو اور کل رات کو دو تین راتیں شاید کہا ہے۔''
''اچھا۔''
''مجھے معاف کر دیں جیجی، میں نے آپ کو رنج تو نہیں پہنچایا؟''
''نہ نہ..... تو نے کوئی رنج نہیں پہنچایا۔''
''تو بس جا، میں کھانسوں تو آ جانا، ابھی جا۔'' آواز بھرا گئی تھی۔
اور وہ رو پڑی تھیں، یاد آیا ایسا پہلی بار تب کہا تھا جب حبیب شاہ اور سکھاں نے اقرار کیا تھا۔
جب اسے سوڈھی نے آ کر بتایا تھا کہ حبیب سائیں نکاح کا جوڑا لینے گئے ہیں۔
اسکے بعد جب خیری اس کی دلجوئی کو آئی تھی اس نے اسے کمرے سے باہر نکال دیا تھا، اکیلی رہ گئی تھی اور تب اکیلے رو پڑی تھی، کسی سے شکوہ نہیں کیا۔
زندگی میں پہلی بار کسی کو برا بھلا نہیں کہا تھا، کوئی غصہ، کوئی توڑ پھوڑ نہیں کی تھی، کوئی آواز نہیں دی کسی کو، بس اتنا کہا کہ تو بھی بے وفا ہے۔
''تو تو ایسا نہ کرتا، تو تو مالک تھا۔'' وہ دروازے کے ایک جانب روئی تھی اور تب دروازے کی بیرون جانب کھڑی جیجی ماں کے پاؤں میں لرزش ہوئی تھی اور آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے تھے۔
''یہ کیا کہا شمع..... یہ کیا کہہ دیا۔''
''اسے بے وفا کہہ دیا..... وہ بے وفا نہیں ہے۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''وہ تو بس رب ہے۔''

''اور اس نے اسی شدت سے کہا تھا کہ مت روک جیجی ماں، مت روک مجھے، دھوکہ ملا ہے مجھے، حبیب شاہ کو کیوں کہوں، وہ اسے موڑ سکتا تھا۔''

''وہ اسے روک سکتا تھا، دل پھیر سکتا تھا اس کا، وہ تو اللہ تھا نہ..... وہ تو۔''

آنسو ہی آنسو تھے، آج اتنے عرصے بعد، وہی شکوہ۔

''میں نے بس کہہ دیا جیجی ماں، مجھے معاف کرنا میں نے بس تمہارے رب کو کہہ دیا، بس کہہ دیا، بس کہہ دیا۔'' ہچکی بندھ گئی تھی، بڑے دنوں بعد خود پر رونا آیا تھا۔

وہ عجیب شش و پنج میں پڑی ہوئی تھی، جب اچانک رباعی کی کال آئی تھی اور وہ چونک گئی، اس وقت۔

''ہیلو..... رباعی۔''

''جی..... رباعی اور آپ سو فیصد یقین ہے کہ پربھات ہیں۔''

''جی میں ہی ہوں، پربھات، آپ کیسی ہیں؟''

''میں ٹھیک ہوں، آپ کو اس وقت نیند سے تو نہیں جگایا کیونکہ آواز سے لگ رہا ہے کہ آپ سوئیں نہیں ہیں، لیکن تب بھی اتنی دیر تک کال کرنے کی معذرت چاہوں گی۔''

''ارے نہیں، کوئی بات نہیں، اچھا کیوں آپ نے کال کی۔''

''بہت اچھا کیا، میں نے روبی کو کال ملائی تھی وہ سو رہی تھی۔''

''تو اچھا ہے جب تک نیند نہیں آتی آپ سے بات ہو جائے گی، ویسے آپ نے خیریت سے کال کی نہ؟''

''جی بس دل چاہ رہا تھا کہ آپ کو فون کروں، دل کی ماننے والی تو نہیں ہوں لیکن سوچا کہ اب کی بار مان لوں۔''

''اچھا۔'' وہ اس کی بات پر بے ساختہ ہنس دی۔

''ویسے جب بندہ سو کر اٹھتا ہے تو آواز کا بھاری اور بوجھل پن بتاتا ہے کہ آپ سوئے ہیں۔''

''لیکن سوئے نہیں ہیں، یہ کیسے پتہ لگے گا بھلا؟''

''یہ بھی آواز کے بوجھل پن سے ہی پتہ لگتا ہے، بس اس بوجھل پن اور اس بوجھل پن کی کیفیت ذرا الگ ہوتی ہے۔''

''اچھا، ٹھیک ہے، مان لیا، اب بتائیں رباعی، مجھے فون کرنے سے پہلے آپ کیا کر رہیں تھیں؟ سیدھی طرح یہ کہہ دو نا کہ کس کیفیت میں، میں نے آپ کو فون کرنے کا سوچا، میں دراصل لکھ رہی تھی۔''

''کیا لکھ رہیں تھیں آپ؟''

ایک نظم تھی۔

''اچھا سنائیں ویسے میں نے شاعری کم سنی ہے اس لئے مجھے نظموں غزلوں کی کوئی خاص تمیز

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

نہیں ہے، یہ نظم ہے بھی سندھی میں۔''

''ارے واہ پھر تو ضرور سناؤ۔'' وہ اس سے بات کر کے بہل گئی تھی۔

''یہ نظم کہیں شائع ہوئی ہے؟''

''نہیں یہ صرف میری ڈائری میں چھپی ہوئی ہے فی الحال۔''

''ارے واہ، چلو یہ مجھے ٹیکسٹ کرنا، دوبارہ پڑھوں گی۔''

''ابا جی کو جان کر اچھا لگے گا کہ میری ایک نئی تفریح نکل آئی ہے۔''

''ابا جی ہاں، مجھے بتاؤ نہ پربھات تمہارا اس خاندان سے تعلق ہے؟''

''ہاں بدقسمتی سے ہے یار نہ..... خیر..... اب کیا کہوں کہ شمع بی بی میری رشتے کی پھپھی ہیں یا..... توبہ..... خیر وہ میرے باپ کی چچازاد ہیں، تم واقعی حبیب شاہ کی بیٹی ہو؟''

''ہاں یہ سچ ہے میں حبیب شاہ کی بیٹی ہوں۔''

''ارے واہ تم تو اپنی ہی ہو، اپنے خاندان کی، میرے والد رشتے کے چچازاد ہی لگتے ہیں پیر حبیب کی جوانی کے قصے سب کی زبان پر رہے، ایک عرصہ، آں ہاں، بس کیا کہیے، بات کریں گے اس پر بھی ربا عی۔''

''لیکن فی الحال تو میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے، وہ اسے کیا بتاتی کہ سارنگ کا اترا ہوا چہرہ اور سکھاں کے چہرے پر آئی دھند نے اسے بھی ڈبو دیا ہے۔''

''تم پریشانی کا سبب شیئر کر سکتی ہو پربھات؟''

''کروں گی، لیکن فی الحال الجھی ہوئی ہوں، سمجھ نہیں آتا کہ کیا کہوں کیا نہیں، سارنگ کو جانتی ہو؟''

''نہیں۔''

''سارنگ حسین، حسین لاھوتی کا بیٹا ہے۔''

''اوہ اچھا، حسین لاھوتی جو لاپتہ تھے؟''

''ہاں..... لیکن وہ آ گئے ہیں اور شدید بری حالت میں ہیں، ان کی فیملی ابھی ٹھہری ہوئی ہے گھر پر۔''

''اوہ پھر تو خاصی پریشانی ہو گی، تمہیں ناحق بے وقت فون آیا، بے وقت تو کیا لیکن ناحق نہیں کیا، اچھا کیا فون کر کے، بس میں الجھی ہوئی ہوں زرا، لیکن ہاں، ایک بات پوچھوں ربا عی؟''

''ہاں بالکل پوچھو، اس میں اجازت لینے کی کیا بات ہے یار، یہ فیروز تمہارا منگیتر ہے۔'' وہ ہنس پڑی تھی بے ساختہ پربھات کے پوچھنے پر۔

''ہنس کیوں رہی ہو؟ غلط سنا ہے۔''

''یونہی..... ہاں سچ تو سنا ہے لیکن، غلط سنا ہے۔''

''اچھا تم مزے کی ہو ربا عی، تم سے دوستی اچھی رہے گی بالکل، میں بھی کہوں میں کیوں کھینچ رہی ہوں تمہاری طرف۔''

''اچھا شادی کب ہے فیروز کے ساتھ؟''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''شادی.....عنقریب شاید..... یہ بتاتے ہوئے اس کا دل ڈوب سا گیا تھا۔''
''تم خوش نہیں ہو؟''
''تمہیں کیا لگتا ہے؟''
''پھر مت کرو اگر خوش نہیں ہو تو۔'' وہ پھر سے ہنسی۔
''مت کرو رباعی اگر دل خوش نہیں ہے تو، مت کرو۔'' وہ پھر سے ہنس پڑی تھی، کھوکھلی ہنسی۔
''عجیب بات ہے ہنس رہی ہو، میں ہوتی تو شور مچا کر الو کا پٹھا بنا دیتی سب کو۔''
''ہاں معلوم ہے، تم ادھر ہو، سرحد سے باہر اور میں اندر ہوں سرحد کے اندر، بہت بڑا فرق ہے پربھات، تم ایک باغی کی بیٹی ہو، آزاد ہو، خود مختار ہو، تمہارے حصے کی مشکلیں ڈبل کر کے تمہارے باپ نے سہہ لیں، ورنہ تم کیا سمجھتی ہو کہ تم آزاد ہوتیں؟''
''ہاں ٹھیک کہتی ہو رباعی، لیکن میں کچھ کر سکتی ہوں تمہارے لئے؟''
''صرف دعا، روایت نبھانے کی دعا؟''
''بغاوت کی دعا نہ کروں؟''
''بغاوت لکھ دی کہ ضرورت نہیں ہوتی پربھات۔''
''بغاوت خود ہی سر چڑھ کر بولتی ہے۔''
''تو پھر کرو نہ.....سر چڑھ کر بولے گی۔''
''کہنے میں مزا ہے پرہ.....لیکن کرنے میں مزا نہیں ہے، زندگی کا سودا ہے۔''
''تو پھر ہار جاؤ گی؟ ہار چکی ہوں، ملامت کرو مجھے، حد ہو گئی، غصہ آ رہا ہے مجھے تم پر، ہر بے بس انسان پر غصہ آتا ہے۔''
''نہیں بے بس نہیں، ہر بے ہمت انسان پر غصہ آتا ہے۔''
''کر لو غصہ پرہ رانی۔''
''پرہ رانی، ابا بھی یہی کہتے ہیں مجھے، اچھا لگتا ہے۔''
''اوہ لگتا ہے سارنگ جاگ رہا ہے، کمرے کی بتی جل رہی ہے، میں اس سے پوچھ لوں، شاید اسے کسی شہ کی ضرورت ہو۔''
''ہاں ضرور جاؤ، اپنا خیال رکھنا، بالکل ٹھیک ہے، تم بھی رکھنا خیال اور اچھا لگا رباعی، میرے اپنوں میں آج ایک اضافہ ہو گیا ہے۔''
''اور میرے اپنوں میں اسی وقت ہو گیا تھا، جب تم نے گاؤں آنے کا سوچا ہو گا، وہ قدم تھا، پہلا قدم۔''
رابطے اور تعلقات طے شدہ ہوتے ہیں، کہاں پر کون کس سے ملتا ہے اور آشنائی ہوتی ہے، یہ سب طے شدہ ہوتا ہے، ملاقاتیں پہلے سے طے شدہ ہوتی ہیں۔
''کتنی کمال کی بات کر دی رباعی، ملاقاتیں پہلے سے طے شدہ ہوتی ہیں۔''
''سب کچھ طے شدہ ہوتا ہے، ٹھیک کہتی ہو، ہم نہیں جانتے جس راستے کی طرف ہم جا رہے ہیں، وہ راستہ کس سے ملائے گا، اس راستے نے تو مجھے زندوں کے ساتھ قبرستان والوں سے ملا دیا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہے، میں نے عام قبریں دیکھی ہیں رباعی، لیکن نوٹ کرنا ہمارے قبرستان کچھ قبروں کے اندر سے سحر پھوٹتا ہے، مجھے احساس ہوا وہاں جا کر کہ میرا باپ اپنا ٹھکانہ وہاں کیوں ڈھونڈتا ہے، بہت سحر ہے، ایسے لگتا ہے جیسے قبریں بولتی ہیں۔''

''واہ پربھات تو تمہارے احساس کی نس بھی پھڑکتی ہے۔''

''ٹھیک کہتی ہو، قبرستان کے امن کی خاموشی ویسے بھی بولتی ہے، لیکن ٹھیک کہتی ہو، قبریں بولتی ہیں، قبرستان میں بہت سحر ہے، یہ کہہ کر تم نے مجھے مطمئن کر دیا ہے پربھات۔''

''کیا مطلب؟''

''پھر بھی بتاؤں گی، جاؤ مہمان سے حال پوچھو۔''

''رب کی امان میں۔'' اس نے کہہ کر فون رکھ دیا تھا اور اس کی سوچ کو ایک اور احساس مل گیا تھا، سوچنے کے لئے۔

وہ اندر گئی تو سارنگ کو بے چین پایا، سامنے دیوار پر ان کی فیملی فوٹو میں شفیعت اور نعمان کی تصویر تھی، اس نے سوچا کہ تصویر ہٹا دے، لیکن اس کے سامنے کیسے ہٹاتی۔

''کچھ چاہیے سارنگ؟''

''نہیں کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے اپنا کمرہ سارنگ کو دیا تھا اور ابا جی کا کمرہ کھلا تھا نیچے بہت جگہ تھی اس میں سب عورتیں تھیں، اس نے سوچا وہ خود شفیعت کے کمرے میں سو جائے گی، جس تکلیف سے سارنگ کو بچانا چاہا تھا، اسی تکلیف میں وہ مبتلا تھا، کیونکہ اس کے کمرے میں بھی سامنے شفیعت کی تصویر تھی۔

''نہیں، کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔'' اسے دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

''تم جاگ رہے ہو اب تک۔''

''ہاں بس یونہی نیند نہیں آ رہی تھی۔''

''کچھ سوچ رہے ہو؟ وہ ٹھیک ہو جائیں گے سارنگ۔''

''ہم..... ہاں..... شاید..... میں کل صبح جانا چاہتا ہوں گاؤں..... شک ہے تمہیں، خیر..... فرار اچھی چیز نہیں ہے فرار سے کوئی فائدہ نہیں ملتا سارنگ، صورتحال کو فیس کرنا بہادری ہے۔''

''فرار..... مطلب..... میں فرار تو نہیں چاہ رہا۔'' وہ اٹک گیا تھا اسی کی بات پر۔

''میں ڈاکٹر کو دکھانا چاہتا ہوں۔''

''اچھی سوچ ہے، شکر ہے تمہیں خیال آیا۔''

''تم معصوم شاہ سے بات کرو گی؟ ہماری زمین کے لئے؟''

''ہاں کروں گی، کل ہی کروں گی، کل ایک کام بھی ہے میرا اخبار کے دفتر اور کل معصوم سے مل لوں گی، وہ بچارہ اتنے دن خود پھنسا ہوا تھا، اس کے خاندان میں فوتگی ہو گئی تھی۔''

''اوہ اچھا، خیر جب تم بات کرو، بتانا۔''

''ہاں بلکہ تم یہیں ہو کچھ روز تو ملوا لوں گی تمہیں اس سے۔''

''نہ نہیں پربھات مجھے کل جانا ہے سوری میں یہاں نہیں رہ سکتا۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''سارنگ بے وقوفی نہ کرو، یہاں رہو کچھ روز علاج ٹھیک سے کراؤ، بار بار آنا جانا آسان نہیں ہے تمہارا، پر بھات مت کرو۔'' وہ بے بسی سے بولا تھا۔

''سارنگ بچے مت بنو، حد ہو گی سارنگ کب بڑے ہو گے، سمجھ سے کام لو گے۔''

''بڑا ہی تو نہیں بن سکا میں پر بھات۔'' لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

''حوصلہ رکھو سارنگ، اس وقت گھر والوں کو تمہاری ضرورت ہے، تمہارے حوصلے کی، تمہارے ساتھ اور تسلی کی۔''

''سمجھتا ہوں، لیکن کیسے، ایک بات کہوں تم سے۔''

''ہاں کہو، بے جھجک کہو۔''

''پلیز اس کمرے سے تصویریں ہٹوا دو یار، وہ مجھے تصویریں الجھن کرتی ہیں، میں اپنے کمرے میں ابا جی کی تصویریں نہیں لگانے دیتا۔''

''میں ابھی ہٹا دیتی ہوں دوست، فکر مت کرو۔''

''لیکن ویسے تصویر تو ہمارا ماضی ہوتی ہے، ہماری ہمارا اثاثہ، تمہیں کیوں اچھی نہیں لگتیں، یہ تصویریں تو خیر تمہارا ماضی نہیں ہیں، لیکن۔'' وہ بے ساختگی میں کہہ گئی تھی، پھر اٹھ کر تصویریں اتارنے لگی۔

''مجھے ماضی میں رہنے سے چڑ ہے۔''

''تبھی ہر وقت ماضی میں رہتے ہو؟''

''تمہیں لگتا ہے کہ میں ماضی میں رہتا ہوں۔''

''لگتا کیا ہے حقیقت ہے، رہتے ہو بھئی، مطلب ہر وقت کھوئے کھوئے سے رہتے ہو۔'' اس سے پہلے کہ سارنگ کے چہرے پر خوف کا شائبہ بڑھتا، اس نے بات کو ہلکا کر دیا، سارنگ نے ایک لمبا سانس چھوڑا تھا اور اسے ہنسی آ گئی۔

''تم ہنس رہی ہو؟''

''ہاں کیوں نہ ہنسوں؟''

''ضرور ہنسو، تمہارا اپنا گھر ہے، ہنسو کھیلو۔''

''اچھا جی، میں مطلب صرف اپنے گھر میں ہی ہنس سکتی ہوں۔''

''نہیں، تم کہیں بھی کسی پر بھی، کسی وقت بھی نہیں ہنس سکتی ہو چاہے وہ بیچارہ جتنا بھی مظلوم اور بے بس ہو۔''

''ارے واہ.....'' وہ پھر سے ہنس پڑی۔

''ایکدم سے معصوم لگ رہے ہو، لیکن مظلوم تب بھی نہیں کہوں گی۔''

''مجھے ایک بات بتاؤ سارنگ۔''

''پوچھو۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

''دوست سمجھتے ہو مجھے؟''

''نہیں اب تک تو نہیں۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''ارے وہ پھر کیسے ڈھیٹ انسان ہو۔''

''ہاں اب تم کہو کہ تمہارے گھر پہ بیٹھا ہوں، فائدہ لے رہا ہوں۔''

''نہ نہیں یہ بات نہیں، دیکھو گھر میں سو طرح کے مہمان آتے ہیں فائدہ لیتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں، اس میں بھلا ایسا کیا ہے، دوست تو دوست ہوتا ہے نہ۔''

''ہاں یہ بھی ہے، لیکن میری دوستی سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''مجھے فائدہ نہیں چاہیے سارنگ، تم بس مجھے دوست سمجھو سمجھتا تھا لاشعوری طور پر، تبھی تم سے مدد کو کہا تھا، لیکن اب شعوری طور پر سمجھوں گا بس، بس پھر ٹھیک ہے، آج کے دن میں مجھے دو اچھے دوست مل گئے۔''

''دو.....؟''

''ہاں، ایک تم ایک رباعی۔''

''رباعی؟''

''اوہ سارنگ رباعی کی ابھی کچھ دیر پہلے کال آئی تھی۔'' اس نے بتاتے ہوئے تصویری فریم دراز میں ڈال دیا۔

''اچھا پھر۔''

''وہ کہانی کار ہے اور نظمیں بھی لکھتی ہے۔''

''اچھا.....واہ۔''

''بہت اچھا لکھتی ہے، مزیدار بات یہ ہے کہ ہمارے ہی خاندان سے اس کا تعلق ہے اور سب سے بڑے مزے کی بات کہ وہ شمع بی بی کے بیٹے فیروز کی منگ ہے۔''

''ارے کڑی سے کڑی مل رہی ہے، شمع بی بی، وہ پیر عنایت کا خاندان، پیر عنایت۔''

''ہاں وہی۔''

''تم اسی خاندان سے تعلق رکھتی ہو؟ یہ سچ ہے؟''

''ہا.....بالکل سچ ہے۔''

''اوہ.....پھر تو مر گئے، دیکھو اب تمہیں دوست بنا لیا کبھی اٹھ کر یہ مت کہنا کہ تمہارے بڑے ہمارے غلام تھے۔''

''غلام؟''

''ارے یار وہی پیری مریدی والا سلسلہ، مرید تھے، معتقد وغیرہ، غلام ہی ہوا پھر تو۔''

''نہیں سارنگ اس کا مطلب یہ نہیں ہے، مرید یعنی کہ شاگرد اصلاح لینے والا۔''

''دیکھو اب ہمارے سسٹم میں پر بھات بی بی الٹی گنگا بہتی ہے، وزیر اعظم کا جو مطلب ہے وہ اپنے مطلب کی طرح سائبان کہاں ہوتا ہے، حد ہو گئی، ہمارے پاس نام اور اسٹیٹس ہیں۔''

''یہ بھی خیر سچ ہے، لیکن برائے مہربانی آئندہ مجھے بی بی مت کہنا، حویلی کی بیبیوں کی بو آتی ہے۔'' وہ ہنس پڑا اس کی بات پر۔

''تو کیا ہوا، وہ بھی تمہاری ہی تھیں، ویسے بڑے بے انصاف لوگ ہوتے ہو تم۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''دیکھو میں، اس سسٹم میں سارنگ نہ پیدا ہوئی، نہ وہاں رہی، اس لئے کم از کم مجھے وہاں سے مت جوڑو یار۔''

''اچھا چلو فی الحال نہیں جوڑتا، کیا یاد کرو گی۔''

''پلیز ایک کپ چائے کا اگر پلا دو، دوست کو۔''

''ہاں ضرور پلاتی ہوں۔''

وہ چائے بنانے کے لئے باہر نکلی تو سامنے فکر مندسی بیٹھی سکھاں کو دیکھا۔

''ارے آپ یہاں..... خیریت..... سوئیں نہیں؟''

''نہ..... نہیں..... بس بیٹے نیند نہیں آ رہی تھی کمرے میں حبس سا محسوس ہوا تھا۔''

''اچھا، لیکن کمرے میں ایک کھڑکی تو آپ کے لئے میں نے کھول دی تھی، پھر ابھی تو ٹھنڈ بھی ہے۔''

''بس یونہی چین نہیں آ رہا تھا، حسین کی فکر ہو رہی تھی۔'' انہوں نے پریشانی کو اچھا نام دیا ہوا تھا۔

''تم بھی تو جاگ رہی ہو نہ؟''

''ہاں وہ سارنگ بھی جاگ رہا تھا، ہم باتیں کر رہے تھے۔''

''اچھا، سارنگ ٹھیک تو ہے نہ۔''

''ہاں ٹھیک ہے، بلکہ آپ چائے پئیں گی؟ میں سارنگ کے لئے چائے بنانے جا رہی تھی، اسے طلب تھی۔''

''یہ سارنگ کب سے اتنا نواب زادہ بن گیا کہ طلب ہوئی تو تمہیں کہہ دیا۔''

''تو کیا ہوا، کہہ سکتا ہے، دوست ہیں ہم۔''

''اچھا یہ تو ہے، لیکن تب بھی، میں بنا دوں چائے۔''

''نہیں بالکل بھی نہیں، میں بنا دیتی ہوں۔''

''غیروں والی بات نہ کریں۔''

''تم سے غیروں والی بات ہو بھی نہیں سکتی۔''

''ایک درخواست کروں بیٹی۔''

''جی حکم کریں، درخواست کیوں؟''

''کل صبح مجھے اسٹیشن پہ چھوڑ دینا، میں رہ نہیں سکتی یہاں پر، گاؤں جانا ہے، گھر اکیلا ہے اور پلیز روکنا مت مجھے، اچھی بیٹی ہو نہ میری۔'' وہ دیکھے گئی، یکدم احساس ہوا تھا، جیسے وہ انہیں یہاں لا کر کسی آزمائش میں ڈال چکی ہو۔

''ٹھیک ہے لیکن، دن میں کوشش کروں گی، بس اٹھتی ذرا دیر سے ہوں تو صبح کا نہیں کہہ سکتی۔''

''بس یہ دھیان رکھنا پرہ بیٹی کہ صبح سے دوپہر ہو تو ہو جائے، لیکن بس شام نہ ہونے پائے۔''

''دوپہر اور شام میں بھلا کیا فرق ہے، دن تو کل کا ہی ہوگا۔''

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''بہت فرق ہے بچے، شام کے بعد دن ڈھل جاتا ہے، دوسرا دن شروع ہو جاتا ہے، دھیان رکھنا دوسرا دن نہ شروع ہو، پھر دوپہر تک نکلوں گی تو شام میں اپنے گھر پہ ہونگی۔''

''اچھا، کوشش کریں گے کہ ایسا ہی ہو، آپ ایسا کریں میرے کمرے میں چل کر سارنگ کے پاس بیٹھیں، میں چائے بنا کر آتی ہوں۔''

''نہیں میں کچھ سونا چاہتی ہوں، کوئی اور جگہ ہو تو بتا دو۔''

''آپ شفیعت آپا کے کمرے میں چلی جائیں، یہ سامنے دروازہ ہے، آج میں نے بھی وہیں اپنا بستر لگایا ہے۔''

''لیکن مجھے آتے ہوئے دیر ہو گی، آپ تب تک آرام سے سو جایئے گا، میں بالکل ڈسٹرب نہیں کروں گی۔''

''ٹھیک ہے بیٹی اور مجھے چائے پلانا، تمہارے ہاتھ کی چائے پیوں گی، تب تک میں نفل پڑھوں گی۔''

''تہجد کیوں نہیں؟''

''تہجد کے لئے سونا شرط ہوتا ہے، میں سوئی نہیں۔''

''اوہ ہاں، چلیں ٹھیک ہے، آپ جائیں یہ سامنے ہی۔'' اس نے اشارے سے بتایا انہیں بالکنی کی طرف ہی کمرہ تھا۔

اسے خود پر ہی افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے کس مشکل میں ڈال دیا ہے دونوں کو، سارنگ تو ٹھیک ہے، لیکن ان کی حالت، انہیں دیکھ کر اسے ڈائری میں چھپا ان کا ماضی یاد تو آیا تھا لیکن خود کو بہت اچھے سے اس نے کمپوز کر رکھا تھا، کہ خود پر ان کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیا تھا، لیکن ابھی ان کی یہ بیچارگی کہ شام تک نہ روکنا، ان کا یہاں رکنا بھی مشکل ہو رہا ہے، وہ سوچ رہی تھی۔

لیکن جب وہ چائے کا کپ لے کر گئی تو کھڑکی کے پاس ہی رک گئی، وہ جاء نماز پر بیٹھیں ہوئیں رو رہیں تھیں اور ان کا ایک جملہ اس نے سنا کہ سزا ختم نہیں ہوئی، سزا باقی تھی۔

''لیکن اس عمر میں، میں کیا سزا کاٹوں گی۔''

''سزا معاف کر دے، سزا معاف کر دے۔''

وہ وہیں کھڑکی سے لوٹ گئی، چائے کا کپ وہیں رکھا اور اپنے کمرے میں گئی تو سارنگ نے چائے پی لی تھی، اسے عجلت میں گڈ نائٹ کہہ کر اس نے ڈائری دراز سے نکالی اور باہر آ گئی، تیزی سے صفحات پلٹنے لگی لیکن آگے صفحات پر کچھ نہیں تھا، حالانکہ وہ چند صفحات چھوڑ کر لکھتے تھے، لیکن ساری ڈائری چھاننے کے بعد آخری چیپٹر ملا، عشق کے اقرار کا۔

(جاری ہے)

www.paksociety.com

قربتوں کا فرق

عنبرین ابدال

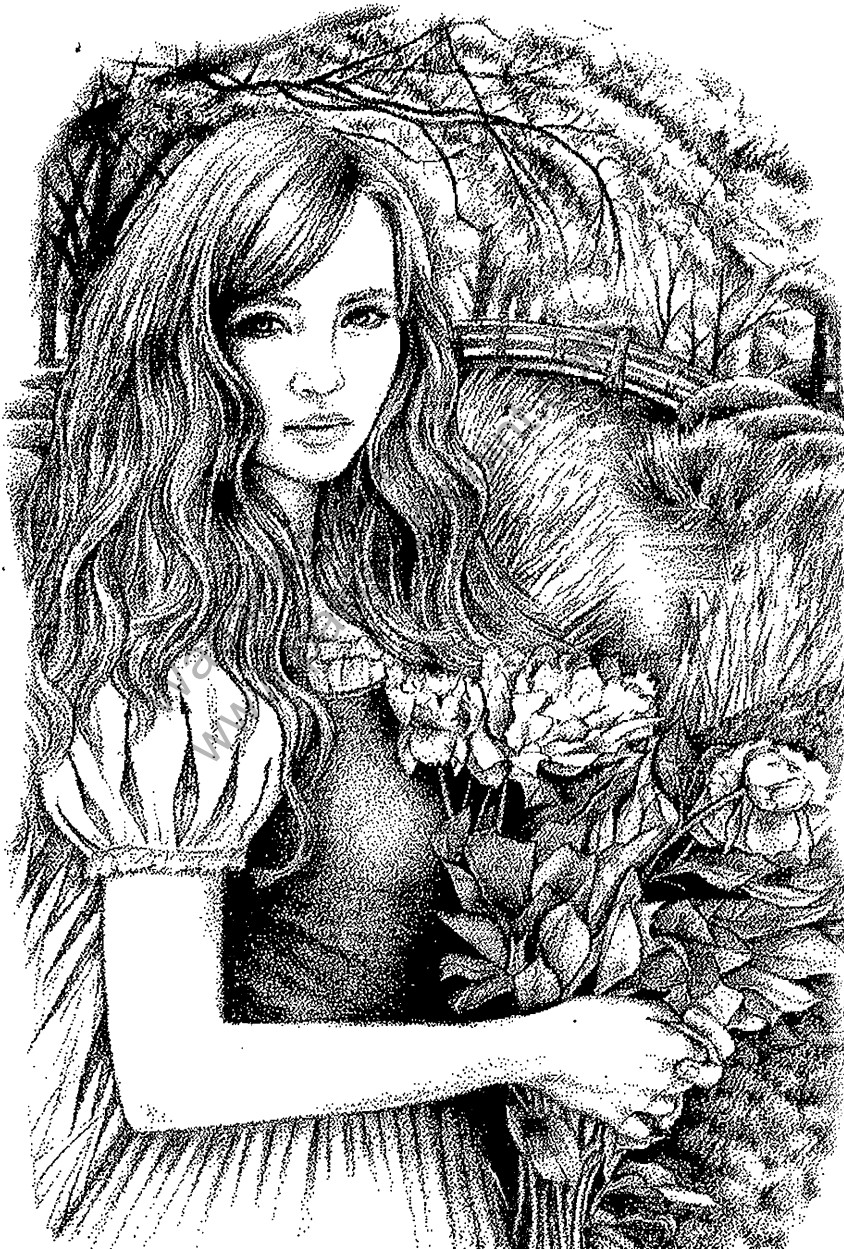

''ندا تم۔'' ندا دکان دار سے ایک اور سوٹ پیس کھولنے کا اشارہ کر رہی تھی، جب اپنا نام سن کر اس نے اپنے برابر کھڑی خاتون کی جانب نگاہ دوڑائی، وہ ابھی ابھی اس کے برابر آ کھڑی ہوئی تھی، اسے چند ثانیے لگے اپنی دوست کو پہچاننے میں۔

''فضا!'' وہ زیرلب بڑبڑائی۔

''ہاں میں فضا۔'' اس نے زور زور سے سر ہلا کر کہا۔

''تم نے مجھے پہچان لیا۔'' وہ خوشدلی اور حیرانگی سے اس کے گلے لگتے ہوئی بولی۔

''تم یہاں کیسے؟'' ندا نے حیرانگی سے اس سے سوال کیا۔

''بس قسمت لے آئی، میرے ہزبینڈ کا یہاں ٹرانسفر ہوا ہے، دانہ پانی یہاں کا لکھا تھا سو آنا پڑا۔'' وہ اسے ہنستے ہوئے بتانے لگی۔

''ان سے ملو یہ میری ساس ہیں۔'' فضا نے پلٹ کر اپنے ساتھ کھڑی نفیس سی خاتون سے اس کا تعارف کروایا۔

''اور آنٹی یہ میری دوست ندا ہے ہم فرسٹ ایئر سے گریجویشن تک ساتھ ہی پڑھے ہیں، پھر ندا کی گریجویشن کے بعد شادی ہوگئی اور میں نے آگے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔'' اس نے تفصیل سے اپنی ساس سے ندا کا تعارف کروایا۔

''السلام وعلیکم آنٹی۔'' ندا ان کے سامنے جھکی۔

''وعلیکم السلام۔'' انہوں نے اس کے سر پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

''ماما!'' فضا کے ساتھ کھڑی چھ سات سال کی بچی نے اس کا دوپٹہ کھینچا۔

''تمہاری بیٹی ہے یہ۔'' ندا کی نظر اچانک سے اس کا دوپٹہ کھینچتی بچی پہ پڑی، دکان دار انہیں مصروف دیکھ کر دوسرے کسٹمر کی جانب متوجہ ہو گیا۔

''ہاں میری بیٹی ہے، بیٹا سلام کرو آنی کو۔'' اس نے مسکرا کر اپنی بیٹی کو آگے کرتے ہوئے کہا، سرخ فراک پہنے پنک سی گڑیا اسے دیکھ کر شرمائی اور پھر سے اپنی ماں کے پیچھے چھپ گئی۔

''بیٹا آنی ہیں، آپ کی مما کی فرینڈ، سلام کرو۔'' فضا نے پھر سے اسے اس کے سامنے کیا۔

''ہیلو بیٹا۔'' ندا نے مسکرا کر اپنا ہاتھ بچی کے سامنے پھیلایا، اس نے شرماتے ہوئے اپنا ننھا منا سا ہاتھ ندا کے ہاتھ میں دے دیا۔

''کیا نام ہے بیٹا آپ کا؟'' ندا نے جھک کر اس کے پھولے پھولے گلابی رخساروں پہ چٹکی بھرتے ہوئے پوچھا۔

''فارا!'' وہ کہہ کر پھر سے فضا کے پیچھے چھپ گئی۔

''واہ بھئی آج کے دور کے بچے بھی شرماتے ہیں۔'' ندا ہنستے ہوئے سیدھا کھڑی ہوئی۔

''کتنے بچے ہیں تمہارے؟'' ندا نے سوال کیا۔

''دو ایک بیٹا اور بیٹی، بیٹا بڑا ہے، گھر چھوڑ کر آئی ہوں اپنے بابا کے پاس ہے اور تمہارے پاس؟''

''میرے پاس دو بیٹے ہیں ماشاء اللہ۔'' فضا نے کہا۔

''چلو آؤ نا میرے ساتھ میرے گھر قریب ہی ہے۔'' فضا بضد ہوئی۔

''ارے ارے بے صبری تو میں تھی تم کیسے ہوگئی۔'' ندا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اتنے سالوں بعد ملی ہو اب بھی بے صبری

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

نہ ہوں۔'' فضا کا بس نہیں چل رہا تھا، وہ ندا کو اڑا کر اپنے گھر لے جائے۔

''پھر کسی دن آؤں گی پرامس، احمد میرا ویٹ کر رہے ہوں گے نیچے پارکنگ میں۔'' ندا نے عذر پیش کیا۔

''پکا آؤ گی نا۔'' فضا نے یقین دہانی چاہی۔

''بالکل پکا یار، انجان شہر اور انجان لوگوں میں کوئی اپنا مل جائے تو یہ کسی نعمت سے کم تھوڑی ہے، اپنا فون نمبر دے دو مجھے۔'' ندا نے کاؤنٹر پہ بیٹھے بچے کے ہاتھ سے سیل فون چھینا۔

''آرام سے بیٹا۔'' بچہ زور زور سے رونے لگا۔

''بائل مما بائل، چپ کرو، آنی سے نمبر لے لوں پھر دیتی ہوں۔'' ندا نے چار سالہ بچے کو ڈپٹا، موبائل فون نہ ملنے پر وہ اور زور سے رونے لگا، ندا نے جلدی سے نمبر فیڈ کر کے بچے کے ہاتھ میں سیل فون دے دیا۔

''ایک تو یہ بچے بھی نا، اماں سے زیادہ ان کو ضرورت ہوتی ہے فون کی۔'' ندا نے سر جھٹک کر کہا اور فضا کی طرف متوجہ ہوئی۔

''تم سناؤ شجاع بھائی ٹھیک ہیں۔'' اس نے فضا سے پوچھا۔

''شکر ہے مالک کا سب ٹھیک ٹھاک ہیں، چلو نا ندا رئیلی میرا گھر یہاں سے بہت قریب ہے، آؤ نا۔'' وہ ایک بار پھر سے ضد کرنے لگی۔

''اب تو دیر ہو جائے گی فضا، رئیلی میں جلد ہی تمہارے گھر آؤں گی۔'' اس کی محبت پہ وہ شرمندہ سی ہوئی، فضا جلدی جلدی اسے اپنے گھر کا ایڈریس سمجھانے لگی، وہ دونوں اب کانٹیکٹ میں رہنے اور ایک دوسرے کے گھر آنے کا وعدہ لے کر اپنی اپنی منزل کی جانب چل دی۔

☆☆☆

''کیا بات ہے؟ آج تو میری بیگم میرے گھر آنے پر بھی غصہ نہیں ہوئی، نہ لڑی اور موڈ خلاف توقع اچھا نہیں خاصا خوشگوار ہے۔'' احمد نے حیرانگی سے ندا کے دمکتے چہرے کو دیکھ کر شرارت سے پوچھا، اس کے لیٹ ہونے پہ احمد اسے وہی مال میں چھوڑ کر اپنے دوست کو دیکھنے ہاسپٹل چلا گیا تھا، ندا کی ناراضگی اور غصے کے خیال کے پیش نظر اب وہ اس کا فیورٹ کیک پیک کروا کے لے آیا، مگر..... لگتا ہے آج سورج چاند ستارے نہ جانے کہاں سے نکلے تھے ندا ہنستی مسکراتی کھانا لگاتی ملی۔

اور آج تو شاہدہ بیگم بھی یعنی اس کی ساس بھی حیرانگی کے دریا میں غوطہ زن تھی، ندا کو ہو کیا گیا تھا، احمد نے استعجاب بھری نظروں سے ماں کو دیکھا، انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا، اسد سے آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال کیا، مگر وہ بھی لاعلم تھا، سو کندھے اچکا کر رہ گیا، آخر کار احمد کو پوچھنا ہی پڑا۔

''پتا ہے آپ کو مجھے آج کون ملا؟'' وہ پرجوش سی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''کون ملا؟'' احمد نے ہاتھ میں پکڑا نوالہ اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''میری کالج فرینڈ فضا، اچانک ہی وہ میرے سامنے آ گئی، اسے دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے، کیا بتاؤں آپ کو وہ بالکل ویسی کی ویسی ہی ہے۔'' خوشی اس کی آنکھوں سے جیسے روشنی کی مانند چھلک رہی تھی۔

''لو جی پاپا، کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔'' دس سالہ اسد نے لمبا سا لو جی کہا، سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''میں سمجھا ماما کا کوئی پرائز بانڈ نکل آیا ہے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اور یہاں مما کی فرینڈ نکلی۔'' اسد کے کہنے پر احمد ہی نہیں شاہدہ بیگم بھی ہنس دی۔

''بس تم نہ کبھی ماں کی خوشی میں خوش ہو جانا۔'' ندا غصے سے اس کی پشت پر تھپڑ لگاتی کچن کی جانب دوڑی، چولہے پہ رکھی چائے ابلنے کا خدشہ نہ ہوتا، تو وہ اسد کے دو چار اور تھپڑ لگاتی۔

''بدتمیز۔'' وہ بڑبڑا کر چائے میں مزید دودھ ڈالنے لگی۔

☆☆☆

''کیا بات ہے امی، آج تو میری بیگم بہت خوش ہیں، آج کہیں سیل تو نہیں لگی ہوئی تھی۔'' شجاع نے فارا کے سامنے چھوٹی سی روٹی کے ٹکڑے کر کے اور تھوڑا سا سالن رکھتی فضا کو دیکھ کر چھیڑا۔

''آج میری دوست مجھے ملی۔'' فائزہ بیگم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی فضا بول اٹھی۔

''ہیں دوست ملنے کی اتنی خوشی ہوتی ہے۔'' شجاع نے اسے تنگ کیا۔

''تو کیا میں خوش نہ ہوں، میری کالج کی دوست تھی، بیسٹ فرینڈ، آپ کے ساتھ شادی ہونے سے تو سب چھوٹ ہی گیا، سب کو چھوڑ کر یہاں اتنی دور کراچی آن بسی اور آپ کی خدمت میں لگ گئی۔'' فضا نے منہ بنا کر کہا وہ اس کی بات پہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''تو مائی سویٹ وائف، نقصان میں تو آپ بھی نہیں رہی، دو پیارے پیارے بچے، پرسکون گھر، شفیق سی ماں جیسی ساس، عیش تو آپ بھی کر رہی ہیں۔'' شجاع نے حساب چکتا کیا۔

''ہاں یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اللہ میرے گھر کو نظر بد سے بچائے، میرا پرسکون گھر ہے، میری چھوٹی سی جنت۔'' فضا نے ایک طائرانہ نظر اپنے صاف ستھرے گھر پہ ڈالی اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔

''اچھا بات سنیں۔'' چہرے پہ ہاتھ پھیرتے پھیرتے وہ پھر سے یوں شجاع کو مخاطب کرنے لگی۔

''ہاں بولو۔''

''میں نے ندا کے گھر جانا ہے، مجھے پتا ہے اس کی عادت کا جب تک میں نہیں جاؤں گی اس کے گھر وہ بھی نہیں آئے گی۔'' وہ ایک بار پھر سے پر جوش ہوئی۔

''امی اور فارا سے پوچھیں کتنی پیاری ہے میری دوست۔'' اس نے پاس بیٹھی فارا کو اپنی گود میں لیا اور چٹ چٹ اسے پیار کرنے لگی، اس کی خوشی پہ سب ہی ہنس دیئے۔

''یہ کیا بات ہوئی بابا؟'' یوشع نے منہ بنایا۔

''دادو اور فارا تو ماما کی فرینڈ سے مل لی، میں اور آپ۔'' نو سالہ یوشع نے ناراضگی کا اظہار کیا۔

''ہاں یہ تو میرے بیٹے نے بڑی پتے کی بات کی ہے، ہم سے کب ملاقات کا شرف ملے گا۔'' شجاع بظاہر سیریس مگر زیر لب اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے فضا سے سوال کیا۔

''آپ تو ملتے ہی رہیں گے، میں تمہیں لے کر جاؤں گی ان کے دو بیٹے ہیں خوب مزہ کرنا دونوں مل کر۔'' فضا نے جیسے یوشع کو لالچ دی اور وہ بھی خوشی خوشی اثبات میں سر ہلانے لگا۔

''چلیں بھئی امی آپ کی بہو تو گئی کام سے، یہاں تو ندا نامہ خبر نامہ کی صورت جاری ہے، آپ ہی مجھے ڈیزرٹ ڈال دیں۔'' شجاع نے اتنی مسکنیت سے کہا، کہ غصہ کرتی فضا بھی کھلکھلا کر ہنس دیں، فائزہ بیگم نے اپنے ہنستے بستے گھر کی دل ہی دل میں نظر اتاری اور آرام کرنے کے لئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

Nadar Azeem www.pakistanipoint.com

☆☆☆

کتنے ہی دنوں کے بعد گرمی کا زور ٹوٹا تھا، موسم خوشگوار نہیں بے حد خوشگوار ہو رہا تھا، بادلوں کی بدلیاں ایک دوسرے سے اٹھکیلیاں کرتی نیلے آسمان پر محو رقص تھیں، ایسے میں فضا کا دل ندا سے ملنے کو مچل اٹھا، گرمی میں تو گھر سے نکلنے کو دل ہی نہیں کرتا، آج موسم بہت اچھا ہے، اس نے خود سے کہا اور شجاع کا نمبر ڈائل کرنے لگی، شجاع آفس کے کام کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے اور اس کی ساس اپنی چھوٹی بہو کے ہاں گئی ہوئی تھیں، بور ہونے سے بہتر ہے ندا سے مل آؤں۔

''میں بھی سوچ رہا تھا، ابھی تک میری بیگم کو میری یاد نہیں ستائی۔'' شجاع کی پر جوش آواز فضا کے کانوں سے ٹکرائی، وہ ہنس دی۔

''میں نے سوچا شوہر نامدار کو عیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے اور مجھے بھی اپنی دوست کے ہاں جانے کی اجازت ملنی چاہیے۔'' فضا نے ہنستے ہوئے اجازت طلب کی۔

''اچھا دوست کے ہاں تشریف لے جانا چاہتی ہو، شوہر نامدار کو تو آنے دو مل کر چلیں گے۔''

''نہیں نا شجاع ہم بہت بور ہو رہے ہیں آپ بھی گھر نہیں اور نہ آنٹی، حد سے زیادہ بوریت محسوس ہو رہی ہے، بس میں جا رہی ہوں، بچوں کی بھی آؤٹنگ ہو جائے گی۔'' اس نے ضد کی۔

''پہلی بار اس کے گھر جاؤ گی کہیں گم ہی نہ ہو جاؤ، میں کہاں سے اپنی کیوٹ سی بیوی تلاش کروں گا۔'' شجاع فکر مند سا ہوا۔

''آپ بالکل بھی فکر مت کریں، اس کا گھر بہت نزدیک ہے، صرف دس منٹ کا تو راستہ ہے اور میں کوئی چھوٹی بچی تو ہوں نہیں جو گم ہو جاؤں گی، پلیز جانے دیں نا۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولی، تو شجاع کو اس کی بات ماننا ہی پڑی۔

''دھیان سے جانا اپنا اور بچوں کا خیال رکھنا۔''

''جی جی ٹھیک ہے۔'' شجاع کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی فضا نے فون رکھ دیا۔

''ایک تو میں اس کی ہر بات میں جلدی والی عادت سے بہت تنگ ہوں۔'' شجاع بڑبڑا کر اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

اجازت ملتے ہی فضا نے دونوں بچوں کو تیار کیا اور خود بھی لائٹ پنک اور گرے ایمرائڈی سے مزین سوٹ زیب تن کر کے ہلکا سا میک اپ کیا، گھر اچھی طرح سے لاک کر کے دونوں بچوں کا ہاتھ تھامے وہ اپنے اپارٹمنٹ کی سیڑھیاں اتر آئی، راستے میں سے اس نے کیک اور بیکری آئٹمز پیک کروا لئے اور رکشے والے کو روک کر ایڈریس سمجھا کر بچوں کو بٹھا کر خود بھی بیٹھ گئی۔

''تم؟'' ندا نک سک سی تیار فضا کو دیکھ کر پہلے تو سٹپٹائی اور پھر اس کے گلے لگ گئی۔

''یار مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم آئی ہو۔'' حیرت کی جگہ خوشی نے لے لی تھی۔

''السلام وعلیکم آنی۔'' یوشع نے پر اعتماد لہجے میں سلام کیا، تو ندا نے اسے گلے لگا لیا، وائٹ شلوار قمیض پہنے صاف ستھرا یوشع اسے بہت پسند آیا تھا۔

''اور میری گڑیا کیسی ہے۔'' ندا نے میرون شرٹ اور بلیک ٹراؤزر پہنے سر پہ اسکارف لئے چھوٹی سی فارا کو گود میں بھر لیا۔

''ارے آؤ نا تم لوگ اندر۔'' ندا کو خیال آ ہی گیا، ورنہ وہ وہی کھڑی باتیں کیے جا رہی تھی۔

www.paksociety.com

سے آتے رکشے کو رکنے کا اشارہ کرنے لگی، گھر آکر بھی بار بار اس کے ذہن میں ندا کا حلیہ اور گھر کا نقشہ گھومتا رہا۔

''مما آج کے بعد ہم آپ کی فرینڈ کے گھر نہیں جائیں گے۔'' وہ کچن میں سالن بنا رہی تھی، جب یوشع کی ناراضگی بھری آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

''کیوں بیٹا؟'' وہ غائب دماغ سے بولی۔

''مما آپ نے کہا تھا آنٹی کے بیٹے ہیں وہ میرے ساتھ کھلیں گے، میرے فرینڈ بن جائیں گے، مگر وہ تو بس ٹیب سے ہی لگا رہا اور میں اتنا بور ہوا۔'' یوشع نے شکوہ کیا۔

''جی مما میں بھی آپ کی فرینڈ کے گھر نہیں جاؤں گی۔'' چھوٹی فارا نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

''کیوں تم کیوں نہیں جاؤ گی۔'' فضا فارا کی جانب مڑی۔

''مما ان کا گھر اتنا ڈرٹی تھا اور وہ اسد بھائی جب ہم آ رہے تھے انہوں نے مجھے پیچھے سے دھکا دیا، میں نے آپ کو وہاں نہیں بتایا، بس مجھے ان کے گھر نہیں جانا۔'' وہ منہ بنا کر حتمی لہجے میں بولی، تو مجھے اس کی ننھی سی ناک چڑھانے پہ ہنسی آ گئی۔

''او کے میری جان۔'' فضا نے اس کی چھوٹی سی ناک دبائی۔

''چلو بیٹا دونوں وضو کر کے آؤ اور پارہ لے آؤ، ہم سپارہ پڑھیں گے۔'' اور یہ میں نے بچوں کے رسالے کی جانب اشارہ کیا۔

''یہ ہم رات کو پڑھیں گے۔'' فضا نے دونوں کو کہا تو وہ دونوں سعادت مندی سے اٹھ کر وضو کرنے چل دیئے، فضا کو ایک بار پھر غصہ آ گیا، نہ جانے کس پہ ندا پہ یا خود پر۔

☆☆☆

''سوسوری یار مجھے سچی میں بہت شرمندگی ہوئی، تم پہلی بار میرے گھر آئی، اور میں تمہیں اچھے سے ٹریٹ نہیں کر پائی۔'' ندا کی شرمندگی میں ڈوبی آواز ائیر پیس کے ذریعے میرے کانوں سے ٹکرائی۔

اب میں اسے کیا کہتی، گہرا سانس لے کر اسے شرمندہ ہونے سے منع کی اور اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔

''ہاں ہاں میں ضرور آؤں گی۔'' وہ پر جوش سی ہو کر بولی۔

''پورا ایک گھنٹہ تو ہو گیا باتیں کرتے۔'' فضا نے گہر سانس لے کر سامنے وال کلاک کی جانب دیکھا اور پھر سے ندا کی طرف متوجہ ہوئی، جو اسے کسی نئی ایپ کے بارے میں بتا رہی تھی۔

☆☆☆

پھر وہ اگلے ہی ویک اینڈ پہ بنا بتائے اس کے گھر کے گیٹ پہ کھڑی تھی۔

''اتنا دل کر رہا تھا تم سے ملنے کو کیا بتاؤں اتنی مشکلوں سے احمد کو راضی کیا۔'' وہ ہنستے ہوئے میرے گلے لگ گئی۔

''بہت اچھا کیا آؤ۔'' فضا اس کا ہاتھ تھام کر لاؤنج میں لے آئی۔

''آنٹی کو بھی لے آتی۔'' فضا نے اس کے دونوں بچوں کو پیار کرتے ہوئے اس کی ساس کے بارے میں پوچھا۔

''آنٹی سے بار بار سیڑھیاں چڑھنا اترنا مشکل ہے، جوڑوں کا درد تو وبال جان ہے۔'' وہ تفصیل سے بتاتی رکی، سامنے ہی صوفے پر فارا اپنی دینی بک پڑھ رہی تھی۔

''ارے واہ بھئی واہ بڑی لکی ہو تمہاری بیٹی کے ہاتھ میں بک اور ایک یہ میرے بدتمیز بیٹے ہیں، ہر وقت موبائل، موبائل، میں نے تو تنگ آ

کر یو پی ایس پہ وائی فائی کروالیا، جان تو چھوٹی رہتی ہے ورنہ تو ہر وقت دھما چوکڑی مچا کر رکھتے ہیں۔" وہ اپنے سٹیپس میں کٹے بالوں کو ادائے بے نیازی سے پیچھے کرتی ہوئی بولی، میں مسکرا کر خاموش ہوگئی۔

"السلام وعلیکم۔" یوشع نے سلام کر کے وہی صوفے پہ نشست سنبھال لی۔

"بیٹا جاؤ دونوں بھائیوں کو اپنا روم اور چیزیں دکھاؤ۔" میں نے یوشع سے کہا، تو موبائل فون پہ ٹک ٹک کرتے اسد کے ہاتھ لحہ بھر کو رکے اور پھر نہ جانے کیا سوچ کر موبائل ندا کو پکڑا کر اٹھ کھڑا ہوا، چھوٹا احد بھی بھائی کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا، فارا نے احد کا ننھا منا سا ہاتھ تھاما اور اپنے روم میں چلے گئے۔

☆☆☆

"یار کیا جادو ہے تمہارے پاس۔" وہ تو جیسے حیرت زدہ سی ہوئی۔

"کوئی بھی جادو نہیں بس ایک گر ہے۔" اس نے فقرا ادھورا چھوڑا، شاید ندا کو میری بات بری نہ لگ جائے، فضا تذبذب کا شکار ہوئی۔

"بتاؤ نا فضا۔" وہ بے صبری سے بولی۔

"جو ماں کے ہاتھ میں ہوگا، بچے کے ہاتھ میں بھی وہی ہوگا، مائنڈ مت کرنا تم خود ہر وقت موبائل میں بزی رہتی ہو ایف بی، واٹس ایپ، یہ ایپ، وہ ایپ نہ جانے کون کون سی مصروفیات پال رکھی ہیں اور اپنی جان چھڑوانے کے لئے تم نے اپنے بچوں کے ہاتھ میں بھی سیل فون تھما دیئے، اگر تم کوئی بک کوئی دینی بک پڑھو گی، تو تمہارے بچوں میں بھی وہی شوق پروان چڑھے گا۔" میں نے خاموش بیٹھی ندا کا ہاتھ تھاما۔

"ایم سوری اگر تمہیں میری باتیں بری لگی لیکن تم ایک پڑھی لکھی ماں ہو، اچھے برے کی تفریق کر سکتی ہو، کیا تم نہیں جانتی آج کے بچے کل کے معمار ہیں، ہم انہیں کیا دے رہے ہیں؟ کیا سکھا رہے ہیں؟ ان چیزوں سے بچے ذہنی مفلوج تو ہو سکتے ہیں، مگر کچھ سیکھ نہیں سکتے، نہ جانے کیوں ہم یہ سمجھتے ہیں بچے کے ہاتھ ٹیکنالوجی دے کر ہم کتنی اچھی تربیت کر رہے

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب
خمار گندم
دنیا گول ہے
آوارہ گرد کی ڈائری
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چین کو چلیئے
نگری نگری پھرا مسافر
خط انشاء جی کے
اس بستی کے اک کوچے میں
چاند نگر
دل وحشی
آپ سے کیا پردا

ڈاکٹر مولوی عبد الحق
قواعد اردو
انتخاب کلام میر

ڈاکٹر سید عبداللہ
طیف نثر
طیف غزل
طیف اقبال

لاھور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ہیں۔''

''بچوں کی تربیت صرف ماں کر سکتی ہے، گھر کا ماحول کر سکتا ہے بے جان چیز تمیز نہیں سکھاتی، یہ ماں کا فرض ہے اسی لئے تو ماں کے قدموں تلے جنت ہے پلیز برا مت ماننا۔'' اس کی خاموشی نے مجھے شرمندہ کر دیا۔

☆☆☆

''ماما، ماما یہ دیکھیں کتنی پیاری بکس ہیں یوشع بھائی کے پاس۔'' اسد یوشع کے روم سے چیختا ہوا آیا، وہ رنگ برنگی بکس دیکھ کر بہت ایکسائیٹڈ ہو رہا تھا، اس کے ہاتھوں میں بچوں کے رسالے بھی تھے اور ایک ڈائری بھی۔

''ماما یہ دیکھیں۔'' اس نے ڈائری ندا کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

''یوشع بھائی ڈائری لکھتے ہیں اور پوئم بھی، مما میں نے ایسی بکس لینی ہیں، میں نے یہی لینی ہے۔'' وہ پرجوش سا بول رہا تھا۔

''ماما میں نے یہ لینی ہے۔'' ننھے احد نے بھی پوئم والی بک جھٹ سے آگے فرمائش کی۔

''لے لو بیٹا۔'' مجھے احد کی معصومیت پہ ڈھیر سارا پیار آیا۔

''مما میں ابھی آتا ہوں۔'' اسد نے چیزیں ماں کے سامنے ٹیبل پر رکھی اور بھاگ کر پھر کمرے میں چلا گیا، چھوٹا احد بھی بھائی کے پیچھے پیچھے تھا۔

☆☆☆

''تھینکس فضا، تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔'' وہ آنکھوں میں ڈھیر ساری محبت لئے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''میری تو بنیاد ہی غلط تھی، تم نے مجھے احساس دلایا، مجھے آگاہی دی۔'' آنسو اس کی آنکھوں سے لڑھک آئے۔

''پاگل ہو، رونے کی کیا بات ہے پگلی، ابھی کون سا دیر ہوئی ہے۔'' فضا نے اسے اپنے گلے سے لگایا۔

''میں اب اپنے گھر اور بچوں پہ بھرپور توجہ دوں گی، جیسا تمہارا گھر ہے، ویسا ہی میرا گھر ہو گا۔'' اس نے صاف ستھرے لاؤنج میں طائرانہ نظریں ڈالتے ہوئے عزم سے کہا۔

''میں نے گھر نوکرانی پہ اور بچوں کو موبائل کے آسرے پہ چھوڑ کر جیسے اپنی ساری ذمہ داری پوری کر دی تھی۔''

''مگر میری یہ آج کی لاپرواہی، میرے گھر کو بچوں کو کہیں کا نہ چھوڑتی، تھینکس فضا تم مجھے مل گئی۔'' وہ اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے بولی تو فضا ہنس دی۔

''آؤ کچن میں چلتے ہیں اچھے سے لنچ کا اہتمام کرتے ہیں تب تک شجاع بھی اپنے دوست کے گھر سے آجائیں گے، تم بھی احمد بھائی کو فون کر کے بلا لینا۔''

اسے یقین تھا اس کی لاپرواہی دوست اب ایک ذمہ دار بیوی اور ذمہ دار ماں بن جائے گی۔

آنے والے وقت نے مسکرا کر اپنی آنکھیں مٹکائی، کیونکہ اسے یقین تھا اچھی مائیں ہی اچھا انسان بناتی ہیں اور اچھا انسان ہی اچھا وقت اور ماحول دیتا ہے، شیطان نے بے بسی سے صوفے پہ رکھے فون کو دیکھا اور غصے سے پاؤں پٹخ کر کسی دوسری ماں کو بھڑکانے کے لئے چل دیا۔

کیونکہ وہ یہی تو چاہتا تھا اور سب سے آسان حربہ بھی یہی تھا، ٹیکنالوجی کے ذریعے بنی نوح کو مفلوج کر دے، یہ تو ہمارے اوپر انحصار کرتا ہے۔

ہم اپنے بچوں کو کیا دیتے ہیں اور کیا بناتے ہیں، ندا تو سمجھ گئی اور آپ.....؟

☆☆☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اک ملن کی شام

غزالہ جلیل راؤ

Zulfiqar Azeem
www.pakistanipoint.com

صبح کھل کر بارش ہوئی تھی جو دوپہر کے قریب تھمی تھی، بارش رکنے کے بعد موسم ایک دم سہانا ہوگیا تھا، بارش سے دھلے نکھرے ہوئے درخت پودے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے، تب ایک دم سے اس کا من رمشہ سے ملنے کو چاہا اور اس نے فون کر ڈالا۔

''آج آفس سے سیدھی میری طرف آ جانا، رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔''

''آجاؤں، کھانا ساتھ..... خیریت؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

''اس مشکوک انداز کی ضرورت نہیں اور حیران گھر آکر ہولینا'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''حیرت تو یہ ہو رہی ہے نہ صرف مجھے بلایا بلکہ ساتھ کھانے کی آفر بھی کی، جبکہ تم تو میرے آنے سے تنگ ہو جاتی ہو، گھبرا جاتی ہو۔''

''ایسی بات نہیں ہے، فضول سوچ ہے تمہاری، کیا میں تمہیں گھر بلا نہیں سکتی؟''

''یہ ہی تو حیرت ہو رہی ہے، از خود.....'' پھر وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر بولی۔

''اچھا میں سات بجے تک آجاؤں گی، ویسے میرے خلاف کوئی سازش تو نہیں ہو رہی۔'' اس نے فون رکھنے سے پہلے ہنس کر کہا۔

''بہت بے اعتباری ہو تم۔'' اس کے ساتھ ہی دونوں کے قہقہے گونجے اور اس نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆

رمشہ ساڑھے سات کے قریب پہنچی اور آتے ہی اپنی عادت کے مطابق شروع ہوگئی۔

''کیا بات ہے اداس کیوں ہو؟''

''اداس کیوں ہوگی میں، یوں ہی محسوس ہو رہا ہے تمہیں۔'' اس نے کھوکھلے لہجے میں کہا۔

''کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہو رہی ہے؟'' اس نے شکی لہجے میں کہا۔

''اسی لئے تو میں تمہیں بلاتی نہیں ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے تم نے کسی خاص مقصد کے لئے بلایا ہے۔'' رمشہ نے خاص پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''بس یوں ہی عجیب سی بے چینی اور بے کلی ہے آج کل، شاید موسم کا اثر۔'' اس نے پہلے جملے کا اثر زائل کرنے کے خیال سے بات موسم پر ڈال دی۔

''شاید موسم کا اثر ہی ہو۔'' رمشہ نے اس کی بات دہراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا، کھوکھلا لہجہ اس کے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

''ہاں شاید۔'' اس نے اضطرابی انداز میں ہاتھ کی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔

اس کی باتوں اور اندرونی کیفیات کا اندازہ رمشہ نے اس کی اضطرابی کیفیت سے اندازہ لگا لیا تھا، کوئی خاص بات تھی جو وہ اس سے کرنا چاہتی تھی اور نہیں بھی، وہ عجیب الجھن اور کشمکش کا شکار تھی۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا پیو گی؟''

''کچھ نہیں، بس تمہارا دل بہلانے آئی ہوں میں۔''

''کیوں میرے دل کو کیا ہوا؟'' وہ ایک دم چونکتے ہوئے بولی۔

''یہ تو تمہیں ہی معلوم ہوگا، میں غیب کا علم نہیں جانتی، اپنی ناقص عقل سے جو اندازہ کر پائی وہ تم نے جھٹلا دیا، تو اب میں کیسے بتاؤں تمہیں کیا ہوا ہے؟'' اور یہ بات رمشہ کو کھٹک گئی، کہ کیا بات تھی جو وہ چھپا رہی تھی۔

''ارے کیوں پریشان ہوتی ہو، کھانا بھی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کھاؤں گی، کافی بھی پیوؤں گی اور بہت ساری باتیں بھی کروں گی بے فکر رہو اتنی جلدی نہیں جاؤں گی میں، گھر فون کر دیا تھا میں نے، جانے سے پہلے امی کو فون کر دوں گی وہ بھائی کو بھیج دیں گی۔"

"یہ تو اچھا کیا تم نے، مگر چائے نہ پی کر میرا نقصان کر دیا، تمہارے بہانے مجھے بھی نصیب ہو جاتی۔"

"کیوں ویسے نصیب نہیں ہوتی تمہیں؟"

"جب چاہوں نصیب ہو جائے۔" اس نے گہری سانس کھینچی اور پھر گویا ہوئی۔

"نصیب تو ہوتی ہے لیکن کسی کے ساتھ تو نہیں، اکیلے ہی پینا پڑتی ہے۔"

"اوہ تو اب تم تنہائی محسوس کرنے لگی ہو، یہ اچھی بات ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں جو تم سمجھ رہی ہوں، ہر شام کو بستر میں گھس جاتی ہوں، پھر دل نہیں کرتا اٹھنے کو اور ملازمہ صرف چائے بناتی ہے، پلاتی نہیں مجھے۔" کنزل نے اس کی بات کا جواب دیا۔

"شادی کیوں نہیں کر لیتی ہو تم کنزل؟"

رمشہ نے پھر وہ ہی ذکر چھیڑ دیا جس سے وہ چڑتی تھی اور اپنی بات کا اثر دیکھنے کے لئے اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگی، کنزل جو بات اس سے کہہ نہیں پا رہی تھی وہ اس کے ہاتھ آ گئی تھی۔

"بس تمہاری تان شادی پر ٹوٹتی ہے، بس ایک ہی بات ہے تمہارے پاس مجھے کہنے کے لئے۔"

"ارے کہنے کے لئے تو بہت ساری باتیں ہیں اگر تم سننے کے لئے تیار ہو تو، نہ صرف تمہاری تنہائی دور ہو گی بلکہ ایک خوشگوار زندگی گزارو گی میرے مشوروں پر عمل کرو تو محترمہ DPO کنزل صاحبہ۔" کنزل نے کچھ کہنے کو منہ کھولا اور پھر لبوں کو بھینچ گئی۔

"ہاں ہاں کہو رک کیوں گئی ہو؟" اس نے ایک گہری سانس لیا اور گویا ہوئی۔

"شیراز آج تک اپنی ضد پر قائم ہے اور ممانی کو واضح الفاظ میں کہہ چکا ہے وہ کبھی شادی نہیں کرے گا، اس سلسلے میں اس سے کوئی بحث نہ کی جائے۔"

"تو پھر۔" رمشہ نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ دل و جان سے چاہتا ہے تمہیں، یہ تو بہت اچھا ہے، اس سے شادی کر لو یا وہ شادی نہیں کرنا چاہتا؟" رمشہ نے دوسرا جملہ جان کہہ کر اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"نہیں...... یہ ہی تو مشکل ہے کہ شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"تو تم...... تمہارے دل میں اس کے لئے محبت ہے کہ نہیں؟"

"بدقسمتی سے کرنے لگی ہوں۔"

"بس تو پھر حرج کیا ہے کرلو شادی۔"

"اتنی عمر آزادی میں گزاری ہے، خودسر، خود پرست ہو گئی ہوں، جو چاہا کیا، جو چاہا کیا، جو چاہا منوایا، تم جانتی ہو مرد کی فطرت یہ سب نہ جھیل پائے گی۔"

"اگر عورت چاہے تو۔"

"نہیں پختہ عمر کی اتنی تعلیم یافتہ، اتنی آزاد خیال عورت کیسے...... کیسے۔"

"محبت سب سکھا دیتی ہے۔"

"نہیں محبت پر شخصیت کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔" کنزل نے قطعی لہجے میں کہا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''میں سمجھتی ہوں محبت کے لئے شخصیت قربان کی جاسکتی، خیر تم اس بارے میں سوچو، خود کو راضی کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تم نہیں جانتی ہو، وہ مجھے جھکانا چاہتا ہے، اپنی شخصیت کو منوانا چاہتا ہے۔'' اس نے اپنے خدشے ظاہر کیے۔

''یہ سب تمہارے ذہن کا فتور ہے، اپنے ذہن سے ان سوچوں کو نکال دو، پھر کوئی مثبت سوچ آئے گی تمہارے ذہن میں، یہ حقیقت ہے محبت سب کچھ سکھا دیتی ہے، بہت طاقت ہوتی ہے محبت میں غیر بھی اپنے بن جاتے ہیں، اگر تمہیں جھک کر زندگی کے سب سکھ مل جائیں تو پھر جھک جاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے اور شیراز کے دل میں تمہاری محبت اور عزت مزید اضافہ ہوگا کہ تم نے اپنی ضد چھوڑ کر اس کی بات مان لی۔''

''نہیں نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی۔'' کنزل نے اٹل لہجے میں کہا۔

''پتہ ہے تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟'' کنزل نے ایکدم اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''تم کسی کے انڈر نہیں رہ سکتی ہو، تم چاہتی ہو کہ شوہر نام کا شخص بھی تمہارے ماتحت رہے اور عام ورکرز کی طرح تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرے، ہر کام تمہاری اجازت اور مرضی سے کرے، تم سے کوئی اختلاف ہو نہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکے۔''

''تم سے کوئی اختلاف ہو نہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکے، نہیں بی بی نہیں، شوہر کوئی مٹی کا بت نہیں ہوتا جو تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہے، پیار سے آپ کسی کی جان بھی لے لو مگر رعب اور دبدبے سے کسی کو دبایا نہیں جا سکتا اور زندگی کا دوسرا نام سمجھوتہ ہے جو تم کرنا نہیں چاہتی ہو، تنہا سسک سسک کر زندگی تو گزار سکتی ہو لیکن کسی کا ہاتھ پکڑ کر زندگی کی شاہراہ پر چلنا گوارا نہیں تمہیں ایک یہ سب عارضی چیزیں ہیں لیکن عمر کے ایک حصے میں شوہر کی ضرورت ایک مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ وہ ایک چھت، سائبان ہوتا ہے، وہ عورت کو تحفظ دیتا ہے، ورنہ ان درندوں کے درمیان ایک عورت کا تنہا رہنا اور وہ بھی جو تم جیسی خوبصورت ہو، لیکن تم سب جانتے ہو آنکھیں چرا رہی ہو، اپنے بہن بھائیوں کو دیکھ لو بے شک تمہاری پڑھے لکھے اعلیٰ عہدوں پر فائز نہیں، مگر پھر بھی اپنی زندگی سے مطمئن ہیں، اپنے گھروں میں اپنے بال بچوں کے ساتھ خوش ہیں، کبھی تمہارے پاس رہنے کے لئے آئے؟''

''نہیں۔''

''اس لئے کہ وہ خوش ہیں، انہیں اپنی زندگی سے کوئی شکوہ نہیں، انہیں کم یا زیادہ کی فکر نہیں وہ ہر حال میں مست زندگی کے ہر لمحے سے خوشیاں کشید کر رہے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حقیقت کو جھٹلایا نہیں، فرض کی ادائیگی وقت پر ہوگئی، وہ زندگی کے رنگوں میں رنگ گئے، جبکہ تمہارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں، مگر پھر بھی تم ان سب آسائشوں کے ہوتے ہوئے تنہا زندگی گزار رہی ہو، اس لئے کہ تم نے اپنے اردگرد انا کی خود ساختہ دیواریں کھڑی کر رکھی ہیں، جھکنا اپنی توہین سمجھتی ہو اور جو لوگ جھکتے نہیں ہیں وہ ٹوٹ جاتے ہیں اور معاف کرنا کنزل، تم جیسی عورتیں سرکاری اور غیر سرکاری اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو جائیں تو مردوں کو گھاس نہیں ڈالتیں۔''

''جانتی ہوں مرد ایسی عورتوں سے دور رہنا پسند کرتے ہیں، کیونکہ وہ ان کے رعب و دبدبے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

جاہ جلال برداشت نہیں کر سکتے، وہ ان کے ماتحت زندگی نہیں گزار سکتے اور نہ ہی ہات باندھ کر ان کے دربار میں کھڑے رہ سکتے ہیں، کیونکہ ایسی عورتوں کے سامنے ان کی انا مجروح ہوتی ہے اور جانتی ہو تم جیسی عورتیں ساری زندگی کی خوشیوں کے لئے ترستی رہتی ہیں، لیکن اظہار کرنا اپنی توہین سمجھتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس بات کی منتظر رہتی ہیں کہ کوئی مرد پیار سے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے، مگر ان کا یہ انتظار لاحاصل رہتا ہے اور ساری زندگی تنہا گزار دیتی ہیں اور کچھ اپنی انا کو مار کر شادی بھی کر لیں تو ان کی شادی زیادہ دیر تک نہیں چل پاتی، کیونکہ وہ خود کو دبا کر نہیں رکھ سکتیں اور کسی کے انڈر رہنا ان کی فطرت میں نہیں ہوتا اور شادی کا بندھن کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جاتا ہے اور آزادی کا پروانہ حاصل کر کے خوش رہتی ہیں اور مطمئن زندگی گزارتی ہیں، کیونکہ ایسی عورتوں کی فطرت میں سمجھوتہ نہیں ہوتا، اور تم بھی اسی اسٹیج پر ہو، لیکن ماننے سے انکاری ہو، کیا کبوتر کے آنکھیں بند کرنے سے خطرہ ٹل جائے گا؟ نہیں ایسا نہیں ہوتا کنزل بی بی۔''

تم محبت جیسے جذبے کو کیا جانو۔

''تم تو اپنی نوکری کے زعم میں ہو، تمہیں اپنا عہدہ عزیز ہے اور بہت افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے، تم تنہا زندگی تو گزار سکتی ہو، لیکن کسی کا ہاتھ تھام کر یہ کبھی نہیں کہوں گی کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے تم اسے چاہتی ہو اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش رکھتی ہو، تم اس کے شانے پر سر رکھ کر شانت ہونا چاہتی ہو یاد رکھو۔''

''تم جیسی عورتوں کا انجام بہت خوفناک ہوتا ہے، اپنے اصولوں میں تم ترمیم کرو، میاں بیوی کے رشتے کے درمیان عہدے، دولت نہیں آتی، اپنے خیالات میں تبدیلی لاؤ، زندگی ایسے نہیں گزرتی جیسے تم گزار رہی ہو یا گزارنا چاہتی ہو۔''

''آج کے لئے اتنا کافی ہے کنزل ہو سکے تو میری باتوں پر غور کرنا اور عمل بھی، یقیناً اچھی خوش خبری سننے کو ملے گی تمہاری طرف سے۔''

اس نے رمشہ کو دیکھا پھر ایک گہری سانس لی اور بولی۔

''آؤ اب کھانا کھالیں۔'' دونوں نے کھانا کھایا، کافی پی بھائی کو فون کیا اور اپنے گھر آ گئی۔

☆☆☆

رمشہ کے جانے کے بعد وہ کئی دن بے چین رہی تھی، اس کی باتیں سماعتوں میں گونجتی رہتیں تھیں، وہ ان آوازوں کو سننا نہیں چاہتی تھی، وہ حقیقت کا سامنا کرنے سے گریز پا تھی، وہ اٹھ کر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی وہ سردیوں کی ایک ٹھٹھری ہوئی شام تھی، شام کے ابھی چھ بجے تھے کہ روڈ خالی نظر آ رہا تھا، صرف پول کی روشنی پھیلی تھی، وہ بھی مدھم مدھم سی، اسے ایک دم سب کچھ خاموش اور سویا سویا سا لگا، شاید اس لئے کہ اس کے اپنے اندر خاموشیاں اور تنہائیاں اتر آئی تھیں، وہ ان سے گھبرا کر وقت گزارنے کے لئے صحن میں نکل آئی، کہر آلود شام دھیرے دھیرے رات میں ڈھل رہی تھی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے، جو جسم کے آر پار ہو رہے تھے، تب صحن میں آ کر بھی اس کی گھبراہٹ کسی طور کم نہ ہوئی، اسے عجیب سی بے چینی لگی تھی، جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہو، وہ اٹھ کر اندر آ گئی، تب ہی فون کی بیل بجنے لگی، اس نے فون اٹھایا تو شیراز کی آواز سن کر اس کی بے چینی ایک دم رفع ہو گئی ایک اسے اپنے اندر ڈھیروں سکون اترتا

www.pakistanipoint.com

محسوس ہوا۔

''ہیلو کنزل میں تم سے ملنا چاہتا ہوں؟ اگر تم تھوڑا سا وقت دے سکو تو؟'' اس کی زبان تالو سے چپٹ گئی تھی وہ کچھ بول ہی نہ سکی رسیور کان سے لگائے گنگ سی کھڑی تھی۔

''کنزل..... کیا ہوا تم بول کیوں نہیں رہی ہو، میری آواز آرہی ہے کیا؟'' اس بار بھی باوجود کوشش کے وہ بول نہیں پائی، اپنی بے بسی پر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں کنزل ابھی اسی وقت، آرہا ہوں میں، اپنے چوکیدار سے بولو دروازہ کھولے۔''

''آں ہاں'' اس کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

''تھینک یو کنزل، بس میں کچھ دیر تک آیا۔'' اس کے ساتھ ہی فون بند ہوگیا، اس نے گھبرا کر رسیور کان سے ہٹایا اور گھور کر دیکھا، کچھ دیر تک اسے گھور کر دیکھتی رہی اور پھر ٹھنڈی سانس کھینچتے ہوئے کریڈل پر پٹخ دیا، اسے خود پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے شیراز کو آنے کی اجازت کیوں دی وہ گرنے کے انداز میں صوفے پر گر گئی اور پلکیں موندلیں، اس کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں، ابھی کچھ دیر ہی گزری ہوگی کہ گیٹ پر ہارن کی آواز سنائی دی۔

''اوہ تو تم آگئے۔'' وہ گہرا سانس لیتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر آکر چوکیدار کو گیٹ کھولنے کے لئے کہا، شیراز نے اسے دیکھا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔

''زہے نصیب آج تو میرے استقبال کے لئے کھڑی ہو؟'' وہ اس کے پاس آتے ہوئے سر جھکا کر بولا۔

کنزل نے کسی بات کا جواب دیا نہ کوئی وضاحت دی، بس دھیرے سے اتنا کہا۔

''اندر آجاؤ'' اور ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گئی اور وہ اس کے پیچھے آگیا، اب وہ آمنے سامنے بیٹھے تھے، ان کے درمیان خاموشی چھائی تھی، اس خاموشی کے طویل ہوتے وقفے کو شیراز نے ہی توڑا تھا۔

''کیا بات ہے تم اتنی چپ چپ خاموش کیوں ہو؟''

''کیا لو گے چائے یا کھانا؟'' اس نے شیراز کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''فی الحال کچھ نہیں، بس تم یوں ہی سامنے بیٹھی رہو۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور اپنی نگاہیں اس کے خوبصورت چہرے پر گاڑ دیں، وہ اس کے ذومعنی جملے پر گھبرا گئی اور یک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کہاں جارہی ہو؟'' وہ اسے فرار ہوتے دیکھ کر بولا، آج خوش قسمت دن تھا سب کچھ الٹ ہورہا تھا، وہ سخت لہجے والی کنزل تو کہیں کھو گئی تھی۔

''تمہارے لئے کچھ.....''

''رہنے دو بیٹھ جاؤ، مجھے کسی چیز کی طلب نہیں سوائے تمہارے۔'' اس بار بھی وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آیا، وہ شریر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئی، آج تو شیراز سرتاپا بدلہ ہوا تھا۔

''میں تمہیں کچھ کہنے آیا ہوں اور میں سمجھتا ہوں اس کے لئے مجھے تمہاری اجازت کی قطعی ضرورت نہیں، کیوں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟'' وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا اور وہ اس کا کھلا چہرہ اور مسکراتے لب دیکھ کر لبوں کو بھینچ کر رہ گئی۔

www.pakistanipoint.com

''اس کا مطلب ہے تمہیں کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ تمہاری خاموشی اس بات کی گواہی دے رہی ہے اور یہ بہت اچھا شگن ہے، لیکن اپنی خواہش کا اظہار کرنے سے پہلے ایک بار پھر یہ ہی کہوں گا خدارا میری بات کا اعتبار کرنا۔''

''کہو۔'' اس کے لبوں کی بند کلی کھلی تھی۔

''میں بغیر کسی تمہید کے کہوں گا، میں تمہیں چاہتا ہوں کنزل صرف تمہیں، باقی سب بھول جاؤ، تمام خدشے اپنے دل سے نکال دو، میری آنکھوں میں جھانکو تمہیں اپنی محبت کے کنول کھلتے نظر آئیں گے، تم میرے خوابوں کی رنگین خوبصورت کشتی میں ہلکورے لیتی ہوئی میرے ساتھ سفر کرتی ہو، تم میری زندگی ہو میری تم سے روح کا رشتہ ہے، تم سے اتنی سی التجاء ہے کہ اپنا فیصلہ بدل لو اپنے لئے نہیں تو میرے لئے اور آنے والے وقت و حالات کے لئے جو ہمیں ایک کردے گا تم اچھی طرح جانتی ہو مجھے دوسروں پر اپنی مرضی کے فیصلے ٹھونسنے کی عادت نہیں ہے، لیکن تم سے یہاں میرے دل کا معاملہ ہے، میری زندگی کا سوال ہے، میری محبت کے کشکول میں اپنے صحیح فیصلے کا سکہ ڈال دو، آنے والی جدائی کی گھڑیوں سے بچالو مجھے ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔'' اس نے ایک لمحے کو رک کر اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا، غصے و ناگوار کے آثار نہ پا کر اسے حوصلہ ہوا وہ اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

''تم جیسے چاہو گی زندگی گزارو گی، میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہو گی، اگر میرا اعتبار نہیں ہے تو اس بات کی ضمانت لے سکتی ہو مجھ سے، جیسے تم چاہو، تم میری محبت ہو اور مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے، جانتی ہو کنزل محبت آزاد پرندے کی طرح ہوتی ہے، پنجرے میں بند طوطے کی طرح نہیں، میں تمہیں مکمل آزادی دوں گا اور ہر قدم پر مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔''

''بحیثیت کزن اتنا تو جانتی ہو میں کسی پر اپنی مرضی ٹھونسنے کا عادی نہیں؟'' اس لمحے کنزل کو اس کے ہاتھ کا لمس اپنی کلائی پر محسوس ہوا، اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

''تمہیں حیرت ہو رہی ہے نا کنزل کہ میں بار بار تمہارے در پر دستک دینے چلا آتا ہوں اور تم اتنی ہی ضدی ہٹ دھرم ہوئی جا رہی ہو، میں آخری کوشش کے طور پر تم سے اپنے سوال کا جواب لینے آیا ہوں، میں اپنے دل میں کوئی پچھتاوا نہیں رکھنا چاہتا، جو مجھے زندگی کے سفر میں اذیت دے، اسی لئے ایک بار پھر میں تمہارے پاس چلا آیا ہوں ایک اور آخری کوشش کرنے۔'' اس کی زبان جیسے کسی نے گروی رکھ لی تھی، وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''پھوپھو تمہاری شادی کی حسرت لئے خالق حقیقی سے جا ملیں، بہن بھائی سب اپنے اپنے گھر بار کے ہو گئے ہر کوئی اپنی دنیا میں مگن ہے، لیکن تم..... تم ان سب سے زیادہ مضبوط پوزیشن میں ہو کر بھی تنہا ہو، تم سوائے اپنے دل کے کسی کی نہیں مانتیں، تمہیں اپنی تنہائی سے خوف آتا ہے نا ہی اکیلے پن کا کوئی احساس ہے، یا ظاہر نہیں کرتی ہو، جو بات بھی تمہارے دل میں ہے، جو خوف بھی ستاتا ہے مجھ سے شیئر نہیں کرو گی؟ میں تو تمہارا بچپن کا دوست بھی ہوں، اگر آج بھی اپنا وہی دوست مانتی ہو تو؟''

''شیری!'' وہ خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا، بہت آہستگی سے اس نے اسے پکارا تھا۔

''ہاں کنزل..... میں وہی تمہارا دوست شیری ہوں جس سے تم اپنے دل کی ہر بات شیئر کیا کرتی تھیں، مگر بچپن میں، بڑے ہونے کے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بعد تو تم سرتاپا بدل گئیں، اس بات کا مجھے حد دکھ ہے۔'' اس نے کنزل کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کتنی دیر تک یوں رکھے بیٹھا رہا۔

''اگر تمہارے دل میں یہ ڈر، خوف ہے کہ میں شادی کے بعد بدل جاؤں گا اور ان مردوں کی طرح تمہیں اپنا پابند بنا کے رکھوں گا تو یہ خوف اپنے دل سے نکال دو، شیری مرتو سکتا ہے لیکن اپنی زبان اپنے وعدے سے نہیں پھر سکتا، کنزل ہمارے درمیان پیار محبت کا دوستی کا رشتہ ہمیشہ موجود رہے گا اور اعتماد کا یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹے گا میرا بھروسہ کرو، جیسی چاہو شرط رکھ لو، میں ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہوں۔'' اس نے ضبط کی کوشش میں لبوں کو دانتوں سے کچل ڈالا، وہ اضطراب سے ہاتھوں کی انگلیوں مروڑ رہی تھی۔

''خود پر اتنا ضبط مت کرو، کہہ ڈالو جو دل میں ہے۔'' اس نے کنزل کی ہمت بندھائی۔

پھر کتنے لمحے، کتنے پل، کتنی گھڑیاں، کتنی ساعتیں گزر گئیں، دونوں خاموش بیٹھے تھے، کسی نے بھی اس خاموشی کی دیوار کو گرانے کی کوشش نہیں کی، تب شیراز نے ایک طویل سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے کنزل، تمہاری خاموش۔''

''میرے سوال کا جواب ہے، تم خوش رہو میں جا رہا ہوں، مگر مجھے ہمیشہ اس بات کا دکھ رہے گا کہ تمہیں چاہ کر بھی نہ پا سکا، اس لئے کہ میرے خوابوں کے رنگ بہت کچے تھے جو آنکھ کھلنے پر اتر گئے، ایک دوست کی نادانی سمجھ کر معاف کر دینا۔''

اس نے ایک آخری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور قدم باہر کی طرف بڑھا دیئے، اس کے دروازہ پار کرتے ہی کنزل جیسے ہوش میں آ گئی، اس کے جانے سے وہ ایک دم سائے سائبان، اکیلی ہو گئی تھی، وہ یہاں تھا تو اسے کتنا تحفظ کتنا سہارا محسوس ہو رہا تھا، بڑھتی تنہائی رات کا خوف اس کے گرد نہیں آیا تھا، لیکن اب سرد سیاہ رات ناگن کی طرح اس کی طرف بڑھ رہی تھی، اس گھر کے در و دیوار سے ٹپکتی سیاہ گہری ہوتی رات کی تاریکی سے اپنے شکنجے میں لینے کو بڑی تھی، اس گہری رات کی تاریکی کی شکل، بہت خوف ناک تھی اور لمبے ناخنوں والی انگلیاں اس کے چہرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

وہ خوفزدہ سی پوری طاقت سے چیخی تھی اور شیری سیکنڈ کے ہزارویں لمحے واپس پلٹا تھا، وہ اندر آیا تو وہ لمبے لمبے سانس لیتی ہوئی ہانپ رہی تھی، اسے اس کیفیت میں دیکھ کر وہ گھبرا کر پریشانی سے بولا۔

''کنزل کیا ہوا تمہیں؟''

''شیری مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ۔'' اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس کے حوصلوں کے سب ستون ایک ایک لمحے کے گر گئے تھے۔

''نہیں جاؤں گا میں، کبھی نہیں، تم نے مجھے اتنی چاہ سے پکارا ہے تو میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں، کیونکہ مجھے خود سے زیادہ چاہتی ہو بس اظہار نہیں۔''

''لیکن ابھی بھی تم نے دیر نہیں کی، تم نے ہاں کر کے مجھے زندگی کی نوید دی ہے، میں تمہیں کبھی مایوس نہیں کروں گا کبھی بھی نہیں۔'' اس نے کنزل کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے، اس کا بجھا بجھا چہرہ ایک دم گلاب کی طرح کھل گیا۔

''اب میں امی کو جا کر خوش خبری سناتا ہوں اور انہیں لے کر آتا ہوں، باقی کے معاملات وہ خود آ کر طے کر لیں گی، جو ضمانت چاہیے، جو

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

شرط لکھوانی ہو، تمہاری ہر بات پوری کی جائے گی۔''

''ہاں ضمانت تو چاہیے مجھے اور شرط بھی لکھواؤں گی۔''

''مجھے منظور ہے۔''

''پوچھو کے نہیں کیا ہے؟''

''کہہ دیا نا کچھ بھی ہو، جو چاہو لکھوالو، پھر کیا پوچھنا، لیکن یہ چاہتی ہو کہ پوچھوں تو بتاؤ۔''

''ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے اور میری محبت میں کبھی کمی نہیں آنے دو گے اور نہ ہی کبھی مجھے خود سے الگ کرو گے؟''

''نہیں کبھی نہیں، میں تو تمہارا دیوانہ ہوں ایسا کبھی نہیں کر سکتا ہوں، یہ خیال بھی اپنے دل میں بھی مت لانا۔''

''وعدہ؟'' کنزل نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

''پکا وعدہ۔'' شیراز نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''اب تم بھی مجھ سے ایک وعدہ کرو؟''

''کہو؟''

''ہمارے درمیان کبھی تمہارا عہدہ نہیں آئے گا، ورنہ؟''

''ابھی سے دھمکیاں۔''

''دھمکی نہیں پیار اس لئے کہ تم میری جان ہو۔''

تو وہ ایک دم کھلا پڑی اور وہ بھی اس کے ساتھ، صبح چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیا، ان کی چھوٹی سی کائنات رنگین تتلی کے پروں کی طرح ایک دم سے بہت خوبصورت اور حسین ہو گئی تھی۔

محبت اپنا آپ منوا لیتی ہے، خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو، کھرے سچے جذبے کبھی رائیگاں نہیں جاتے، عقل مند انسان وہ ہی ہے، جو وقت اور حالات کے مطابق ڈھل جائے، اگر جھک جانے سے خود کو اور دوسروں کو خوشی ملتی ہے تو جھک کر رشتے بچا لینے میں کبھی قباحت محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب .....
خمار گندم .....
دنیا گول ہے .....
آوارہ گرد کی ڈائری .....
ابن بطوطہ کے تعاقب میں .....
چلتے ہو تو چین کو چلیے .....
نگری نگری پھرا مسافر .....
خط انشاء جی کے .....
اس بستی کے اک کوچے میں .....
چاند نگر .....
دل وحشی .....
آپ سے کیا پردا .....

ڈاکٹر مولوی عبد الحق
قوائد اردو .....
انتخاب کلام میر .....

ڈاکٹر سید عبداللہ
طیف نثر .....
طیف غزل .....
طیف اقبال .....

لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

www.pakistanipoint.com

سارے موسم دھیان میں رکھنا

ثوبیہ نورالعین رائے

کامیاب زندگی گزارنے کے لئے اعتماد ضروری ہے اور اعتبار و وفا کامیاب زندگی کا ایک اہم راز ہے حریم عثمان نے بلند آواز سے کالج لائبریری میں بیٹھے اپنی فرینڈز کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا۔

یس ہم مانتی ہیں کہ کامیاب زندگی کے لئے اعتماد ضروری ہے کیونکہ اعتماد بولڈنیس و کامیابی کی سیڑھی پر پہلا قدم ہوتا ہے سومیہ نے حریم عثمان، عائشہ اور پلوشہ کی طرف دیکھتے کہا۔

آج وہ سب پیریڈ فری ہونے کی بنا پر کالج لائبریری میں بیٹھی تھیں اور یہ لیکچر پلوشہ کو دیا جا رہا تھا جو بے حد ذہین و خوبصورت تھی مگر اعتماد کی کمی کی وجہ سے ہمیشہ خاموش کر رہتی اب کالج میں پوئٹری شو ہونا تھا اور حریم عائشہ اور سومیہ کا خیال تھا

ناولٹ

کہ پلوشہ کے لئے یہ ایک بہترین موقع ہے اپنی صلاحیتیں کیش کرانے کا کیونکہ وہ خاموش شاعرہ تھی شاعری کی دلدادہ شاعری میں پلوشہ رحمان ایک بڑا نام تھا مگر کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ پلوشہ رحمان کہاں ہے؟

''دیکھو پلوشہ اگر تم اسے اس شو میں حصہ نہ لیا تو میں کبھی بھی تجھ سے نہیں بولوں گی۔'' تبھی حریم نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

''مگر میں کیا پڑھوں گی اور اتنے سارے لوگ پلیز مجھ سے نہیں ہو گا یہ سب۔'' پلوشہ نے رونی صورت بناتے کہا۔

''وشی کچھ نہیں ہو گا ہم بالکل سامنے بیٹھی ہوں گی اور تصور یہ کر لینا کہ تیرے پاس صرف ہم بیٹھی ہیں دوسرے لوگوں پر توجہ ہی مت دینا کیوں حریم۔'' عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے حریم کو مخاطب کیا۔

''ہاں ہاں عائشہ ٹھیک کہہ رہی ہے بس ہم آج ہی میڈم عافیہ کو آپ کا نام لکھوا دیں گے پورا

www.pakistanipoint.com

ہفتہ ہے ہم تیاری بھی کروا دیں گی، کیوں ٹھیک ہے نا چلو اب چلتی ہیں مس رافعہ کا پیریڈ سٹارٹ ہونے میں پورے پانچ منٹ ہیں۔'' سومیہ نے بیگ اٹھاتے کہا۔

☆☆☆

پلوشہ شیرازی مہران شیرازی کی اکلوتی بہن اور اسفر شیرازی کی بیٹی تھی، اسفر شیرازی نے دو شادیاں کیں پہلی شادی گھر والوں کی پسند تایا زاد سے کی مریم تیمور ایک خوبصورت اور ذہین لڑکی تھی گھر والوں نے جب اسفر شیرازی سے رشتے کے حوالے سے بات کی تو اس نے بھی اپنے والدین اور چچا چچی کی پسند پر سر جھکا دیا کیونکہ اس نے بچپن سے ہی اپنے مغرور سے چچا زاد اسفر کو پسند کر لیا تھا تیمور شیرازی ظہور شیرازی دونوں بھائی اور آمنہ تیمور اور آفقہ ظہور دونوں بہنیں تھیں اس لئے گھر میں سکون کے ساتھ ساتھ دولت کی بھی ریل پیل تھی دنیا کی ہر نعمت اس گھر میں تھی آمنہ تیمور اور تیمور شیرازی کے ہاں اولاد نہ تھی جبکہ آفقہ ظہور اور ظہور شیرازی کے ہاں شادی کے دوسرے سال ہی ایک خوبصورت سا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آمنہ نے اسفر رکھا، اسفر کی شرارتوں سے گھر مکمل تھا اسفر کے بعد آفقہ کے گھر بھی کوئی اولاد نہ ہوئی دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کی خوشیوں کا مرکز اور کل کائنات اسفر ہی تھا اسفر کی پیدائش کے تقریباً سات سال بعد اللہ نے اس گھر کو پھر سے اولاد کی خوشی سے اور اپنی عظیم رحمت سے نوازا اور آمنہ تیمور کے ہاں ایک پیاری سی بیٹی نے جنم لیا، اس کا نام مریم رکھا گیا اس کمی کے پورا ہونے پر اس گھر کا آنگن خوشیوں سے مہک اٹھا اس گھرانے کا منظر جنت کا سا سماں پیدا کرتا وقت گزرتا گیا اور اسفر شیرازی جوانی کی حدود کو چھونے لگا سکول سے کالج پہنچ گیا اسے بھی اپنے والدین اور اپنے تایا تائی سے بڑا پیار تھا مگر نہ جانے کیوں وہ مریم کو شروع سے ہی اگنور کرتا آیا اسے مریم سے بات کرنا اچھا نہ لگتا کبھی چاکلیٹ چھین لیتا کبھی چپکے چپکے چٹکی کاٹتا یا پھر بال لگاڑتا، معصوم سی مریم پھر بھی اس کے پیچھے پیچھے پھرتی اگر مریم کو آمنہ پیار کر رہی ہے تو مریم کو منظر سے ہٹا کر آمنہ کی گود میں سر رکھ کر سو جاتا آفقہ پیار کر رہی ہے تو خواہ مخواہ شور مچا دے گا کہ مجھے فلاں چیز چاہیے جو چیز مریم کو پسند ہوتی اس سے چھین لیتا اور جب کالج پہنچا تو اس نے زیادہ باہر رہنا شروع کر دیا مریم پڑھائی اچھی ہونے کی بنا پر صرف تین سال ہی اس سے پیچھے تھی وہ نائنتھ میں تھی جبکہ اسفر پری میڈیکل گروپ پارٹ ٹو میں تھا۔

''مما جانی آج انو بابا چھٹی پر ہیں، مجھے سکول چھوڑنے کون جائیگا جبکہ آج میرا ٹیسٹ ہے۔'' مریم نے بریڈ کھاتے کہا۔

''تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے، میری جان تم اسفر کے ساتھ چلی جانا کالج جاتے ہوئے چھوڑ دے گا تمہیں اور واپسی پر لیتا آئے گا میں نے تو کہا تھا کہ راستے ہی میں تو پڑتا ہے تمہارا سکول اس کے ساتھ آیا جایا کرو مگر تم دونوں کو نہ جانے کیا ہے ایک دوسرے سے۔'' آفقہ نے اس کی پریشانی دور کرتے ہوئے کہا۔

''مگر مام میں نے تو واپسی پر آج اپنے دوست کی طرف جانا ہے تو آج یہ رہنے دے واپسی پر کسی کے ساتھ آئے گی بابا لوگ بھی یہاں نہیں ورنہ واپسی پر وہ لے لیتے اسے، بہرحال یہ آج چھٹی کر لے یہی بیسٹ ہے اس کے لئے۔'' اسفر نے ناشتہ ختم کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اسفی جو کہا ہے صرف وہی کرو اور آج مریم کا ٹیسٹ ہے دوست کی طرف بعد میں بھی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

جایا جاسکتا ہے۔'' آفقہ نے غصہ سے کہا۔

''چلو مریم اس کے ساتھ اور واپسی پر اسے لے کر بھی آنا ہے آلیس تمہارے بابا بتاتی ہوں انہیں تمہاری بدتمیزیاں جو دن بدن بڑھتی جارہی ہیں۔'' آفقہ نے غصے سے کہا۔

اسفر پہلے تو اپنی مما کے غصے پر حیران ہوا اور پھر کچھ سوچ کر مسکرانے لگا۔

''او کے مام آپ ناراض کیوں ہوتی ہیں میں تو بس ایسے ہی مذاق کررہا تھا سوری مام اگر آپ کو برا لگا آپ بڑے بابا کو کچھ مت بتایئے گا چلو مریم آج میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں مما تو خواہ مخواہ ناراض ہورہی ہیں۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اسفی بیٹا دھیان سے اور ٹائم پر واپس آنا ہے۔'' انہوں نے حیرانگی سے اس کو جواب دیا کیونکہ مریم کے حوالے سے نرم لہجے کو پہلی دفعہ شاید دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

''اسفی پلیز اتنی تیز ڈرائیونگ مت کرو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' مریم نے خوف سے کانپتے کہا کیونکہ وہ بہت ریش ڈرائیونگ کررہا تھا اور ایسا وہ اس کی وجہ سے کررہا تھا۔

''مجھ سے آہستہ ڈرائیونگ نہیں ہوتی ایسے ہی کرتا ہوں اور تمہیں بھی شوق تھا میرے ساتھ آنے کا تو خاموشی سے بیٹھی رہو ورنہ گاڑی کسی دیوار میں دے ماروں گا سمجھی تم۔'' اس نے غصے اور نفرت سے کہا۔

''اترو اور چھٹی ٹائم لینے آؤں گا اگر ایک منٹ بھی لیٹ ہوئی نہ تو چلا جاؤں گا تیرے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔'' سکول کے گیٹ کے پاس گاڑی کھڑی کرتے ہوئے اس نے حکم دیا، مریم نے جلدی سے بیگ اٹھایا اور روتے ہوئے سر ہلا دیا۔

مریم نے سکول میں سارا دن بہت مشکل سے گزارا کیونکہ اسے خوف تھا اگر وہ ایک منٹ بھی لیٹ ہوئی تو وہ چلا جائے گا سکول میں دوران کلاس وہ بے چینی سے پہلو بدلتی اور ٹائم دیکھتی رہی پڑھائی میں بھی خوف کی وجہ سے دھیان نہ دے پائی۔

''آر یو او کے مریم۔'' مس نائمہ نے اس کی بے چینی نوٹ کرتے کہا۔

''یس آئی ایم فائن میڈم۔'' اس نے جلدی سے جواب دیا۔

جونہی چھٹی ہوئی وہ بھاگ کر گیٹ تک آئی مگر اس کا نام ونشاں تک نہ تھا۔

''اف اللہ کیا میں لیٹ ہوگئی ہوں یا پھر اسفی ابھی آیا نہیں اگر وہ آکر چلا گیا ہے تو مجھے لینے کون آئے گا بڑے بابا اور چھوٹے پاپا بھی گھر نہیں ہیں اچھا تھا اگر آتی ہی نہ اب کیا ہوگا۔'' وہ گیٹ کے پاس کھڑی بے بسی سے سوچے جارہی تھی ہر لڑکی گھر جارہی تھی مگر اس کا کوئی آتا پتہ نہ تھا۔

''کاش میں اس کے ساتھ نہ آتی یقیناً وہ مجھے بھول گیا ہے لیکن اگر وہ گھر گیا ہے تو چھوٹی مما نے میرا پوچھا ہوگا کیا کہا ہوگا اس نے یا اللہ میں پیدل بھی نہیں جاسکتی۔''

چھٹی ہوئے پورے دو گھنٹے ہوگئے تھے ساڑھے تین ہوگئے مگر اس کے آنے کا کوئی اتہ پتا نہ تھا۔

''اکیلی بھی نہیں جاسکتی گھر کا فاصلہ بہت زیادہ ہے پیدل چل کر گئی تو چار پانچ گھنٹے لگیں گے اسفی کو مجھ سے کیوں نفرت ہے حالانکہ میں نے تو کبھی اسے کچھ نہیں کہا کاش میرا کوئی بھائی ہوتا تو آج میں اتنی پریشان نہ ہورہی ہوتی۔'' وہ

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

رو دینے کو تھی پھر اس نے بیگ اٹھایا اور گھر کی طرف پیدل ہی چل دی اسفی جو سکول گیٹ سے کچھ فاصلے پر کھڑا تقریباً دو گھنٹے سے اسے دیکھ رہا تھا پیدل چلتے دیکھ کر گاڑی نزدیک لے آیا اور اس دوران مریم کا رو رو کر بے بسی سے برا حال ہو چکا تھا۔

''پلیز اب رو مت جانتی ہو نا مجھے روتے ہوئے لوگوں سے سخت نفرت ہے اور ہاں مما کو کہنا ہے کہ لیٹ میں نہیں تم ہوئی ہو یعنی کہ سکول سے چھٹی لیٹ ہوئی ہے، وگرنہ دوسری صورت میں میں تمہارا برا حشر کر دوں گا۔'' اس نے اسے وارننگ کرتے کہا۔

اس نے خاموشی سے آنسو صاف کرتے سر ہلا دیا جانتی تھی کہ یہ جو کہہ رہا ہے کر دکھائے گا۔

☆☆☆

وقت نے بہت سے ماہ و سال کو سر کر لیا اسفر نے اپنا ایم بی بی ایس مکمل کر لیا جبکہ مریم ایم اے انگلش کے لاسٹ ایئر میں تھی وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا مووی دیکھ رہا تھا کہ چھوٹی مما آفقہ آ گئی۔

''بزی تو نہیں ہو اسفی بیٹا۔'' انہوں نے پاس ہی بیڈ پر بیٹھتے کہا۔

''نہیں مام اس وقت تو بالکل بزی نہیں اگر ہوا بھی تو آپ کے لئے ٹائم ہی ٹائم خیریت۔'' اس نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کا والیوم کم کرتے کہا۔

''ہاں بیٹا تم سے اہم بات کرنی تھی کہ اب تم نے اپنی ایجوکیشن بھی کمپلیٹ کر لی ہے اور اپنے بابا کے ساتھ بزنس بھی کرتے ہو اب اس کے بعد یقیناً جان گئے ہو گے کہ میں کیا کہہ رہی ہوں کیوں پہلا قدم تعلیم دوسری جاب اور اب لاسٹ قدم آپ کو پتہ ہی ہو گا کہ کیا ہے۔''

انہوں نے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''یس مام آئی نو کہ اگلا قدم کیا ہو گا کیونکہ میں چھوٹا بچہ نہیں ایک بھرپور جوان ہوں مما میں بھی آپ لوگوں سے اس سلسلے میں بات کرنا ہی چاہتا تھا خیر آج آپ آگئی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''ارے باؤلے کچھ شرمانے کی ایکٹنگ ہی کر لیتے ماں سے سیدھے سیدھے ہی کہہ رہا ہے کہ مام میں تیار ہوں بڑی جلدی ہے تجھے بتاتی ہوں، آمنہ کو کہ لاڈلا تو ہم سے بھی زیادہ جلدی مچا رہا ہے اب انشا اللہ جلد ہی اس گھر میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو جائیں گی۔'' انہوں نے خوشی سے اسے چومتے ہوئے کہا۔

''مگر مما آپ نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ لڑکی کون ہے کیا بغیر لڑکی کے ہی شادی شروع۔'' اس نے بھی مسکراہٹ و شرارت سے کہا۔

''ارے بیٹا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے لڑکی گھر کی ہی ہے مریم تیمور اور کون اللہ اس گھر کو ڈھیر ساری خوشیاں دے۔'' وہ اپنی خوشی میں بولے جا رہی تھیں، مگر یہ دیکھے بغیر کہ اسفر شیرازی کے چہرے کے زاویے بری طرح بگڑ چکے ہیں، مسکراہٹ کی جگہ اس کے چہرے پر غصے نفرت کے جیسے آثار ہیں۔

''نہیں مام ایسا ہرگز نہیں ہو گا میں اسفر شیرازی مریم سے کبھی بھی کسی صورت میں شادی نہیں کروں گا نفرت ہے مجھے اس سے۔'' اس نے سختی سے کہا تو آفقہ جو خوشی سے اٹھ کر باہر جا رہی تھی ٹھٹک گئی۔

''کیا؟ نفرت؟ کیا ہے نفرت کی وجہ اور شادی کیوں نہیں کرو گے اس سے بولو اسفی جواب دو۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''اس لئے مما کہ میں اپنی کلاس فیلو عزہ کو

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پسند کرتا ہوں اور شادی بھی اسی سے کروں گا بس اتنی سی بات ہے، نفرت کی وجہ کوئی خاص نہیں میرے پیار میں آ کر اس نے شراکت داری کی تھی مجھے ذرا بھی گوارا نہ تھا کہ آمنہ مما تیمور بابا اور آپ اور چھوٹے پاپا مریم کو پیار کریں کیونکہ میں چاہتا تھا کہ آپ سب صرف مجھ سے ہی پیار کریں سو اب شادی میں ہرگز ہرگز مریم سے نہیں کروں گا۔" اس نے اپنی نفرت اور انکار کی وجہ وضاحت سے بیان کرتے کہا۔

"نہیں اسفی ہم میں سے کسی کو یہ گوارہ نہیں ہوگا کہ تمہاری شادی کسی اور سے ہو اور نہ ہی مریم کسی اور کی ہوگی کیونکہ تم دونوں اس خاندان کے وارث ہو اور اس خاندان کی بقا تمہی دونوں سے ہی، مریم کی شادی صرف تم سے ہی ہوگی یہ تمہارے پاپا کا فیصلہ ہے اور میں تمہاری طرف سے ہاں کہہ رہی ہوں جا کر صرف وہی سوچو جو میں نے کہا ہے۔" انہوں نے باہر نکلتی چلی گئیں۔

☆☆☆

"سنو اسفر ظہور شیرازی اگر تم مریم سے شادی نہیں کرو گے تو اس گھر سے نکل جاؤ جو کچھ لینا ہے لے لو۔ باقی یہ سب کچھ مریم کا ہے اگر بھائی بھابھی کو پتہ چل گیا کہ تم انکار کر رہے ہو تو ان پر کیا گزرے گی کیا سوچیں گے، وہ جو فیصلہ کرنا ہے جلدی بتا دو اور سنو کبھی پلٹ کر اس گھر واپس آنے کی کوشش نہ کرنا۔ یوں سمجھ لینا کہ ہم تمہارے لیے مر چکے ہیں اور تم ہمارے لئے مر چکے ہو۔" ظہور شیرازی آج پہلی دفعہ اس سے اس لہجے میں بات کر رہے تھے۔

"پاپا کیا آپ کو مریم سے، بہت محبت ہے کیا میں آپ کا بیٹا نہیں صرف مریم ہی سب کچھ ہے۔" اس نے دکھ سے ٹوٹے لہجے سے کہا۔

"ہاں مریم ہی ہے ہمارے لئے سب کچھ میں نے ہمیشہ تمہاری پسند ناپسند کا خیال رکھا مگر تم ہی مجھے جھکاؤ گے کبھی سوچا بھی نہ تھا مگر یہ بھی طے ہے اگر اس گھر میں رہنا ہے تو شادی مریم سے کرنی ہوگی ابھی تمہارے انکار کا پتہ کسی کو نہ نہیں چلا صبح اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا بھائی بھابھی اسلام آباد گئے ہوئے ہیں کل شام واپس آئیں گے ان کے آنے سے پہلے ہی اپنے فیصلے سے باخبر کر دینا مجھے یقیناً انکار کرو گے تو میں بھائی بھابھی کو کہہ دوں گا کہ اسفر شیرازی آپ کے آنے سے پہلے مر چکا ہے اور میں اسے دفن کر چکا ہوں۔" ظہور شیرازی کے لہجے میں غصے کی کاٹ تھی اور اسفر اپنی زندگی میں پہلی دفعہ اپنے باپ کا یہ رویہ دیکھ کر ہرٹ سا ہوگیا اور اس لمحہ اس نے مریم سے شدید نفرت اپنے دل و دماغ میں محسوس کی، اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ اسے شوٹ کر دے۔

☆☆☆

"مام آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں میں مریم کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ میں عزہ کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں شادی کا اس کے پیرنٹس تو آپ سے ملنا چاہتے ہیں مگر آپ لوگوں نے نیا شوشہ چھوڑ دیا ہے پاپا مجھے گھر سے جانے کو کہہ رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر میں ان کا حکم نہ مانوں تو وہ مجھے دیکھنے کے بھی روادار نہیں اور میں ان کے لئے مر چکا ہوں۔" آفتہ رات کو اس کے کمرے میں آئی تو وہ اڑا ترچھا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا غم و غصے سے حالت خراب تھی۔

"بیٹا آپ اپنی ضد چھوڑ دو تمہارے پاس کبھی نہیں مانیں گے وہ جو کہہ رہے ہیں وہی کریں گے۔ مان جاؤ مریم بہت اچھی ہے گھر میں تیرے ساتھ پلی بڑھی پھر یہ تو ہم سب کی شروع سے خواہش تھی اب برسوں کے دیکھے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

خواب کو مت توڑو اور تمہاری مریم سے نفرت بلاوجہ ہے ختم ہو جائے گی شادی کے بعد پھر اس گھر کی بیٹی ہے گھر میں ہی رہ جائے گی میں تمہاری ماں ہوں بیٹا مجھے کوئی دکھ مت دو اپنے پاپا کی بات مان لو اور ہم سب تم سے محبت کرتے ہیں، اپنے پاپا کو ہاں بول دو ابھی جا کر۔" انہوں نے اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے کہا۔

"مما کیا میری پسند ناپسند آپ لوگوں کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی او کے آپ یہ شادی کر کے دیکھ لیں اگر مریم میرے ساتھ خوش نہ رہی تو یہ آپ کے لئے فکر کی بات نہیں ہونی چاہیے، اپنے شریک حیات کو کہہ دیں جا کر کہ ان کا بیٹا اپنی مام کی محبت میں مجبور ہو گیا ہے اور میں ان سے بھی محبت کرتا ہوں مگر میں تو ان کے لئے مر چکا ہوں، انہوں نے کہا اگر اسفر شیرازی مر بھی جائے تو انہیں دکھ نہ ہوگا۔" اسفر ٹوٹے لہجے سے کہہ رہا تھا۔

"نہیں اسفی ایسی باتیں مت کرو تیرے پاپا کو تجھ سے بہت محبت ہے وہ تیرے لئے ہی بہتر سوچتے ہیں انہیں تم سے زیادہ عزیز کوئی نہیں۔" وہ روتے ہوئے اپنے بکھرے روٹھے بیٹے کو منا رہی تھی۔

☆☆☆

(حجلہ عروسی) مریم دلہن بنی بہت پیاری لگ رہی تھی ہر کسی نے اس جوڑی کی نظر اتاری تھی وہ دونوں ہی بہت خوبصورت لگ رہے تھے مریم نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنی نفرت کے باوجود وہ اسے اپنا لے گا آج وہ مریم تیمور سے مریم اسفر بن گئی تھی اور یہ اس کے لئے باعث مسرت تھا وہ حجلہ عروسی میں بیٹھی اپنی قسمت پر نازاں تھی۔

اسے بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی مگر اسفر نہ آیا تو اس نے تھک ہار کر وہیں بیڈ سے ٹیک لگا لی اور آنکھیں موند لیں اس دوران نیند کی دیوی اس پر آ کر مہربان ہو گئی اسے سوئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ جھٹکے سے کسی نے اٹھایا اس نے خوفزدہ سی ہو کر آنکھیں کھول لیں سامنے اسفر کو دیکھ شرم سے نگاہیں جھک گئی۔

"میڈم مریم تیمور اٹھو میرے بیڈ سے مجھے سونا ہے۔ کس نے کہا میرے انتظار میں بیٹھی رہو اس طرح تیار ہو کر میں کوئی خراج تحسین پیش نہیں کرنے والا آپ کے حسن کو اور نہ ہی میں حسن پرست ہوں اگر ہوں بھی تو جن سے مجھے نفرت ہوتی ہے ان کی طرف میں دیکھنا پسند نہیں کرتا انڈر سٹینڈ میں مما پاپا کی وجہ سے مجبور ہو گیا ورنہ میرا بس چلتا تو کبھی تمہاری شکل تک نہ دیکھتا اور بہت جلد تم خود ہی مجھ سے فرار کی راہیں تلاش کرو گی، میڈم مریم تیمور صاحبہ آر یو انڈر اسٹینڈ۔" مریم بہتے آنسوؤں کے ساتھ بیڈ سے اٹھی اور صوفے پر بیٹھ گئی کیونکہ وہ اس وقت باہر بھی نہیں جا سکتی تھی وہ خاموشی سے بیڈ پر دراز ہو گیا۔

آنسو خود بخود ہی آنکھوں سے نکل رہے تھے اس نے کب چاہا تھا کہ ایسا ہو وہ تو اسفر شیرازی کی دیوانی تھی چپکے چپکے اسے چاہتی تھی مگر یہ یوں کرے گا ایسا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا، رات کو وہ صوفے پر ہی لیٹ گئی، صبح اس کی آنکھ اسفر کے جگانے پر ہی کھلی۔

وہ خاموشی سے اٹھی اور کپڑے چینج کرنے چل دی۔

☆☆☆

دو سال کا عرصہ گزر گیا، اس دوران عزہ کی شادی ہو گئی اور اسفر شیرازی بھی پسند ناپسند میں ایک بیٹے مہران شیرازی کا باپ بن گیا مریم سے اس کی نفرت پہلے دن والی ہی تھی کبھی دل چاہتا تو

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

وہ اسے ملکہ بنا دیتا یا پھر کبھی بیڈ سے صوفہ پر سونے والی عام لڑکی اس نے بھی کبھی کسی کو شکایت نہیں کی خاموشی سے دکھ کے کڑوے آنسو پیتی رہتی، وہ کبھی بھی اپنے دل سے اسفر شیرازی کو نہ نکال سکی نہ اسفر شیرازی کے دل میں اپنے لئے محبت پیدا کر سکی نہ اس نے کبھی اپنے حق میں کوئی آواز اٹھائی بس خاموشی سے بغیر کسی کو بتائے آنسو پیتی رہتی۔

مہران اسفر شیرازی کی ننھی ننھی شرارتوں سے اس گھرانہ میں خوشی کا سا سماں تھا ہر کوئی خوش تھا مگر کوئی یہ نہیں جانتا تھا۔ آفقہ آمنہ کے کہنے پر دونوں آؤٹنگ پر تو جاتے مگر دونوں کے درمیان کیا رشتہ ہے بھول جاتے بلکہ ایسا لگتا کہ دو اجنبی ہیں جو ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں مگر پاس ضرور کھڑے ہیں اسفر کا خیال تھا کہ وہ عزہ سے اپنی پسند سے شادی کر لے گا مگر عزہ نے انکار کر دیا کہ وہ دو کشتیوں کے مسافر کی بیوی ہرگز نہیں بنے گی کیونکہ اسفر اب مریم کا ہے اگر عزہ کا ہونا چاہتا ہے تو مریم کو طلاق دے مگر اسفر ایسا نہ کر سکا اور عزہ نے اپنے کزن سے شادی کر لی اور امریکہ چلی گئی اسفر کے دل میں مریم کے نفرت مزید گہری ہوگئی مہران کی پیدائش کے پانچ سال بعد مریم کو پھر سے ماں بننے کی نوید ملی اسفر شیرازی بزنس کے حوالے سے سنگاپور گیا ہوا تھا مریم کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہونے کی بنا پر اسے ہاسپٹل ایڈمٹ کرنا پڑا، وہ تین دن سے ہسپتال تھی جبکہ اسفر سات روز سے سنگاپور تھا اور مزید ایک ہفتہ بعد آنا تھا اس نے ایک خوبصورت سی بچی کو جنم دیا، ٹھیک ہے۔ سنا تو خوشی سے نہال ہوگئی اور جلدی سے تیمور ظہور کو خبر دی، یوں وہ چاروں مہران کے ساتھ ہسپتال جانے کے لئے روانہ ہوگئے مہران خوش تھا کہ اسے جس مہمان کا انتظار تھا وہ آگیا ہے۔"

"دادا ابو میری بہن آئی ہے میں کسی کو نہیں دونگا میں اس کے ساتھ کھیلوں گا۔" تالیاں بجاتے مہران خوشی سے اپنی بات کہہ رہا تھا۔

مخالف سمت سے آتا سکریپ سے بھرا ٹرک کار پر الٹ گیا مگر معجزہ ہی تھا کہ مہران گاڑی سے اچھل کر دور جا گرا، کار کا ایک حصہ بالکل پچک گیا اور تیمور شیرازی ظہور شیرازی آمنہ تیمور موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے آفقہ کو تشویش ناک حالت میں ہاسپٹل ایڈمٹ کروا دیا گیا مریم رو رہی تھی چیخ رہی تھی گھر کے در و دیوار ہل گئے تھے مریم کی حالت خراب ہوگئی جس کے باعث اسے آئی سی یو میں رکھا گیا آٹھ گھنٹے کے بعد آفقہ ظہور شیرازی زندگی اور موت سے لڑتے تھک ہار کر خود کو موت کے حوالے کر دیا زندگی نے شکست کھائی موت جیت گئی اور جب اسفر پہنچا تو سب کچھ ختم ہو چکا تھا کچھ بھی نہ تھا صرف آنسو تھے درد تھا اذیت و تکلیف تھی وہ مرد تھا مگر رو رہا تھا۔ اس نے چاروں میتوں کو دیکھا اور پھر زور زور سے رونے لگا چیخ رہا تھا مگر رونے اور چیخنے سے کب انہیں سنائی دیتا وہ ایسی محبت کے واسطے دے رہا تھا انہیں چاروں کی تدفین کر دی گئی اور وہ بدنصیب آخری وقت میں بھی اپنے پیاروں کے چہرے دیکھ نہ پائی تین دن بعد اسے ہوش آیا مگر تب تک سب کچھ ختم ہو چکا تھا صرف اک خاموش آہ بچی تھی۔

زخم جتنا بھی گہرا ہو بھرتا تو نہیں مگر مندمل ضرور ہو جاتا ہے اگر مرنے والوں کو کسی چیز کے عوض واپس لیا جا سکتا تو شاید سب کچھ لٹا کر بھی واپس لے لیا جاتا مگر موت ایک ایسی مہر ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا اور نہ ہی مٹایا جا سکتا ہے بس یہ تو اپنے مقررہ وقت پر آتی ہی ہے اس کا تو وقت

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تعین ہے۔

☆☆☆

اسفر شیرازی کو اب اس سے مزید نفرت ہو گئی تھی اب تو وہ بلاوجہ اس پر چیختا چلاتا رہتا کبھی کبھی تو ہاتھ تک اٹھا لیتا مگر وہ تو پہلے سے بھی زیادہ خاموش ہو گئی تھی حالات اسے بھی اندر ہی اندر سے ختم کر رہے تھے۔

بچی کے نام مریم نے پلوشہ رکھا وہ بھی ماں کی طرح صابر تھی بس خاموشی سے سوئی رہتی نہ کبھی روتی نہ شور مچاتی تین سال گزر گئے اسفر نے کبھی پلوشہ کو نہ دیکھا بلکہ اسے اس سے بھی شدید نفرت تھی اور وہ اسے منحوس کہتا مریم پہلے اسے اسفر کے بیڈ روم میں ہی لے کر سوتی تھی مگر ایک دن نہ جانے کیوں پلوشہ رو رہی تھی مریم اس کے لئے کچن سے فیڈر لینے گئی واپس آئی تو اس منظر نے اسے حیران اور خوفزدہ کر دیا اسفر پلوشہ کو بیڈ سے اٹھا کر نیچے قالین پر دے مارا وہ اور شدت سے چیخنے لگی اس لمحے پہلی دفعہ مریم کو اس سے نفرت ہوئی۔

''تم...... تم اسفر شیرازی درندے ہو اس معصوم کا کیا قصور ہے اپنی نفرت میں آج تک نہ خود چین سے جی سکے ہو نہ دوسروں کو جینے دیا۔'' اور روتی پلوشہ کو اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس دن کے بعد مہران شیرازی کے پاس اور پلوشہ مریم کے پاس سوتی۔

مہران جو پہلے پلوشہ کے بغیر نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا بس ہر وقت پلوشہ کو اٹھائے رکھتا اب کچھ دنوں سے پلوشہ کے پاس بھی نہ آتا اور نہ ہی مریم سے کوئی بات کرتا۔

☆☆☆

''اماں بی آج آپ میرے پاس سو جائیں آج نہ جانے کیوں طبیعت بوجھل سی ہو رہی ہے۔'' مریم انگلی کی پوروں سے پیشانی مسلتے بولی۔

''بیٹی میں برتن وغیرہ سمیٹ لوں کچن کے، پلوشہ کا فیڈر بنا لوں پھر میں آپ کے پاس ہی سو جاتی ہوں۔'' اماں بی جو اس کے بچپن سے اس گھر میں تھیں اس کا ہر لمحہ ان کے سامنے گزرا وہ بھی اس سے خاص محبت رکھتی تھیں۔

رات کے پچھلے پہر مریم کو اپنے سر میں درد سا محسوس ہوا اسے لگ رہا تھا کہ درد اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے سر میں جیسے سوئیاں چبھ رہی تھیں پانی لینے کے لئے جونہی اس نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا اسے لگا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیر ہو گیا ہے۔

''اماں بی اماں میرا سر۔'' اس نے بمشکل یہی لفظ منہ سے نکالے، اماں بی جو اس کے پکارنے پر ہی اٹھ گئی تھی جلدی سے اٹھ کر پاس آئی۔

''مریم بیٹی کیا ہوا؟'' انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

''اماں میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے پلیز اماں کچھ کریں مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔'' وہ تکلیف و درد سے کراہتے بولی، اماں بی بھاگ کر اسفر کے کمرے کی طرف گئی دروازہ لاک نہیں تھا مگر اسفر میڈیسن کے زیر اثر گہری نیند میں تھا اس لئے اماں بی ڈرائیور کے کوارٹر کی طرف بھاگ کر گئی آناً فاناً مریم کو ہاسپٹل لے جایا گیا تب تک مریم درد کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔

ڈرائیور، ڈرائیور کی گھر والی اور اماں بی آئی سی یو کے دروازے کے بالکل پاس بیٹھے تھے تقریباً صبح چار بجے ڈاکٹر نے انہیں وقتی مہلت سنائی مریم اسفر کی زندگی اب زیادہ نہیں تھی کیونکہ اسے برین کینسر تھا اور توجہ نہ دینے پر بگڑ گیا تھا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

"عبد الغفور اب تم دونوں گھر جاؤ میں مریم بیٹی کے پاس ہوں اسفر صاحب کو خبر کر دینا اور مہران بابو اور پلوشہ جو کہ ڈرائیور کی بیٹی کے پاس ہے اس کو ساتھ لانا۔" اماں بی نے روتے ہوئے ڈرائیور عبد الغفور اور اس کی بیوی کو جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

اسفر اٹھا اور نہا کر مہران کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر آیا مگر نہ تو کچن میں کوئی تھا اور نہ ہی ٹیبل پر کوئی ناشتہ وغیرہ کا سامان تھا اس سے پہلے کہ وہ کسی کو آواز دیتا عبد الغفور اور اس کی بیوی پلوشہ کو اٹھائے اس کے پاس آ گئے۔

"صاحب آپ کو ہسپتال چلنا ہے وہاں مریم بی بی ہے رات سے، آپ کو جگایا پر آپ اٹھے ہی نہیں اس لئے ہم ہسپتال لے گئے ڈاکٹر صاحب نے آپ کو بلایا ہے اور کہا ہے کہ مریم بی بی کو دماغ کا کینسر ہے اور کچھ ہی گھنٹے صرف زندگی کے بچے ہیں مریم بی بی کے پاس۔" عبد الغفور نم ناک سے لہجے میں بولا۔

"او کے تم لوگ جاؤ میں تھوڑی دیر تک آ جاؤں گا، مہران کو اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ۔" اس نے کمرے کی طرف جاتے کہا۔

"اماں بی مجھے معلوم ہے کہ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں اماں بی میری پلوشہ کا خیال رکھیے گا کیونکہ اس کے پاس کچھ رشتے ہوتے ہوئے بھی نہیں ہیں میری پلوشہ کو کبھی کوئی کمی نہ ہونے دینا۔" مریم روتے ہوئے کہہ رہی تھی اسے اب زندگی کی تمنا تھی پلوشہ کی خاطر مگر اب زندگی اس سے دامن چھڑا رہی تھی۔

"میرا مہران، میری پلوشہ۔" وہ دونوں کو گلے سے لگائے رو رہی تھی کہ وہ ماں تھی کب تنہا چھوڑنے کو جی چاہ رہا تھا اس دوران اسفر ڈاکٹر سے بات کر کے آ گیا تھا۔

"اسفر میں نے کبھی تجھ سے کچھ نہیں مانگا اب بھی کچھ نہیں مانگوں گی ایک دفعہ سوچ لینا کہ پلوشہ آپ کی بیٹی ہے لقب دیا اس کی رگوں میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہے جو مہران کی رگوں میں ہے، اسفر شیرازی اگر زندگی کے کسی لمحے پر تمہیں معافی کی ضرورت ہو تو پلوشہ کو سینے سے لگا لینا کیونکہ وہ ابھی تک باپ کے لمس سے نا آشنا ہے اگر میری پلوشہ کو کچھ ہوا تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گی کیونکہ مہران کو تو آپ بیٹے کا پیار دے ہی رہے ہیں مگر بیٹی سے اس کا حق چھین لیا ہے۔" اس دوران مریم کو تیسرا برین اٹیک ہوا اور اس نے آخری سانس لی اور پلوشہ کو دیکھتے ہی آنکھیں بند ہو گئیں، اسفر شیرازی کی نفرت کا باب بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا۔

☆☆☆

مریم کو اس دنیا سے گئے ساتواں روز تھا کہ اماں بی پلوشہ کو اٹھائے اس کے کمرے میں آ گئیں۔

"چھوٹے صاحب یہ رو رہی ہے آپ اسے اپنے پاس ہی سلا لیں شاید مہران کے ساتھ سو جائے۔" اماں بی روتی پلوشہ کو چپ کرانے کی ناکام کوشش میں تھیں۔

"اماں بی اسے چھوڑ آئیں کسی ادارے وغیرہ میں یا پھر کسی یتیم خانہ میں ڈال دیں مگر میرے سامنے اسے لے کر کبھی مت آیئے گا اگر آپ کو اسے اپنے ساتھ رکھنا ہے تو یہ گھر اس کے نام ہے میں مہران کو بورڈنگ سنٹر میں داخل کروا کے سنگاپور جا رہا ہوں ایک ماہ بعد پاکستان کا چکر لگایا کروں گا کیونکہ مہران کو میں ساتھ لے جا نہیں سکتا۔ میں پرسوں یہاں سے جا رہا ہوں کیونکہ بزنس بھی سارا وہیں ہے آپ کو اگر اس کے ساتھ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

رہنا ہے تو میں بخوشی راضی ہوں خرچہ وغیرہ ہر ماہ دے دیا کروں گا اللہ حافظ۔'' کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

☆☆☆

پلوشہ شیرازی ہاؤس میں ہی پرورش پانے لگی ماں سے بچھڑے دوسرا سال تھا اس دوران کبھی اسفر نے اس کی طرف نہیں دیکھا بس جتنے بھی دن پاکستان میں ہوتا مہران کے ساتھ ہی ہوتا مہران بھی پلوشہ کی طرف کوئی دھیان نہ دیتا اگر وہ خود سے آتی تو دھکا دے کر بھاگ جاتا یا کہتا کہ پلوشہ گندی بچی ہے اس نے پاپا کے مما پاپا کو چھینا اس نے میری مما کو چھینا ہے یہ منحوس ہے میری بہن نہیں ہے اس کے ننھے سے ذہن میں اسفر نے جو زہر بھر دیا تھا وہ پلوشہ کو دیکھ کر باہر نکل آتا اور پلوشہ کو اگنور کرتا معصوم سی پلوشہ پھر بھی اس کے پیچھے پھرتی۔

☆☆☆

''ہائے اسفی ہاؤ آر یو؟'' اسفر شاپنگ کر رہا تھا کہ اسے اپنے عقب سے آواز سنائی دی اس نے پلٹ کر دیکھا تو عزہ کو سامنے دیکھ کر کھل سا گیا۔

''واہ عزہ آئی ایم فائن اینڈ ہاؤ آر یو۔'' وہ خوشدلی سے بولا۔

''آئی ایم فائن اور سناؤ کیسی جا رہی ہے لائف مجھے تو یقیناً یاد بھی نہیں رکھا ہو گا اور اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے پچاس سال کے بابے لگ رہے ہو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا۔

''تم کہتی ہو کہ میں نے تمہیں یاد نہیں رکھا عزہ آئی سوئیر میں نے تمہیں پل پل یاد کیا یا گلوں کی طرح تمہیں پکارتا ڈھونڈتا رہتا مگر تم نے بھی تو پلٹ کر خبر نہ لی زندگی نے میرے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا۔'' وہ بھی جوابی شکوہ کے ساتھ تھکے تھکے سے لہجے کے ساتھ بولا۔

''کیوں کیا ہوا اسفی خیریت کیا گھر والوں نے گھر سے نکال دیا کیونکہ تمہارے فادر مجھے ملے تھے جب تم مجھ سے شادی کرنے والے تھے انہوں نے کہا کہ اگر وہ تم سے شادی کرے گا تو میں اسے عاق کر دوں گا اور دوسرا اگر مریم کے ساتھ کچھ غلط کیا تو وہ اپنے بیٹے کو بھی بھول جائیں گے تب میں نے فیصلہ اپنے کزن کے حق میں دے دیا اور امریکہ چلی گئی۔''

''ایکسکیوزمی؟'' وہ دونوں باتوں میں مگن تھے کہ ایک فیملی نے راستہ طلب کرنے کے لئے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا کیونکہ وہ پندرہ منٹ سے ایک ہی جگہ پر کھڑے تھے۔

''اوہ سوری۔'' اسفر خجل سا ہوا۔

''آؤ عزہ میرے ساتھ میرے گھر چلو میں تمہیں سب کچھ وہیں بتاؤں گا شاید اب میں تنہا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک سا گیا ہوں۔''

''سوری اسفر اس وقت تو میں بزی ہوں کیونکہ میرے بھانجے کی برتھ ڈے ہے اس کے لئے گفٹ خریدنے آئی ہوں آج نہیں کل صبح ضرور آؤں گی اور ویسے بھی اب میں پاکستان ہی میں ہوتی ہوں کیونکہ زندگی نے کچھ میرے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا، او کے مجھے جلدی ہے میں چلتی ہوں۔''

''کاش عزہ پاپا مان جاتے تو آج ہم سب ہوتے ایک ساتھ خوش عزہ تم تو بہت فریش لگ رہی ہو پہلے دن کی طرح مگر میں تھک سا گیا ہوں کوئی نہیں تھکن دور کرنے والا بہت لکی ہے تمہارا کزن جس کی زندگی میں تم ہو دیری لکی۔'' اس کے جانے کے بعد وہ بھی اپنے گھر آنے تک انہی سوچوں میں رہا ان سوچوں سے اسے مہران نے نکالا جو لاؤنج میں پلوشہ کے پاس بیٹھا اس سے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

باتیں کر رہا تھا اور اس کے ننھے ننھے ہاتھوں کو پکڑتا تو کھلکھلانے لگتی۔

☆☆☆

''مہران۔'' اسفر کی زوردار آواز سے مہران تیزی سے پیچھے ہٹا، پلوشہ جسے اماں بی کے ساتھ صوفے پر لٹا گئی تھی نیچے گر گئی اور زور زور سے چیخنے لگی۔

''پاپا وہ میں بس ایسے ہی اس کے ساتھ کھیل رہا تھا یہ رو رہی تھی میں پاس گئی تو ہنسے لگی اور چپ کر گئی پاپا بڑی اماں کہتی ہے کہ یہ میری بہن ہے۔'' وہ معصومیت سے اپنے پاپا کے غصے سے بے خبر اپنی سنائے جا رہا تھا۔

''مہران کتنی دفعہ کہا ہے کہ اس کے پاس مت جایا کرو۔'' اماں بی جو اس دوران آ کر پلوشہ کو اٹھا چکی تھی جانے لگی تو اسفر نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

''اماں بی کتنی دفعہ بکواس کی ہے کہ اسے اس کے سامنے مت لایا کریں اور نہ ہی اسے یہ سکھائیں کہ یہ اس کی بہن ہے نہیں ہے اس کی یہ بہن لے جائیں اسے یہاں سے بند کروائیں اس کی آواز روتے ہوئے بچوں سے سخت نفرت ہے مجھے سخت نفرت۔'' مہران کو کھینچتا کمرے میں لے گیا۔

''مہران میں تمہیں بہت ماروں گا اگر تم اب اس کے پاس بھی گئے۔'' وہ غرا رہا تھا اور ننھا مہران جو پہلے ہی سہم گیا تھا مزید خوفزدہ ہو گیا۔

''میں تمہارا پاپا ہوں اور تم میرے بیٹے ہو پلوشہ ہماری کچھ نہیں لگتی وہ منحوس ہے اگر اس کے نزدیک جاؤ گے تو اپنے پاپا کو کھو دو گے بولو پاپا کو کھونا چاہتے ہو۔'' تو مہران آ کر اس سے لپٹ گیا۔

''نہیں پاپا میں آپ کو نہیں کھوؤں گا اور نہ ہی گندی پلوشہ کے پاس جاؤں گا وہ میری بہن نہیں ہے میں اب بالکل اس کے ساتھ بات نہیں کروں گا آئی لو یو پاپا آئی لو یو سو مچ۔'' سات سالہ مہران اس کے گلے سے لگا رو رہا تھا۔

''آئی لو یو ٹو مائی سن یو آر سو سویٹ کلاتھ چینج کرو پھر گھومنے چلتے ہیں آج میرا بیٹا جہاں کہے گا وہیں لے چلوں گا مگر اس پرامس کے ساتھ کہ آج کے بعد اس بچی کے پاس بالکل نہیں جائے گا پرامس پاپا سے کرو۔'' اسفر جس نے آج تک نفرت ہی کی مگر مہران سے بے انتہا محبت کرتا اور پلوشہ کے نام پر لہجہ ہی بدل جاتا نفرت سے۔

''پرامس پاپا، میں پلوشہ کے پاس بالکل نہیں جاؤں گا اور نہ ہی اسے دیکھوں گا اور آج میں زو جاؤں گا او کے پاپا۔'' وہ پرامس کرتا خوشی سے زو جانے کی تیاری کپڑے بدلنے بھاگ گیا، مہران اور اسفر دونوں جا رہے تھے اور ایسے میں اماں جی جو کچن میں پلوشہ کو اٹھائے ہوئے تھی ان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

''کاش بیٹی مریم یہ امانت میرے سپرد نہ کی ہوتی پتہ نہیں میں اس بچی کی اچھی تربیت کر پاؤں گی کہ نہیں اللہ میرے رحم فرما سگا باپ اور نفرت کا یہ عالم کاش اسفر بابو آپ کو کہہ سکوں کہ جو مہران کی رگوں میں خون ہے وہی اس کی رگوں میں بھی ہے اور مہران کتنا خوش ہوتا ہے اپنی بہن سے مل کر کتنا زہر ڈال رہا ہے بچوں کے ذہن میں یا اللہ اس گھر کو تو اپنی حفظ و امان میں رکھ۔''

☆☆☆

''شیرازی ہاؤس'' میں چار افراد رہتے ہیں اسفر، مہران، اماں بی، پلوشہ، اماں بی کھانا بنانے اور صفائی وغیرہ کے لئے دن میں ہی ایک میڈ آتی اسفر اپنے اور مہران کے کپڑے وغیرہ لانڈری سے دھلوا لیتا جبکہ پلوشہ کے کام اماں بی خود ہی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کرتی اور مہران زیادہ تر بورڈنگ میں اسفر سنگاپور تو اماں بی اور پلوشہ یہی، پھر سارا وقت گھر میں اکیلی ہوتیں۔

''اماں بی..... اماں بی۔'' اسفر انہیں پکارتا کچن کی طرف ہی آرہا تھا۔

''جی چھوٹے صاحب خیریت کیا ہوا؟''

''ہاں اماں بی خیریت ہی ہے کھانے میں آج کیا پکائیں گی آپ۔'' وہ کچن میں ان کے پاس آکر بولا۔

''صاحب جی آپ جو حکم کریں گے وہی پکا دوں گی۔'' وہ ان کی طرف دیکھتی بولی۔

''اونہہ آپ ایسا کریں بریانی چکن کڑاہی رائتہ سلاد اور کچھ اور یعنی کہ کوئی سویٹ ڈش تیار کرلیں۔'' وہ سوچتے ہوئے بولا۔

''اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیں میں آفس جا رہا ہوں بارہ بجے میرے واپسی ہوگی بازار سے کچھ لینا ہے تو لیتا آؤں گا۔''

''صاحب جی سب کچھ کچن میں موجود ہے کیا صرف آپ کے لئے ہی سب کچھ بنانا ہے یا کوئی مہمان وغیرہ ہے۔''

''اوہو سوری اماں بی یہ تو بتانا میں بھول گیا ہاں ایک مہمان ہے، ٹھیک ہے میں چلتا ہوں آپ سب کچھ وقت پر تیار کر لیجئے گا۔''

''جی صاحب جی۔'' وہ انہیں جاتے دیکھ کر بولیں۔

☆☆☆

''ہیلو عزہ کہاں ہو یار آج میرے گھر آنے کا وعدہ تھا آرہی ہو کہ نہیں۔'' گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے عزہ کو کال کی جو کہ ایک سے دوسری بیل کے بعد ریسیو کر لی گئی۔

''ہاں اسفر میں اس وقت گھر پر ہی ہوں اور مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ کے گھر آنے کا وعدہ میں آجاؤں گی لنچ ٹائم کیا یہ بہتر نہیں۔'' عزہ خوشدلی سے بولی۔

''ہاں ٹھیک ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہارے گھر سے پک کرلوں ابھی تو میں آفس جا رہا ہوں ایک اہم میٹنگ ہے او کے اللہ حافظ میں پک کرلوں گا۔''

☆☆☆

''بھابھی جان آج میں کہیں انوائیٹڈ ہوں اس لئے آئمہ کی طرف شام کو یا پھر کل چلے جائیں گے۔'' عزہ اپنی بھابھی دلنشین کو اپنی آج کی مصروفیت بتاتی بولیں جو کہ انہیں اپنی دوست کی طرف اپنے ساتھ جانے کو کہہ رہی تھیں۔

''او کے جیسی تمہاری مرضی بائی دا وے کہاں جا رہی ہو تیاری بھی خاص لگ رہی ہے۔'' وہ اس کی تیاری کو نظر میں رکھتے بولیں۔

''بھابھی جی میں آپ کو واپسی پر بتاؤں گی کہ میں کہاں جا رہی ہوں اور تیاری کی خاص وجہ کیا تھی۔''

''ٹھیک ہے بھئی واپسی پر ہی بتا دینا میں گڑیا کے لئے نوڈلز تیار کرلوں آتے ہی شور مچا دے گی۔'' وہ کمرے سے جاتے ہوئے بولیں۔

☆☆☆

وہ میٹنگ سے فارغ ہو چکا تھا اور اب اس کا رخ عزہ کے بتائے گئے پتہ کی طرف تھا موجودہ پتہ پر پہنچتے ہی اس نے عزہ کو کال کی کہ وہ آگیا ہے عزہ گھر سے باہر آئی اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''ہاؤ آر یو اسفر۔'' گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے کہا۔

''آئی ایم فائن۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''جناب جی یقیناً اپنے گھر والوں سے

www.pakistanipoint.com

ملوانے کا ارادہ ہے اس لئے گھر لے کر جا رہے ہو بھئی آپ کے پاپا سے بڑا ڈر لگتا ہے۔'' وہ اک ادا سے بولی اسے اسفر شیرازی کے چہرے پر تاریک سائے آئے مگر پل بھر کے لئے۔

''اونہہ ارادہ تو یہی ہے دیکھتے ہیں عزہ جی کہ آپ اس بار کے آگے کہاں تک قائم رہ پاتی ہیں۔'' دونوں پچھلی باتیں دوہراتے گھر تک پہنچ گئے، شیرازی ہاؤس ایک مکمل اور خوبصورت محل تو تھا مگر گھر نہ تھا کیونکہ گھر خوبصورت تو مکین مکینوں کی محبت سے ہوتا ہے۔

''السلام علیکم جی!'' اماں بی اسفر کے ساتھ لڑکی کو دیکھ کر حیران ہوئی کیونکہ ان گزرے سالوں میں پہلی دفعہ اسفر کے ساتھ کوئی لڑکی اس گھر میں آئی تھی۔

''وعلیکم السلام۔'' عزہ نے جواب دیا۔

''اماں بی انہیں ڈرائینگ روم میں لے جائیں میں چینج کر کے آتا ہوں۔''

''جی صاحب آیئے بی بی جی۔'' اماں بی حیرانگی سے دیکھتے بولیں، عزہ اماں بی کی معیت میں ڈرائینگ میں آئی۔

''بی بی آپ کیا لیں گی کولڈ ڈرنک یا پھر جوس وغیرہ۔''

''نہیں شکریہ اس وقت تو ضرورت کسی چیز کی نہیں۔'' اماں بی ابھی وہیں کھڑی تھیں کہ اسفر چلا آیا۔

''اماں بی مہران کہاں ہے۔''

''صاحب جی مہران بیٹا ذرا باہر کھیلنے گیا ہے اجو کے ساتھ۔'' اماں بی نے ڈرائیور کی بیٹی کا نام لیا جو پلوشہ اور مہران کو قریبی پارک میں لے گئی تھی۔

☆☆☆

عزہ جو ابھی تک حیران تھی کہ گھر کا کوئی فرد اس کے سامنے نہیں آیا بول ہی پڑی۔

''اسفر آپ کے پیرنٹس وغیرہ اینڈ یور وائف اور سناؤ لائف کیسی جا رہی ہے۔''

''یہ بتانے کے لئے تو گھر تک لایا ہوں گھر میں کوئی نہیں ہوتا سوائے میرے اور مہران کے اور کچھ نوکر چاکر وغیرہ بس۔''

''کیوں باقی گھر کے لوگ کہاں ہیں۔'' وہ حیرانگی سے بولی۔

''باقی کے لوگوں کو تقدیر نے مجھ سے چھین لیا۔'' اور پھر وہ ہر بات بتاتا چلا گیا۔

''اپنی نفرت محبت سب کچھ آج مجھے لگتا ہے کہ میں بہت تنہا ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں لوگ کہتے ہیں کہ اسفر شیرازی بہت مضبوط ہے کہ اس کی زندگی حادثات سے بھری پڑی ہے مگر یہ ٹوٹا نہیں لوگ کیا جانیں کہ اسفر شیرازی اندر سے کتنا تنہا ہے اندر سے بہت ٹوٹ گیا ہے۔''

''عزہ مما پاپا اور تائی آمنہ اور بابا تیمور کے بعد مجھے سب سے زیادہ تمہاری ضرورت محسوس ہوئی مگر تم نے تو پلٹ کر خبر بھی نہ لی بلکہ بے رحمی سے خود سے جدا کر کے چلیں گئی، کاش عزہ پلٹ کر دیکھتیں تو سہی میں تمہاری جدائی میں ٹوٹ چکا تھا مریم کو وہ محبت کبھی نہیں دی جس پر تمہارا حق تھا عزہ مجھے لگتا ہے کہ آج میری ساری تھکن اتر گئی۔'' وہ نم سے لہجے میں بولا۔

''اوہ ویری سیڈ اسفی زندگی نے سچ میں تمہارے ساتھ بہت برا کیا مگر مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں ہی کی قسمت ایک جیسی ہے، اپنے کزن سے شادی کے بعد میں امریکہ چلی گئی مگر میں نے وہاں بہت مشکل وقت گزارا وہ مجھے وہاں لے جا کر بھول گیا بس اس کے نزدیک میری اہمیت شو پیس سے زیادہ نہ تھی اگر باہر چلی جاتی تو طرح طرح کی سوال پوچھتا برے برے الزام لگاتا

راتوں کو گھر دیر سے آتا شراب پیتا جوا کھیلتا آہستہ آہستہ وہ مجھے بھی کنوینس کرنے لگا کہ میں اس کے ساتھ پارٹیز اٹینڈ کروں اس کے دوستوں کے ساتھ ڈانس کروں نائٹ کلب جاؤں مجھ میں مشرقیت ابھی زندہ تھی کہ میں ان برائیوں پر خود کو آمادہ نہ کر پائی وہ مغربی تہذیب میں پلا بڑھا تھا اس لئے اس کی سوچ بھی مغربی ہی تھی وہ بیوی اور گرل فرینڈ کے فرق کو بھول گیا مجھ سے مزید برداشت نہ ہوا اور میں نے وہاں کے قانون کے تحت اس سے طلاق لے لی اور پچھلے کچھ ماہ سے پاکستان میں ہی ہوں میں بھی تنہا ہوں اور آج کل اپنے بھائی کے ساتھ رہتی ہوں جس طرح آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ تنہا ہیں اس طرح میں بھی تنہا ہی ہوں میں نے پورے چھ سال اس کے ساتھ گزارے مگر بہت اذیت دہ تھے یہ سال اب مجھے لگتا ہے کہ میں آزاد ہوں اگر اولاد ہوتی تو شاید میں واپس نہ پلٹتی مگر خدا کا شکر تھا کہ میرے پاؤں میں ایسی کوئی زنجیر نہیں تھی۔

’’اوہو تقدیر نے ہم دونوں کو پھر وہیں لا کھڑا کیا جب جہاں سے ہم چلے تھے اس دوران مہران آ گیا اور اپنے پاپا کے ساتھ خوبصورت سی ماڈرن لڑکی دیکھ کر رک سا گیا۔

’’آؤ آؤ مہران بیٹا ان سے ملو یہ آپ کی آنٹی ہیں اور عزہ یہ میرا بیٹا مہران۔‘‘

’’السلام علیکم آنٹی!‘‘ مہران نے جھینپتے ہوئے سلام کیا۔

’’وعلیکم السلام مہران بیٹا آؤ بیٹھو۔‘‘ عزہ نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

’’او کے آپ لوگ باتیں کریں میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔‘‘

اماں بی جو پلوشہ کو کھانا کھلا رہی تھیں اسفر ان کے پاس آیا۔

’’اماں بی آپ کھانا لگائیے اور یہ لڑکی جو میرے ساتھ آئی ہے عزہ ہے۔‘‘ اس نے اماں بی کی حیرانگی دور کرتے کہا۔

’’جی بیٹا لگاتی ہوں۔‘‘

ڈائننگ ٹیبل پر اسفر عزہ اور مہران تھے۔

’’بھئی اسفر تمہارا بیٹا تو بڑا جینئس ہے باتیں بڑی بڑی کرتا ہے۔‘‘ عزہ مہران کی باتوں سے لطف اندوز ہوتے بولی۔

’’یقیناً آخر بیٹا کس کا ہے محترمہ یہ بھی تو دیکھیں۔‘‘ اسفر بھی اس منظر سے خوشی محسوس کرتے بولا۔

’’خیر یہ تو ہے جینئس باپ کا جینئس بیٹا، سچ اسفر میں بہت خوشی فیل کر رہی ہوں مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں اس وقت یہاں ہوں۔‘‘

’’عزہ تم یہاں ہو اس وقت اور میری خواہش ہے ہمیشہ کے لئے تم یہاں آ جاؤ میرے مہران کی نئی ممی مل جائے گی اور اس گھر کو مالکن کیا اچھا نہیں ہو گا عزہ اگر تم اس گھر میں آ جاؤ ہمیشہ کے لئے۔‘‘ اسفر خوشدلی سے مسکراتا بولا۔

’’اب میں کیا کہہ سکتی ہوں مجھے بھی یہ منظر بہت اچھا لگا ہے، اینڈ آئی لو یو سوچ۔‘‘

’’او کے مہران بیٹا آپ روم میں چلو میں آپ کی آنٹی کو چھوڑ کر آتا ہوں۔‘‘

’’نہیں پاپا میں بھی ساتھ چلوں گا اور آپ آنٹی کو کہیں نا کہ ہمارے ساتھ ہی رہیں۔‘‘

مہران کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ عزہ جائے۔

’’دیکھ لو محترمہ میرے بیٹے کو بھی اپنے جال میں پھنسا لیا۔‘‘ وہ عزہ کی طرف دیکھتے بولا۔

’’یہ تو اپنے بیٹے سے پوچھیئے ہمیں الزام مت دیں چلو بھئی مہران آپ بھی ساتھ آ جاؤ کیونکہ آپ کی آنٹی کا بھی دل نہیں چاہ رہا اکیلے جانے کو۔‘‘ وہ اسفر کی بات کا جواب دیتے ہوئے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بولی۔

☆☆☆

''بھابھی آج میں اسفر کے گھر گئی تھی۔''
رات کو بھابھی اس کے بیڈ روم میں آئی تو اس نے بتایا کہ وہ کہاں گئی تھیں۔

''اسفر کے گھر مگر کیوں.....؟'' کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اسفر کی شادی تایا زاد مریم سے ہوگئی تھی اور یہ کہ اسفر کے پاپا عزہ کے پاس آئے تھے۔

''اسفر ملے تھے مجھے وہی لے گئے اپنے گھر اس کے پیرنٹس ایک حادثے میں جاں بحق ہوگئے اور مریم کے پیرنٹس بھی کچھ سال بعد اس کی بیوی مریم کو برین اٹیک ہوا اور وہ بھی مرگئی۔ مہران کا ایک ہی بیٹا ہے گھر میں اپنے بیٹے اور نوکروں کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔''

''اور میں اس سے ملنے گئی تھی اس کا بیٹا بڑا دلچسپ تھا سات سال کا مہران اسفر شیرازی۔''

''او بہت افسوس ہوا خیر اب تم بتاؤ تم کیا چاہتی ہو۔'' بھابھی جو کہ اس کی ہم عمر خالہ زاد دوست اور بھابھی بھی تھیں اس کے سارے حالات جانتی تھیں اور انہیں دکھ تھا کہ عزہ چھوٹی سی عمر میں طلاق یافتہ تھیں۔

''بھابھی اب میں بھلا کیا چاہوں گی دیکھتی ہوں حالات کا رخ کس طرح کو ہوتا ہے۔''

☆☆☆

اسفر کو تو جیسے خوشی مل گئی گھر کو نئے طریقے سے سیٹ کیا اور پھر عزہ اس گھر میں عزہ اسفر بن کر آ گئی دونوں ایک دوسرے میں گم ہوگئے اسفر نے سنگاپور کے لئے ٹکٹ کروائے اور دو ہفتے کے لئے چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ کبھی کسی سے ایک منٹ کی ملاقات ہو تو پتہ چل جاتا ہے کہ بندہ کس عادت و اطوار کا مالک ہے۔ عزہ بھی اسی طرح تھی اسفر اسے پا کر بھول گیا کہ اس کے پاس مہران بھی ہے مہران نے کہا بھی کہ پاپا اب تو نئی مما آ گئی ہیں مجھے گھر لے چلیں مگر عزہ نے کہا کہ جو تربیت بورڈنگ میں ہوتی ہے وہ گھر نہیں ہوتی اور یوں مہران بورڈنگ میں ہی رہا اسفر جو پہلے ہفتہ بعد مہران کے پاس جاتا تھا اب دو دو ہفتے ہو جاتے مگر وہ نہ جاتا اگر کبھی عزہ سے ہٹ کر سوچتا تو خیال آ جاتا کہ مہران کے پاس بھی جانا ہے اور جب جاتا تو مہران رو رو کر شکوہ کرتا۔

☆☆☆

''اسفی مجھے کچھ پیسے چاہیے میری دوست کی ویڈنگ اینی ورسری ہے اس نے ہمیں بلایا ہے تو کچھ شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ الماری میں اپنے کپڑے ہینگ کرتی بولی۔

''کتنے چاہیے پیسے ہماری ڈیئر وائف کو۔'' وہ جو بیڈ پر دراز ہو کر پروین شاکر کی خوشبو پڑھ رہا تھا مسکراتے ہوئے بولا۔

''Only thirth thousand۔'' وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

''واٹ مگر ابھی تو تم نے کل Fifth thousand منگوا سے لئے ہیں پھر اتنے زیادہ پیسے۔'' وہ حیرانگی سے بولا۔

''اوہ ہو اسفی کل میں نے شاپنگ کی چالیس ہزار کا ایک جیولری سیٹ لیا اور دس ہزار کے میں نے شوز لئے ابھی ڈریس وغیرہ اور گفٹ تو لینا ہے اور اگر ایسے ہی وہاں چلی جاؤں تو مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر آپ کو پتہ تو ہے کہ صرف پارٹی میں ڈریس جیولری کو یہ دیکھا جاتا ہے اور پھر میں تو اسفر شیرازی کی وائف ہوں مجھے سب سے منفرد نظر آنا چاہیے، ٹھیک ہے اگر آپ نہیں دیتے تو نہ سہی میں نہیں جاتی۔'' عزہ نے روٹھے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوئے لہجے میں کہا۔

''او کے اب ناراض نہ ہو جانا مینجر کو فون کرتا ہوں وہ بھجوا دے گا پارٹی تو رات کو ہے اس لئے تھوڑی دیر بعد جا کر شاپنگ کر لینا اور کل ہفتہ ہے مہران کو جا کر لے آنا میری ایک امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔'' اس نے اسے کہا اور باہر نکل گیا۔

☆☆☆

''السلام علیکم بھابھی کیا حال ہے؟'' کال ریسیو ہوتے ہی عزہ نے کہا۔

''وعلیکم السلام بھئی ہم تو خیریت سے ہیں آپ سنائیے کیسی جا رہی ہے لائف۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''ہم بھی خیریت سے ہیں اور لائف بھی خیریت سے گزر رہی ہے بھابھی، میں نے فون اس لئے کیا تھا کہ اگر آپ فارغ ہوں تو شاپنگ کرنے چلیں۔''

''سوری عزہ میری بہن آ رہی ہے آج تم بھی ادھر آ جاؤ۔'' انہوں نے اسے بھی اپنے پاس بلاتے کہا۔

''نہیں بھابھی پھر میں اکیلی چلی جاتی ہوں کیونکہ عاصمہ کی ویڈنگ اینی ورسری ہے۔''

''چلو اچھا جیسے تمہاری مرضی۔'' انہوں نے کال بند کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

''پلوشا بیٹا تو بڑا تنگ کرتی ہے مجھے آرام سے سو جا تیرے پاپا آنے والے ہیں اور بی بی صاحبہ بھی اگر کھانا وقت پر تیار نہ ملا تو عزہ بی بی وہ شور مچائیں گی اللہ بچائے پوری آفت ہے۔''

اماں بی جو پلوشہ کے ساتھ پہلے شیرازی ہاؤس میں ہی تھیں اب کوراٹر میں تھی پلوشہ جو اس گھر کی مالک تھی مگر اب مالک عزہ تھی گھر پر حکمرانی عزہ کی تھی۔

وقت نے بہت سے ماہ و سال کو سر کر لیا اور چھ سال کا عرصہ بیت گیا اسفر اور عزہ کے درمیان پہلے دن کی طرح انڈسٹینڈنگ نہ تھی عزہ فضول خرچ تھی آئے دن کی شاپنگ اسفر کا موڈ خراب کر دیتی مگر اسے اس کی بالکل پرواہ نہ تھی آئے دن پارٹیز میں جاتی کبھی کسی دوست کی طرف تو کبھی کسی دوست کی طرف اور اب اسفر شیرازی کو مریم شدت سے یاد آتی۔ پلوشہ کبھی باپ کے سامنے نہ گئی کیونکہ وہ جب وہ اچانک سے سامنے چلی جاتی تو نفرت کی نظروں کا شکار ہو جاتی مہران بورڈنگ سے ہوسٹل میں منتقل ہو گیا اور گھر میں آنا پسند نہ کرتا اگر کبھی آتا تو اپنے کمرے تک محدود رہتا پلوشہ باپ اور بھائی کو چھپ چھپ کر دیکھتی، مگر سامنے جانے کی ہمت نہ کرتی، حالات نے اسے یہ سکھا دیا کہ وہ اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی اپنوں کے پاس نہیں، وہ سکول میں فائیو سٹینڈرڈ میں تھی جبکہ مہران نائنتھ میں تھا۔

☆☆☆

''عزہ میں نے کہا ہے نا کہ مجھے بچہ نہیں چاہیے مگر تم..... تم سمجھ کیوں نہیں رہی کیونکہ یہ ساری جائیداد مہران کی ہے تم سب کچھ لٹا چکی ہو اور تم نے جو منافقت اپنے چہرے پر سجائی ہوئی تھی وہ ان چھ سالوں میں ہزار دفعہ تمہارے چہرے پر دیکھ چکا ہوں بہت بری ہو تم بہت بری اور جس کزن کو تم امریکہ میں چھوڑ آئیں تھیں ملا تھا مجھ سے وہ اور جو تم نے الزام اس پر لگائے وہ بھی میں دیکھ چکا وہ ایک اچھا لڑکا تھا، اس لئے اس نے تمہیں چھوڑ دیا اور میری بدقسمتی کہ میں نے تمہیں اپنا لیا اور کہاں گئی تمہاری مشرقیت شوہر گھر ہو رات کو پارٹی سے دو بجے لوٹنا کہاں ہے مشرقیت بولو عزہ جواب دو اور جاؤ اپنا ابارشن کرواؤ ورنہ اس گھر سے نکل جاؤ دفعہ ہو جاؤ، میں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

جارہا ہوں میرے آنے سے پہلے ابارشن یا پھر دور چلی جانا میرے گھر سے انڈر سٹینڈ.....؟'' وہ چیخ رہا تھا پورا کمرہ اپنی حالت پہ بے بس تھا ہر چیز تہس نہس تھی کمرے کی کوئی چیز سلامت نہ تھی۔

''تم پاگل ہو گئے ہو میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی کبھی بھی نہیں بچہ تو ہوگا اور برابر کا حقدار ہوگا اس پراپرٹی کا انڈر سٹینڈ اور میں تمہاری بیوی ہوں کوئی رکھیل نہیں۔'' وہ بھی چیخ رہی تھی شور مچا رہی تھی۔

''اُف جاہل عورت میں نے سب کچھ کھو دیا سب کچھ اور ایسا مریم کی وجہ سے ہوا نفرت ہے مجھے آج بھی تم سے مریم تیمور شدید نفرت یہ سارا تیرا کیا بھگت رہا ہوں اپنی نحوست بھی لے جاتی جو آج میں اس گھر کے در و دیوار کو گھن کی طرح کھا رہی ہے۔'' وہ مسلسل ڈرائیونگ کر رہا تھا اسے پتہ نہ تھا کہ کہاں جانا ہے لمبی سڑک اور پھر سوچ کا در بھی لمبا۔

☆☆☆

''اماں بی آج پاپا کیوں لڑ رہے تھے عزہ مما سے۔'' پلوشہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

''بیٹا یہ عورت ہی بری ہے آج تک اس گھر میں جو کچھ ہوا سب اس کی وجہ سے ہوا نہ یہ اسفر بابو کی زندگی ہوتی نہ وہ مریم سے نفرت کرتا پتہ نہیں بیٹی اس گھر کو کبھی مکمل خوشی کیوں نہیں ملی۔''

''اماں کیا میری ماں بہت اچھی تھی۔'' وہ اکثر پوچھتی رہتی۔

''ہاں وہ بہت اچھی تھی اس نے کبھی کوئی شکایت نہیں کی تھی بہت صابر تھی۔'' ابھی وہ باتیں کر رہی تھیں کہ عزہ کی چیخ سنائی دی۔

''اللہ خیر۔'' اماں بی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

دروازہ کھولو تو عزہ بیڈ پر لیٹے کراہ رہی تھی۔

''اماں بی پلیز ڈرائیور کو بلائیے میں مر رہی ہوں اماں پلیز۔'' اور یہ کہتے ہی وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی۔

عزہ نے ایک ایب نارمل بچی کو جنم دیا اسفر کو پتہ چلا تو اس نے بہت شور مچایا اور کہا کہ اگر وہ واپس گھر آئی تو بچی کو وہیں کسی ادارے میں پھینک آئے مگر عزہ نے کہا کہ اگر بچی ابنارمل ہے تو اس میں میرا کیا قصور مگر ہے تو میری بیٹی آپ کی بیٹی مگر اسفر نے کچھ نہ سمجھا اور عزہ کو طلاق دے دی اور اپنی زندگی سے اس باب کو ختم کر دیا۔

☆☆☆

''اماں بی پاپا مجھ سے نفرت کیوں کرتے ہیں کیا وہ مجھے کبھی پیار نہیں کریں گے۔'' اماں بی اسے بونی لگا رہی تھی اور بار بار کیئے جانے والا سوال پھر زبان پر آ گیا۔

''ضرور کریں گے پیار میری بیٹی سے پیاری سی پلوشہ سے تو کیوں سوچتی ہے چلد جلدی سے یونیفارم پہن سکول بھی جانا ہے آج میرے بچے کا رزلٹ ہے نا سب سے زیادہ نمبر ہوں گے ہیں نا۔'' اماں بی اس کا درد جانتی تھیں مگر کیا کر سکتی تھیں۔

''ہاں اماں میری ٹیچر کہتی ہے کہ سب سے زیادہ میرے مارکس آئیں گے بلکہ میں فرسٹ پوزیشن لوں گی۔'' وہ خوشی سے بتانے لگی۔

''اور جب تو گھر آئے گی نا تو میں تمہارے لئے میٹھی سویاں بناؤں گی اور ہم مٹھائی بھی بانٹیں گے۔'' پلوشہ ناشتہ کر رہی تھی اور اماں بی اس کی خوشی کو کس طرح منانا ہے بتا رہی تھیں۔

''اماں کیا ہم پاپا کو بھی مٹھائی دیں گی میں انہیں بھی بتاؤں گی کہ میں اچھے نمبروں سے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کامیاب ہوگئی ہوں۔'' وہ خوشی سے بولی۔

''ہاں ٹھیک ہے اللہ تجھے خوش رکھے، شاباش چل اٹھ دیر ہو رہی ہے، اللہ حافظ، اللہ حافظ اماں۔''

وہ سارے راستے خوش تھی کہ آج رزلٹ اناؤنس ہونا تھا اور اسے یقین تھا کہ پہلی پوزیشن اس کی ہی ہوگی۔

سکول پہنچتے ہی وہ جلدی سے کلاس میں گئی سکول میں تقریب تھی وہ بیگ رکھ کر جلدی سے باقی کلاس اور ٹیچرز کی طرف بڑھ گئی ہر لڑکی کے ساتھ اس کے پیرنٹس تھے مگر وہ تنہا بیٹھی تھی اس لمحے اس شدت سے اپنے پیرنٹس کی یاد آئی۔

''کاش مما آپ میرے پاس ہوتیں پاپا تو مجھ سے نفرت کرتے ہیں بہت نفرت اماں بی کہتی ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں منحوس ہوں مگر اماں بی کہتی ہے کہ بیٹیاں منحوس نہیں ہوتی یہ تو رحمت ہوتی ہیں مما آئی مس یو۔'' وہ نظریں سامنے ٹکائے سوچے جا رہی تھی اسے کچھ نہ سمجھ آ رہا تھا کہ سامنے کھڑی ٹیچر کیا کہہ رہی ہے۔

اس سکول کا اثاثہ اور میراث کلاس کی بہترین سٹوڈنٹ پلوشہ اسفر فسٹ آئی ہیں ٹیچر نے اس کا نام لیا تو وہ بس خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی نروس سی ہوگئی دوبارہ ٹیچر کے بلانے پر وہ کھڑی تو ہوئی مگر اس کی ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں وہ پزل سی ہوگئی کہ کیا کہے گی جا کر اس سے پہلے کہ تھرڈ بار اس کا نام لیا جاتا وہ لڑکھڑا کر گر پڑی اور بے ہوش ہوگئی۔

اس کی آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو ایک کمرے میں پایا، پاس ہی اماں بی سکول ٹیچرسی ثروت اور ڈاکٹر کھڑی تھیں۔

''اماں!'' خوف سے اس نے اماں کو پکارا اور گلے لگ کر رونے لگی۔

''بچی کی کنڈیشن بہت سیریس ہے اگر اس کی یہی حالت رہی تو یہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو دی گئی اسے آپ عام بچوں کی طرح رکھیں سکول ٹیچر کی رپورٹ کے مطابق پلوشہ اسفر نہ تو کسی سے بولتی ہے نہ کسی کے ساتھ کھیلتی ہے بس تنہا بیٹھی رہتی ہے اگر کوئی بلانے کی کوشش کرے تو خوفزدہ ہو جاتی ہے اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنی سنجیدگی اور اگر آپ نے اس پر دھیان نہ دیا تو......''

اماں بی نے ڈاکٹر کو اسفر کا کارڈ دے دیا اور اب وہ ڈاکٹر کے سامنے بیٹھے تھے اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھی ڈاکٹر کو کچا چبا جائیں یا پھر پلوشہ کو جان سے مار دیں وہ اس کا ذکر سننا پسند نہیں کرتا تھا مگر اب۔

''آپ اس کا علاج کرنا چاہتی ہیں تو کریں آپ کو جتنے پیسوں کی ضرورت ہے دے دوں گا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ میں مشکل سے اپنے لئے ٹائم نکالتا ہوں۔''

''علاج اس کا میڈیسن نہیں بیسٹ کمپنی ہے آپ اسے آج ہی گھر لے جا سکتے ہیں۔'' ڈاکٹر نے حیرانگی سے کہا کیونکہ وہ اس کے رویے سے کافی حیران ہوئی تھی۔

☆☆☆

وقت نے گزرنا ہوتا ہے اس لئے یہ تو بس گزر جاتا ہے کسی کا انتظار کیے بغیر اور پلوشہ آج بھی پاپا کے لمس سے ناآشنا تھی وہ چھپ چھپ کر دیکھتی اور روتی رہتی بہت سے ایسے لمحے آئے جہاں اسے اپنے مما پاپا کی ضرورت پڑتی مگر وہاں اسے تنہا ہی کھڑا ہونا پڑتا اور اسی تنہائی نے اس اندر اور باہر بسیرا کر لیا تھا وہ خاموش تنہائی کا درد پیتی اور کسی کو نہ بتاتی اماں بی بھی اب بوڑھی ہوگئی تھیں اور جوڑوں کے درد کی وجہ سے کمرے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

میں ہی رہتی پلوشہ کے لئے وہ ماں بھی تھیں اور باپ بھی اس لئے وہ ان کا بہت خیال رکھتیں اب وہ میٹرک کے ایگزامز سے فارغ ہوگئی تھی اور سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا کرے مہران ایک سال سے یورپ میں تھا شروع شروع میں تو وہ اسفر کو کال کر لیتا اگر اس دوران وہ اٹھالیتی تو خاموشی سے بند کر دیتا تو وہ رو دیتی کہ وہ بھی تو بھائی کی آواز و صورت کو ترس رہی تھی وقت کا کام تھا گزرنا، وہ گزرتا رہا اب تو مہران بھی کال نہ کرتا تھا۔ اسفر نے اسے بہت بلایا کہ آجاؤ میں تمہارے بغیر تنہا ہوں مگر وہ واپس نہ آیا، اسفر بہت بیمار تھا ہر وقت میڈیسن کے زیر اثر سویا رہتا تو ایسے میں وہ کمرے میں آجاتی کمرہ صاف کرتی اور اپنے پاپا کے پاس بیٹھی رہتی کبھی سر دباتی کبھی پاؤں آج بھی ڈاکٹر کمرے میں اس کے پاپا کا چیک اپ کر رہا تھا جبکہ وہ باہر بیٹھی تھی تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر باہر آیا تو وہ تیزی سے ان کے پاس آئی، احمر سلیم ان کا فیملی ڈاکٹر تھا اور اس کے پاپا کا دوست بھی۔

''السلام علیکم سر!''

''وعلیکم السلام بیٹا۔'' انہوں نے محبت سے جواب دیا۔

''سر پاپا کی طبیعت اب کیسی ہے وہ کب ٹھیک ہوں گے۔'' وہ تشویش سے بولی۔

''انشاءاللہ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے اگر وہ اپنا خیال رکھیں گے آپ انہیں وقت پر میڈیسن دیتے رہیں اور اللہ سے دعا کریں نماز پڑھ کر۔''

''جی اچھا؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''نماز میں نے تو کبھی پڑھی ہی نہیں بچپن میں سیکھی تھی اماں بی سے مگر اب تو بھول گئی کہ کس طرح پڑھنی ہے کیا کروں یا اللہ میرے پاپا کو اچھا کر دے وہ پہلے کی طرح لڑیں جھگڑیں، پلیز اللہ میرے پاپا جلد اچھے ہو جائیں۔'' وہ ہیں لاؤنج میں بیٹھی اللہ سے فریاد کر رہی تھی۔

''مجھے مارکیٹ جانا چاہیے وہاں تو ہر طرح کی بکس مل جاتی ہیں کوئی نماز کے متعلق بک لینی چاہیے یہ ٹھیک ہے۔'' وہ جلدی سے ڈرائیور کی طرف گئی اور اسے گاڑی نکالنے کو کہا اور کمرے میں آکر پیسے اٹھاتے اور اماں بی کو بتا کر ڈرائیور کے ساتھ مارکیٹ میں چلی آئی۔

☆☆☆

وہ نماز پڑھ کر دعا مانگنے لگی۔

''یا اللہ تو مجھے معاف فرما مجھ پہ اپنی رحمت نازل فرما، یا اللہ تو میرے پاپا کو صحت و تندرستی دے، یا اللہ تو...... تو شفا دینے والا ہے، یا اللہ میرے پاپا کو اچھا کر دے۔'' وہ رو رو کر اللہ سے دعا کر رہی تھی، اسفر شیرازی کو فالج اٹیک ہوا تھا اور بول نہیں سکتے تھے اور دونوں ٹانگوں سے معذور ہو چکے تھے اس لئے ہر وقت کمرے میں سوئے رہتے وہ ایف ایس سی پارٹ ون میں تھی اور شہر کے مشہور ترین کالج میں اس کا ایڈمیشن ہوا تھا وہ کالج جاتی اور واپس آکر اماں بی اور پاپا کی کیئر میں لگ جاتی اسے لگتا کہ اب وہ تنہا نہیں ہے زیادہ وقت اپنے پاپا کے ساتھ ان کے کمرہ میں ہی گزارتی اس دوان وہ کبھی نہیں بولی بس خاموشی سے کام کرتی رہتی یا پھر پڑھتی رہتی۔

وہ لائبریری میں بیٹھی ریڈنگ کر رہی تھی کہ تین لڑکیاں اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئیں۔

''کیا ہم آپ کے پاس بیٹھ سکتی ہیں؟'' خوبصورت اور بولڈ سی لڑکی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''جی آپ بیٹھ جایئے۔'' اس نے حیرانگی سے جواب دیا اور بک کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''تم پوچھو، نہیں تم پوچھو، او کے میں پوچھتی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوں۔'' ایک لڑکی نے کہا وہ تینوں اسے ریڈنگ میں بزی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے مخاطب ہونے کو کہہ رہی تھیں۔

''ایکسکیوزمی!'' ایک لڑکی نے پلوشہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

''جی!'' پلوشہ نے ان کی طرف دیکھتے کہا۔

''آپ کا نام کیا ہے اور پلیز ہم سے بات کریں ہم مسلسل دو ہفتے سے دیکھ رہی ہیں کہ آپ سب سے الگ تھلگ رہتی ہو کسی سے بات نہیں کرتی ہو تو آج ہم نے آپ سے بات کرنے کی کوشش کر لی، بقول سومیہ کے کہیں آپ گونگی تو نہیں۔'' اس لڑکی نے جلدی سے وضاحت کی۔

''مم..... میں نے کب کہا یہ بدتمیز ایسے ہی بول رہی ہے۔'' ایک اور لڑکی جیسے دوسری نے سومیہ کہا تھا بوکھلا کر بولی۔

''اب آپ لوگ فضولیات ہی بکتی رہو گی یا آگے کچھ ٹھیک بھی بکو گی۔'' ان میں سے ہی ایک لڑکی نے کہا جواب تک خاموش تھی۔

''میرا نام حریم عثمان ہے، یہ عائشہ ہے اور میرا نام سومیہ احمد ہے۔'' سومیہ نے جلدی سے اپنا تعارف کروایا۔

''اور ہم سب پری میڈیکل گروپ کی سٹوڈنٹس ہیں آپ کے ساتھ ہی ہمارا بھی ایڈمیشن ہوا ہے اور ہم آپ کی کلاس فیلوز ہیں آپ کو تنہا دیکھ کر رہا نہیں گیا اور آپ کے پاس آ گئیں۔'' اب وہ تینوں اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''میرا نام پلوشہ ہے آپ کے ہی گروپ میں ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''او کے تو اب آپ سے آخری سوال کہ کیا آپ ہماری دوست بن سکتی ہیں۔'' یہ کہہ کر تینوں خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کہے ان تینوں کے ہاتھ آگے بڑھے تو اس نے بھی خاموشی سے اپنا ہاتھ آگے کر دیا اور ان تینوں نے فرینڈ شپ کا نعرہ لگایا۔

''آؤ پلوشہ اب اس خوشی میں کینٹین میں چلتے ہیں۔''

☆☆☆

پلوشہ اب جیسے خوش رہتی دوستیں محبتیں سب کچھ مل گیا تھا، وہ اپنی دوستوں کی سنگت میں خوشی محسوس کرتی، اسے لگتا کہ اب ہر راستہ اس کی طرف ہے وہ اپنے پاپا کو دیکھتی اور خوش ہو جاتی اس کا جی چاہتا کہ وہ اپنے پاپا سے ڈھیر ساری باتیں کرے انہیں اپنی خواہشات بتائے، وہ اسے پیار کریں ڈانٹیں مگر یہ سوچتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جاتا، کیونکہ اسفر شیرازی اب بولتے ہی نہیں تھے بس خاموشی سے چھت کو گھورتے رہتے اور سوچ کی گہری وادیوں میں گم رہتے جو کچھ تلاش کر رہے ہوں یا پھر دروازے کی طرف دیکھتے رہتے جیسے کسی کے آنے کا انتظار ہو، وہ جانتی تھی کہ پاپا کو کس کا انتظار ہے مگر وہ کیا کر سکتی تھی بھائی کی محبت کو تو وہ بھی ترس رہی تھی اس کی دوستیں جب بھی اپنے گھر والوں بھائی بہن کس طرح محبت سے رہتے ہیں ذکر کرتیں تو وہ ٹوٹ سی جاتی کہ بھائی تو اس کے پاس بھی تھا مگر بھائی کی محبت نہ تھی وہ دعا کرتی رہتی کہ یا اللہ اس گھر کو محبت دے پاپا مجھ سے پیار کریں اور بھیا جہاں بھی ہیں لوٹ آئیں زندگی میں بہت سے لمحات ایسے آتے ہیں، تنہائی ڈسنے لگتی ہے مگر یہ زندگی کی ایک امید ہی ہوتی ہے جو کچھ اور پانے کے لئے زندہ رکھتی ہے زندگی سے مایوسی کفر ہے زندگی ہمیں وہی کچھ دے گی جو اسے ہم دیں گے چاہے اچھا ماضی یا حال یا پھر اچھا مستقبل، اسفر شیرازی نے جو زہر

www.pakistanipoint.com

تنہائی کا بھرا تھا اپنے اندر وہ آج باہر بھی آ گیا تھا آج وہ تنہا تھے مہران کو صرف اپنے لئے سنوارتے رہے صرف اپنی محبت دیتے رہے تاکہ یہ پھر مستقبل میں بھی بھی اتنی ہی محبت دے ایسا نہ ہو سکا اور آج پورا ڈیڑھ سال گزر گیا، مگر مہران کا کچھ پتہ نہ تھا اسفر شیرازی دوسروں کو تنہا کرتا کرتا آخ خود تنہا ہو گا۔

☆☆☆

''وشی آر یو فائن.....؟'' حریم نے اسے اداس بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔

''یس فائن۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ابھی تک عائشہ اور سومیہ نہیں آئی ہیں، عائشہ کا نمبر بند جا رہا ہے۔'' حریم نے پریشانی سے کہا۔

''آ جائیں گی؟ ابھی تو کلاس سٹارٹ ہونے میں آدھا گھنٹہ پڑا ہے۔'' اس نے کہا اور حریم کے ہاتھ سے موبائل لے کر گھر کا نمبر ڈائل کیا کیونکہ اس کا دل گھبرا رہا تھا، وجہ آج اماں بی کو بخار تھا وہ آنا نہ چاہ رہی تھی پر اماں بی نے زبردستی بھیجا اب وہ اس وجہ سے ڈسٹرب لگ رہی تھی۔

''حریم گھر میں ایمرجنسی ہے مجھے جانا ہے ڈرائیور مجھے لینے آ رہا ہے۔'' وہ پریشانی سے کال کر کے بولی۔

''خیریت وش سب ٹھیک ہے نا۔'' حریم جلدی سے بولی۔

''ہاں بس میری اماں بی کی طبیعت ٹھیک نہیں انہیں میری ضرورت ہے اسی لئے جا رہی ہوں میں تو آنا ہی نہیں چاہ رہی تھی مگر انہوں نے زبردستی بھیجا اللہ خیر کرے۔'' وہ بے بسی سے بولی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر گھر پہنچ جائے۔

''وشی اگر فکر والی بات ہے تو میں ساتھ چلوں آپ کے۔''

''نہیں تم کلاس اٹینڈ کرنا پتہ نہیں عائشہ وغیرہ بھی آئے گی کہ نہیں میں نے ڈرائیور کو کال کی ہے بس آتا ہو گا۔'' اس دوران حریم کے موبائل پر کال آنے لگی جو کہ اس کے ڈرائیور کی تھی وہ حریم سے مصافحہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

زندگی میں سب کچھ ہم اپنی مرضی کے مطابق نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات دوسروں کی مرضی پر بھی چلنا پڑتا ہے سب کچھ اپنی مرضی سے کرنے والوں کا اگر کوئی فیصلہ دوسرا کر دے تو یہ بات اور بھی باعث اذیت ہوتی ہے کہ میں اپنی مرضی سے کیوں نہ کچھ کر سکا یا پھر کاش کھونے والا ہر لمحہ میں اپنی دسترس میں کر لوں مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کچھ لمحے تقدیر میں لکھے ہوتے ہیں ایسے جنہیں بدلنا ناممکن ہے ایسا ہی لمحہ اس پر بھی آیا مگر وہ کچھ نہ کر سکی اماں بی اسے چھوڑ کر جا چکی تھیں اسے لگ رہا تھا کہ پوری دنیا میں اندھیرا ہے ہر طرف خاموشی ہے خوف ہے، ویرانیاں ہیں وہی تو اس کے لئے ماں تھی باپ بھائی بہن دوست ہمراز اس نے تو اپنا ہر رشتہ ان سے وابستہ کیا ہوا تھا مگر آج لگتا تھا کہ ہر رشتے کی تان کچی ڈور کی طرح ٹوٹ گئی ہے وہ رونا چاہتی تھی مگر رو نہیں پا رہی تھی بس خالی خالی نگاہوں سے محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آج وہ اپنا ہر رشتہ کھو چکی ہے اس کی دوستیں تعزیت کے لئے آئیں اس کی حالت دیکھ کر حریم نے اس کے پاس ہی رکنے کا فیصلہ کر لیا وہ بس خاموشی سے بیٹھی رہتی یا پھر رونے لگتی تو ایسے میں حریم عثمان اچھی دوستوں کی طرح بڑھ کر اسے سہارا دیتی تیسرا دن تھا اور وہ بخار میں تپ رہی تھی ایسے میں حریم ہی اس کی

Warda Azeem
www.pakistanipoint.com

دیکھ بھال کرتی اس کے پاپا کو دوا دیتی اور ان کا بھی خیال رکھتی حریم کو اس کے پاس آئے ہفتہ ہو چکا تھا۔ سومیہ اور عائشہ بھی کالج سے واپسی پر شام تک کے لئے ان کے پاس آ ٹھہرتیں۔

☆☆☆

''حریم آپ بہت اچھی ہو اتنے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا سچ اگر میری کوئی بہن ہوتی تو بالکل تیرے جیسی ہوتی مجھے تو خوشی اور زیادہ ہو رہی ہے کہ آپ پاپا کے دوست کی بیٹی ہو انکل کا میں شکریہ ادا نہیں کر سکتی کہ جتنے مشکل وقت میں انہوں نے اتنا ساتھ دیا۔'' اس کی طبیعت آج پہلے کی نسبت کافی بہتر تھی اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے۔

''وشی کیا آپ مجھے اپنی بہن نہیں سمجھتی ہو۔'' وہ دکھ سے بولی۔

''نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا اگر ہوتی تو جب ہے ہی نہیں تو تجھے مان لیا سوری اگر برا لگا میری توبہ۔'' وہ کان پکڑتے ہوئے بولی تو حریم ہنس دی۔

''وشی شکریہ ادا نہیں کرتے اپنوں کا، اپنے ہی تو ہوتے ہیں جو مشکل وقت میں ساتھ دیتے ہیں شروع میں آپ نے بتایا بھی نہیں کہ آپ اسفر شیرازی کی بیٹی ہو ورنہ میں پہچان لیتی کیونکہ اسفر شیرازی کا بزنس میرے ابو ہی سنبھالتے ہیں انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ان کا ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی، بیٹا ملک سے باہر بیٹی پاس رہتی ہے اور اسفر شیرازی کو فالج اٹیک ہوا ہے وہ چل پھر نہیں سکتے اور نہ ہی بول سکتے ہیں ابو بہت پریشان رہتے کہ ان کے ناتواں کندھوں پر اتنی بڑی امانت رکھ دی گئی ہے، ابو تو دن رات دعا کرتے ہیں کہ کسی طرح مہران اسفر واپس آ جائے اور ابو انہیں ان کی امانت دے دیں ابو کہتے ہیں کہ مہران نے کبھی پیسے نہیں منگوائے بلکہ اس کے اکاؤنٹ میں بھی اتنے ہی پیسے ہیں جتنے کہ منتقل کروائے گئے تھے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ جہاں کہیں ہو خیریت سے ہو۔'' حریم عثمان اسے ساری صورتحال بتاتی بولی۔

''پتہ نہیں کیوں مجھے وحشت ہوتی ہے میری خواہش ہے کہ اس گھر کو مکمل خوشیاں ملیں مگر شاید اللہ نے اس گھر کی تقدیر صرف آنسوؤں میں ہی لکھی ہے۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''مایوس نہیں ہوتے وشی مایوسی کفر ہے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے بلکہ وہ تو مانگنے والوں کو دیتا ہے۔ اندھیرا کے بعد سویرا کیا تم نے کبھی دیکھا کہ رات پہلے وقت سے آ گئی یا پھر دن وقت سے پہلے نکل آیا نہیں وشی ایسا کچھ نہیں ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے گناہگاروں پر بھی نچھاور کرتا ہے بھولے بھٹکوں پر بھی مجھے یقین ہے کہ اب اس گھر میں خوشیاں آئیں گی بہت ساری خوشیاں ایک ساتھ انشا اللہ۔'' وہ اسے گلے سے لگاتی بولیں جو خاموشی سے بہتے آنسوؤں میں خدا تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی اور یہ لمحہ شاید قبولیت کا لمحہ تھا۔

''اور ایک سرپرائز کل انکل کو لندن لے جایا جا رہا ہے یہاں کے ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ وہاں ان کا علاج ہے اور یہ بالکل ٹھیک ہو کر آئیں گے بس اللہ سے دعا کرو انشا اللہ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اسے دلاسہ دیتے بولیں

☆☆☆

اسفر شیرازی ایک ہفتہ سے لندن میں تھے ساتھ میں حریم کے پاپا عثمان رضا اور منیجر ثقلین شاہ اور اس کے پاپا کے دوست جو کہ ان کا علاج بھی کر رہے تھے ڈاکٹر باسط احمد وہ پاکستان میں تھی ہر لمحہ اپنے پاپا کے لئے دعا کرنے والی حریم

عثمان تقریباً دو ہفتے سے اس کے پاس تھیں۔

''میں پاپا سے ڈھیر ساری باتیں کروں گی ان کے ساتھ شاپنگ کروں گی لیکن کیا وہ مجھ سے باتیں کریں گے وہ تو مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ مجھ پر غصہ کریں گے پھر میں کیا کروں گی۔'' یہی سوچ کر اس کی آنکھوں آنسو جاری ہو گئے حریم جو پاس ہی بیٹھی تھی اٹھ کر پاس آئی۔

''وشی کیوں رو رہی ہو کیا ہوا؟''

''وہ پاپا.....وہ'' روتے ہی اتنا ہی مشکل سے کہہ سکی۔

''پلوشہ دعا کرو شام کو تو پاپا سے بات ہوئی ہے کہہ رہے تھے علاج جا رہی ہے انشا اللہ چند دن بعد بالکل ٹھیک ہو کر تیرے پاپا آئیں گے۔'' وہ اسے سمجھاتے بولیں۔

''نہیں پاپا مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ مجھے دیکھنا پسند نہیں کرتے میں ان سے باتیں کرنا چاہتی ہوں مگر وہ نہیں کریں گے وہ مجھے ڈانٹیں گے۔'' اور پھر ساری سچائی حریم کو بتا دی وہ سن کر سکتے کی سی کیفیت میں ہو گئی۔

''نہیں وشی اب ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں نے انکل کی آنکھوں میں تیرے لئے محبت دیکھی ہے بے شک وہ بول نہیں سکتے مگر ان کی آنکھیں بول رہی تھیں جب ان کے کمرے میں میں جاتی تو ایسا لگتا کہ وہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ پلوشہ کہاں تم تو بخار کی حالت میں بے سدھ تھیں اور جب میں نے انہیں بتایا کہ اماں بی اس دنیا میں نہیں رہی ہیں اور پلوشہ بخار کی حالت میں ہے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے دیکھا تھا ان کی آنکھوں میں تجھے دیکھنے کی تمنا تھی میں جب بھی جاتی مجھے ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی نظر آتی جیسے وہ دروازہ کھلنے پر کوئی امید قائم کرتے اور پھر میری صورت دیکھ کر امید ٹوٹ جاتی اور جس دن تم میرے ساتھ انکل کے روم میں گئیں وہ بالکل نہیں روئے بلکہ میں نے ان کی آنکھوں میں ایک گہری چمک دیکھی جو صرف تمہیں ہی دیکھ کر آئی تھی آئی سوئیر کہ وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں انشا اللہ جب وہ واپس آئیں گے تو پوچھ لینا۔'' اور پلوشہ یہ سن کر خوشی سے مسکرا دی۔

''پلیز اپنی حالت درست کر لو دیکھو تین دن سے تم انہی کپڑوں میں ہو میں تمہارے کپڑے پریس کرتی ہوں تم جلدی سے شاور لے لو ٹھیک ہے نا اٹھو جلدی کرو بھئی تمہارے پاپا نے دیکھ لیا نا اس حلیہ میں کہیں گے مجھے کہ میری پیاری سی بیٹی کا خیال نہیں رکھا۔'' وہ اٹھ کر واش روم میں چلی گئی جبکہ حریم اس کے کپڑے پریس کرنے لگی اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت ڈیشنگ سے سیلیٹی کا جوان داخل ہوا حریم نے آہٹ پر پلٹ کر دیکھا تو حیران رہ گئی اور کچھ خوفزدہ سی بھی اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی وہ بول پڑا۔

''آپ کون..... کیا تم پلوشہ ہو۔'' وہ جو حیرانگی سے دیکھے جا رہی تھی تیزی سے بولی۔

''کیا آپ مہران ہو.....؟''

''جی میں مہران ہی ہوں اور آپ پلوشہ ہو میری بہن۔'' کہ وہ جلدی سے بول پڑی۔

''جی نہیں میں پلوشہ نہیں ہوں بلکہ حریم عثمان نام ہے میرا.....'' وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''پلوشہ کہاں ہے پاپا کہاں ہیں اور آپ میرے پاپا کے کمرے میں کیسے اور کیا کر رہی ہیں۔'' پلوشہ جو آواز سن کر باہر آ چکی تھی حیران نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی مہران کی اس کی طرف بیک تھی اس لئے وہ حیرانگی سے حریم کو دیکھنے لگی، اتنے میں حریم کی نگاہ بھی اس پر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پڑ گئی۔

''میں حریم پلوشہ کی دوست، پلوشہ آپ کے پیچھے کھڑی ہے۔'' تو وہ تیزی سے پیچھے کو پلٹا پلوشہ تو بس دیکھے جا رہی تھی، مہران اس تک چل کر آیا اور پھر روتی بلکتی پلوشہ کو گلے سے لگا لیا حریم خوشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی برسوں بعد دو بہن بھائی ایک دوسرے سے مل رہے تھے ساری نفرتیں آنکھوں سے آنسوؤں کے ذریعے بہہ رہی تھیں۔

''پلوشہ میری بہن میری پیاری بہن میں کبھی نہیں چھوڑ کر جاؤں گا تمہیں اب کبھی بھی نہیں مجھے معاف کر دو، مما نے مرتے وقت میرا ہاتھ تھام کر مجھے کہا تھا مہروالی پلوشہ کو بہت خوش رکھنا یہ تیری بہن ہے اسے کبھی رونے مت دینا اسے اپنے ساتھ کھلانا مگر میں مما سے کیا گیا وعدہ نہ نبھا سکا، پاپا مجھے ڈانٹ دیتے، مجھ سے ناراض ہونے لگتے اور میں نے کبھی تمہیں پیار نہ کیا اس ڈر سے کہ کہیں پاپا ناراض نہ ہو جائیں مجھے تو پاپا اور تم سے بہت محبت ہے پاپا کہاں ہیں پلوی میں پاپا سے ملوں گا۔'' اور پھر پلوشہ نے اسے سب بتا دیا کہ کن لمحوں میں اس نے کیسے گھٹن زندگی گزاری دونوں ایک دوسرے کو اپنا غم بتا رہے تھے جدائی کا سبب بتا رہے تھے۔

''پلوی ہم کل ہی لندن چلتے ہیں پاپا کے پاس میں پاپا کو منا لوں گا کہ وہ پلوی سے بھی اتنا ہی پیار کریں جتنا کہ مجھ سے۔'' اس دوران حریم چائے بنا کر لے آئی۔

''آپ لوگوں کو لندن جانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پاپا کی کال آئی ہے انکل اب بالکل ٹھیک ہیں اور وہ پلوشہ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ پاپا کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر کہہ رہے ہیں باقی کا علاج پاکستان میں ہوگا اس لئے وہ اسی ہفتے واپس آ رہے ہیں بھئی اب آپ لوگ ان کے استقبال کے لئے تیاریاں کریں ویسے بھی وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔'' وہ مہران کی طرف دیکھتی بولی۔

''بھیا آپ چینج کریں اتنے میں ہم آپ کے لئے کھانا تیار کر لیتی ہیں۔'' وہ مسکراتی بولی۔

''او کے ڈیئر مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔

☆☆☆

شیرازی ہاؤس میں آج صبح سے چہل پہل تھی پلوشہ حریم عائشہ، سومیہ، حریم کی فیملی آفس کے لوگ سب اسفر شیرازی کے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے ہر طرف پھول تھے مسکراہٹیں تھیں پلوشہ اور مہران ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے بار بار گیٹ کی جانب دیکھ رہے تھے اتنے میں تین چار گاڑیاں گیٹ کے کھلنے پر اندر داخل ہوئیں سب آگے ہوئے سب خوش تھے گاڑی پورچ میں رکی اور اسفر شیرازی کو ویل چیئر پر بٹھایا گیا اور پلوشہ دوڑ کر اپنے پاپا کے گلے لگ گئی وہ رو رہی تھی مگر یہ آنسو خوشی کے تھے شکرانے کے تھے کہ اس کے پاپا نے بھی اسے گلے سے لگایا اور مہران آگے بڑھا تو اسفر شیرازی نے منہ موڑ لیا۔

''پاپا پلیز۔'' وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا اسفر شیرازی کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے مگر وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہے تھے۔

''پاپا پلیز کچھ تو بولیں، میں آپ کا مہران ہوں جسے آپ بہت پیار کرتے تھے پاپا۔'' وہ روتے ہوئے ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

''سب سے زیادہ تو میں نے تمہیں چاہا تھا مگر تم ہی دھوکہ کر گئے اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے کیسے معاف کر دوں تمہیں سچ کہتے ہیں بیٹا اللہ کی نعمت ہوتا ہے اور بیٹی رحمت اور میری پلوشہ واقع ہی میرے لئے رحمت ثابت ہوئی بیٹے اپنی زندگی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

میں مگن مگر بیٹی تو ساتھ نبھانے والی دکھ سکھ میں شریک ہونے والی ہے نیک بیٹیاں واقع ہی رب کی عظیم رحمت ہوتی ہیں، بیٹی بہت پیاری ہوتی ہے میں خوش نصیب ہوں مجھے اللہ نے اپنی رحمت سے فیض یاب کیا پلوشہ مجھے معاف کر دو میں نے بہت دکھ دیئے تمہیں۔'' وہ روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔

''ن...... نہیں پاپا ایسا کچھ نہیں مجھے بھی آپ سے محبت ہے آپ بہت اچھے ہو بس میرے نصیب میں پہلے آپ کی محبت نہیں تھی آج میرے پاس آپ کی محبت ہے میں خوش ہوں بہت خوش۔''

مہران جو سر جھکائے اپنے پاپا کے قدموں میں بیٹھا تھا خاموشی سے روئے جا رہا تھا اتنے میں حریم آگے بڑھی۔

''پلیز انکل اب آپ لوگ رونا دھونا بند کریں اور انکل میں بھی آپ کی بیٹی ہوں اب ایک بیٹی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی سب لوگ تجسس سے متوجہ ہوئے۔

''انکل اب یہ خوشی کا موقع ہے تو بہتر ہے کہ آپ پلوشہ کے بھائی مہران کو بھی اس خوشی میں شامل کریں اور انہیں معاف کر دیں۔'' وہ سب کو دیکھتے ہوئے بولی۔

اسفر کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر مسکراتے ہوئے مہران کو گلے لگا لیا سب لوگ خوشی سے گھر کے در و دیوار بھی مسکرا رہے تھے اور پلوشہ حریم کو اور اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرانے لگی وہ اپنی خواہش کو پورا کرنا چاہتی تھی کہ حریم عثمان حریم مہران بن کر ہمیشہ اس کے ساتھ اس گھر میں رہے اور یہ گھر ہمیشہ خوشیوں کی پر مسرت وادی میں جگمگاتا رہے۔

☆☆☆

شگفتہ شگفتہ ــــــ رواں دواں
ابن انشاء
اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
ابن انشاء کی تازہ تصنیف
دخل در معقولات
شائع ہو گئی ہے
آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں
لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
042-3731797, 37321690

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

انداز نظر

اُم اقصیٰ

بعجلت جوتے کا اسٹیپ بن کرتے صفی نے ایک اچٹتی نگاہ عروہ پہ ڈالی، اڑے ہوئے بال بجھی سی رنگت ملگجے کپڑے، ایک بچے کو بے ڈھنگے طریقے سے گھٹنوں پہ لٹائے بڑے بڑے نوالے نگلتی ہوئی، کون مانتا یہ لمز کی ٹاپر تھی، شادی کے شروع دنوں تو پھر بھی تیار رہتی مگر اب..... اوپر سے پھوہڑ الگ مجال ہے کوئی چیز جگہ سے ملے یا کھانا ناشتہ ٹائم پر..... وہ ذہانت وہ حاضر جوابی وہ خوش سلیقگی کی نجانے کہاں جا سوئی تھی۔

''اماں کو دوا کھلا دی تھی؟'' اچانک یاد آنے پر صفی نے پوچھا۔

''دو ٹائم کی کھلا دی تھی تیسرے ٹائم کی ابھی کھلاتی ہوں، چوتھے ٹائم کی تو عشاء کے بعد ہے ناں۔'' نوالہ نگلتی وہ بمشکل بول پائی تھی، صفی نے ناگواری سے اسے دیکھا، سخت سست سنانے کا ارادہ ملتوی کرتا باہر کی جانب بڑھا، بڑے عرصے بعد وہ آج عمار کی طرف جا رہا تھا، عمار اور وہ لنگوٹیے یار تھے، میٹرک تک ساتھ ہی پڑھا، مفلسی اور باپ کی معذوری نے اس سے تعلیم چھڑوا دی تھی، پہلے پہل جو کام مل جاتا تھا لیتا تھا مگر اب چند سالوں سے ایک فیکٹری میں بطور ورکر کے وہ نوکری کر رہا تھا، چند ہزار سے گھر کا سرکل چل رہا تھا جبکہ خود صفی سوفٹ ویئر انجینئر تھا اور اچھا کھاتا کماتا تھا، تعلیمی و معاشی فرق ان کے راہ دوستی میں کبھی رکاوٹ نہ بنا تھا، ہاں مگر اب ذمہ داریوں کی بدولت آنا جانا کم کم ہی تھا، جب کبھی عمار کو فرصت ملتی چکر لگا لیتا، صفی فارغ ہوتا تو وہ ہو آتا چند گھنٹے بیٹھ کے دونوں گپ شپ لگاتے، عمار کی شادی کو دس سال ہو گئے تھے مگر ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھا جبکہ صفی کی چھ سالہ شادی میں تین بچے تھے، بیل دو بار بجا چکا تھا مگر ابھی تک کسی نے دروازہ نہ کھولا تھا، بغیر بتائے آنے کا یہی نتیجہ نکلنا تھا، تیسری بار بیل پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ عمار کا چہرہ دکھائی دیا۔

''ارے یار تم۔'' عمار جلدی سے گلے لگا۔

''اندر ہی آ جاؤ۔'' عمار کے عمل میں عجلت تھی، اسے لاؤنج میں بٹھا کر عمار کچن میں چلا آیا۔

صفی جہاں بیٹھا تھا سامنے کچن کا دروازہ تھا، سلیب پہ کافی سارا بکھیڑا پڑا تھا، عمار چولھے پہ رکھی کڑاہی سے نبرد آزما تھا، چند ہی منٹوں بعد وہ اسے چائے پکڑا کر پھر سے کچن میں گھس گیا تھا، چائے پی کے اس کی مصروفیات کا اندازہ کرتے صفی بھی کچن میں ہی چلا آیا۔

''خیر ہے آج؟'' اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے صفی نے پوچھا۔

''جی خیر ہی ہے اماں کا دل چاہ رہا تھا بیسن کا حلوہ کھانے کو۔''

''بھابھی گھر پہ نہیں ہیں؟''

''ارے نہیں گھر پہ ہی ہیں، اندر سو رہی ہیں۔''

''طبیعت ٹھیک نہیں ہوگی۔'' صفی نے آگے بڑھ کر کھوپرے کا ٹکڑا منہ میں ڈالا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ٹھیک ہیں بالکل۔'' عمار چمچ چلاتا ساتھ صفی کی باتوں کا جواب بھی

www.pakistanipoint.com

ے رہا تھا۔

''تو یہ تم بنا رہے ہو؟'' حیرت سی حیرت تھی۔

''کیونکہ میری اماں نے فرمائش کی تھی۔''

منی خاموشی سے اسے دیکھے گیا، اک لمحہ تھا جس

ینے اس کے دل و دماغ پر دستک سی دے ڈالی تھی۔

عمار نے ایک ٹرے میں دو پلیٹوں میں حلوہ نکالا اور اسے ساتھ لئے بیٹھک میں آ گیا، ٹی وی آن کر کے دونوں میٹرس پہ نیم دراز ہو گئے، ملکی

حالات اردگرد کی باتیں، لیکن صفی کا پورا دھیان نہ تھا۔

''ایک بات میں پوچھنا چاہ رہا ہوں تم سے؟'' عمار کسی کرکٹر کی انڈین لڑکی سے شادی پر تبصرہ کر رہا تھا جب صفی جھجکتے بولا۔

''جی ضرور۔'' عمار اس کے تکلف پہ حیران تھا۔

''تمہاری اور بھابھی کی صحیح نبھ رہی ہے؟''

''جی الحمدللہ۔''

''بھابھی تمہارا ٹھیک سے خیال رکھتی ہیں۔'' صفی نے اگلا سوال پوچھا۔

''ٹھیک سے خیال رکھنا تم کسے کہتے ہو؟''

''مطلب ناشتہ کھانا، ڈنر، ٹائم سے تیار، ذائقے دار، کپڑے دھلے استری کیے، کاروباری الجھنوں اور غصہ کے جواب میں خاموشی..... موڈ کا خیال۔'' صفی رک رک کر سوچ کر جواب دے رہا تھا۔

''ہاں میرا خیال ہے وہ یہ سب کرتی ہے اور اگر نہ بھی کر پائے تو میں کر لیتا ہوں۔''

''اور تمہاری ماں کا؟ مطلب آنٹی کا خیال رکھتی ہے؟''

''ہاں انہیں کمپنی دیتی ہے، بیماری میں ڈاکٹر پاس لے جاتی ہے، دونوں مل کر شاپنگ کرتی ہیں، الحمدللہ خوش ہیں۔''

''اچھا۔'' صفی ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔

''یار اصل میں بات یہ ہے کہ ہم چھ بہن بھائی تھے میری اماں ہم سب کو سنبھالنے کے ساتھ دادا دادی پھپھو کو بھی سنبھالتی تھیں، رات تک اتنا تھک جاتی تھیں کہ ان کے سوتے میں کراہیں نکلتی تھیں، تب مجھے اس سماجی رویے پہ بے حد غصہ آیا کرتا تھا کہ دادا دادی کی ذمہ داری ماں کی کیوں ہوتی ہے آخر، میں نے اور بھی اور اکثر بہوؤں کو ساس، سسر کے مرنے کی دعا کرتے دیکھا ہے، تو مجھے یہ سب غلط لگتا تھا، ماں باپ کا خیال رکھنا اولاد کی ذمہ داری ہوتی ہے، نہ کہ بہوؤں کی، جنت ہمیشہ ماں کے قدموں تلے ہوتی ہے ساس کی نہیں۔''

''میری بیوی جب آئی تو میں نے اسے ایک ہی بات سمجھائی کہ میری ماں کی عزت کرنا، حفاظت میں خود کرلوں گا، میری بیوی میری ماں کے لئے جتنا چاہے کرے اپنی خوشی سے ذمہ داری میں نے اس کو نہیں دی، صبح اٹھتے ساتھ اماں کے لئے میں خود چائے بناتا ہوں انڈے بوائل کرتا ہوں، پھر میں اور میری بیوی مل کر ناشتہ کرتے ہیں امانو دس کے قریب سادہ روٹی کھاتی ہیں، زیادہ تر تو خود بنا لیتی ہیں کبھی حنا بھی بنا دیتی ہے، ماں سے کہا ہوا ہے میں نے کوئی بھی فرمائش ہو مجھ سے کریں، یا خود کرنے کی کوشش کریں، ایسے اماں بھی ایکٹو رہتی ہیں۔''

''ٹھک ٹھک ٹھک۔''

''کون؟'' دل و دماغ نے پوچھا۔

''یادیں، تیزابی یادیں، زہر میں بجھی، آگ سے جلی ہوئی۔''

عمر کی بہن کی شادی تھی وہ پانچ دن پہلے ہی جانا چاہ رہی تھی، حیلے بہانوں سے وہ صفی کو منا رہی تھی، ہونٹ کچلتے ہوئے، بے حد آس سے دیکھتے ہوئے۔

''اماں ابا کو کون سنبھالے گا۔'' صفی کا انکار ہی رہا یہاں تک کہ شادی کا دن آن پہنچا۔

''اماں کو شوگر کا مسئلہ رہتا کبھی کبھار، باقی وہ فٹ تھیں۔''

''ابا اونچے لمبے بغیر عینک، بغیر لاٹھی، کھانے پینے کے شوقین۔''

''اوپر تلے کے تین بچے، بڑا چار سال کا تھا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ابھی سکول اسٹارٹ نہیں کروایا تھا۔''

''تین بیڈ روم اور لاؤنج پر مشتمل پانچ مرلہ کا گھر۔''

''تخت پر ہمہ وقت براجمان اماں، ناشتہ لنچ، ڈنر سب وقت پہ تخت پر چاہیے ہم بوڑھے ہو گئے ہیں بھئی اب ہڈیوں میں دم نہیں بچے پالنے کے لئے، اپنے پال لئے بس اب اور نہیں پلتے۔''

حسان ایک بار ان کے تخت پہ لیٹا تھا پیمپر لیک ہو گیا، تب سے اب دو سال ہو گئے نہ کبھی بچہ گود لیا نہ کبھی تخت پہ لیٹنے دیا، موڈ ہوتا تو کبھی کبھار سبزی کاٹ دیتیں ورنہ محلے کے دورے پہ رہتیں، کام والیوں پہ اتنی تنقید کرتیں کہ ایک ماہ کام والی ٹکتی دو ماہ عروہ خود کرتی۔

ابا ہر دو تین گھنٹے بعد چائے چاہیئے ہوتی، دوستوں کا جھمگٹا ڈرائنگ روم میں لگائے رکھتے، چائے تو روز بنتی ہی اکثر کھانے پہ بھی روک لیتے۔

صفی بات بہ بات غصہ کرتا ہوا، ہر چیز تیار چاہیے اور بالکل سامنے چاہیے کھانے کا شوقین۔

ابا کو چائے دی؟ اماں کو دوا دی؟ حسان کا منہ کیوں نہیں دھلا؟ حشام نے وہی کپڑے پہن رکھے جو صبح پہنے ہوئے تھے؟ حمنہ کی پونیاں نہیں بنیں عروہ تمہارے بال ہر وقت اڑے اڑے سے رہتے ہیں، تمہارے منہ پہ تیسرا پمپل نکل رہا اور تمہیں خبر ہی نہیں ہے دو دن ہو گئے، کپڑے بدلے ہوتے، ہر وقت ہونقوں کی طرح بوکھلائے رہتی ہو، کیسا مشکل ہوتا ہے ناں جب کس کے اوپر اچھالا تیزاب اپنے ہی منہ آن پڑے، زندگی آسان بھی ہو سکتی تھی، ایسے اسی طرح کتنی ہی سوچیں کتنے ہی دریک وقت کھٹکھٹا رہی تھیں۔

صفی نے کبھی بھی کسی بھی معاملے میں عروہ کی مدد نہ کی تھی، بچہ بھی وہ تب اٹھاتا جب صاف ستھرا دھلا دھلایا ہوتا اور خود صفی کا جب موڈ اور وقت ہوتا کتنا پڑھا لکھا تھا صفی اور سوچ، آخ تیج اسے خود سے کراہٹ آئی۔

کتنا کم پڑھا تھا عمار اور سوچ یوں عمدہ، اعلیٰ نکھری ستھری۔

تعلیم ہے ہی کیا کاغذوں کا پلندہ۔

جبکہ سوچ..... تکمیل..... تربیت کی عکاس، شخصیت کا مظہر۔

''پھر ملاقات ہو گی یار!'' عمار کے لاکھ روکنے پر بھی وہ واپس چلا آیا، سوچ کی تبدیلی کو فقط ایک لمحہ ہی تو درکار ہوتا ہے۔

اماں اپنا اور ابا کا ناشتہ خود بھی تو بنا سکتی ہیں، یا چلو ابا نائم کا ناشتہ عروہ بنا بھی دے تو اماں سرو کر سکتی ہیں، صبح اٹھ کے وہ اماں کو دوا کھلا سکتا ہے ابا کو صبح کی چائے بھی وہ بھی تو دے سکتا ہے یا عروہ کے ناشتے بنانے کے ٹائم وہ تینوں بچوں کو سنبھال سکتا ہے، کبھی کبھار عروہ کو کچن سے مکمل آرام دے کر کھانا باہر سے بھی تو آ سکتا ہے، شام کو حسان کو ہوم ورک وہ کروا دے، بچوں کو گھمانے لے جائے، عروہ کو اچھا اڈنر کروا دے، یہ کتنے ہی چھوٹے چھوٹے سے کام تھے جو وہ ذرا سے محنت سے زندگی خوشگوار کر دیتے اور سب سے بڑی بات اسے اپنی زبان پر کنٹرول کرنا تھا، زبان میں تھوڑی مٹھاس لانی تھی، لہجے میں تھوڑا شہد بھرنا تھا، باتوں سے شیرینی ٹپکانی تھی، اس کے قدم تیزی سے اٹھ رہے تھے کیونکہ خوشگوار زندگی اس کی منتظر تھی۔

☆☆☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

حاصل مطالعہ

تحریم محمود

مشعل راہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے، میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔'' (مسند احمد)

عائشہ رانا، سانگھڑ

اے عرش والے تو جو چاہے کر، ہمارا رزق تو تیرے ہی ذمے ہے

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں۔

''میں قبیلہ کلب کے ایک قحط زدہ محلے میں گیا، ان پر کئی سالوں سے قحط پڑا ہوا تھا اور کتنے ہی مویشی ان لوگوں کے مر گئے، نہ تو زمین سے کوئی دانہ اگتا اور نہ ہی آسمان سے کوئی قطرہ گرتا، میں نے وہاں ایک عجیب بات دیکھی، قبیلے کی سمت سے سیاہ بادلوں کے غول کے غول اٹھتے، بستی والے دیوانگی کے عالم میں گھروں سے باہر نکل آتے اور تکبیر کے نعروں سے پوری فضا گونج اٹھتی، مگر بادل ان کے نزدیک آ کر واپس پلٹ جاتے، جب کئی مرتبہ ایسا ہی ہوا تو ایک بوڑھی عورت باہر آئی اور ایک ٹیلے پر کھڑی ہو گئی، پھر بلند آواز سے پکارنے لگی۔''

''اے عرش والے تو جو چاہے کر ہمارا رزق تو تیرے ہی ذمے ہے۔'' امام اصمعیؒ فرماتے ہیں۔

''ابھی وہ اپنی جگہ سے نیچے بھی نہیں اتری تھی کہ چاروں سرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا اور پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، قریب تھا کہ سب ہی اس میں ڈوب جاتے، یہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔

تسکین حیدر، سیالکوٹ

خیال انگیزیاں

() بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا، میں محض ایک انسان ہوں جو کہانیاں لکھنے کے لئے زندہ ہے اور میرا احساس اپنی تصنیف کے بارے میں یہ ہے کہ اس میں کچھ بھی اتنا اچھا نہیں ہوتا جتنا اسے ہونا چاہیے۔ (ولیم فاکنر)

☆ میرا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو دکھ کی کیفیت میں زندگی گزار رہے ہیں، انہیں اس سے چھٹکارا دلایا جائے اور خوشی کی کیفیت کی طرف رہنمائی کی جائے۔ (دانتے)

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

() دو آدمی "فنکار" ہونے سے بہت دور ہے جو نہیں جانتا کہ معصومیت اور سادگی کی چاہت کیا ہے اور ذرا سی دوستی سپردگی مصروف انسانی مسرت، عمومیت کی راحت کے لئے زندہ رہنا کیسا ہوتا ہے۔ (تامس مان)

☆ ہر زندہ زبان میں آسانی کے ساتھ اس زبان کے بولنے والے کی ثقافت اور زندگی کی تبدیلیوں کے مطابق تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں۔ (انسائیکلوپیڈیا، بریٹینیکا)

() جو لفظ اردو میں آیا وہ اردو ہو گیا، خواہ وہ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ اردو کا لفظ ہے، اس کے صحیح یا غلط ہونے کا تصور اس کے اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے۔ (انشاء)

☆ لوگ الفاظ استعمال کرتے ہیں، لیکن ان کا الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اصل میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ دماغ کتنی دیر ایک جگہ ٹھہر سکتا ہے۔ (آرتو)

سنبل انجم، دیپالپور

سیپ کے موتی

☆ جن لوگوں کو آپ کی موت کا غم ہو سکتا ہے انہیں زندگی میں خوشی ضرور دیں۔

☆ صدا دینے کے لئے آواز کا جاندار ہونا ضروری ہے اور آواز تب ہی دوسروں کے کانوں تک پہنچتی ہے جب آپ ان کو پکاریں، لوٹ کر دیکھنا نہ دیکھنا جانے والے کی مرضی ہے۔

☆ آرزو نصف زندگی ہے اور بے حسی، نصف موت۔

☆ در ہمیشہ کھلے رکھنے چاہئیں، کچھ لوگ دستکوں کے عادی نہیں ہوتے، صدا دیے بغیر لوٹ جاتے ہیں۔

☆ آسمان اس پرندے کا نہیں جس کے پر بڑے ہوں بلکہ اس کا ہے جس میں قوت پرواز ہو۔

☆ اپنی کمزوریوں پر دوسروں کے ساتھ ہنسیے احساس کمتری ختم ہونے لگے گا۔

☆ جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔

☆ جس سے تمہیں نفرت ہو اس سے ڈرتے رہو۔

☆ جو شخص انتقام کے طریقوں پہ غور کرتا ہے اس کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے۔

فرزانہ علی، کنگن پور قصور

مینارہ نور

عربی کی ایک حکایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر گئے تو انہیں بخار نے آ لیا اور اس کے بعد بھوک ستانے لگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔

"اے میرے رب! میں مسافر ہوں، مریض بھی ہوں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔" اللہ جل شانہ نے فرمایا۔

"اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تو جانتا ہے کہ غریب کون ہوتا ہے، مریض کون ہے اور بغیر مال والا کون ہوتا ہے؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

"اے میرے پروردگار! مجھے اس کا علم نہیں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"غریب ہوتا ہے جس کا میری طرح کا پروردگار نہ ہو، مریض وہ ہے، جس کا میری طرح کا طبیب نہ اور بغیر مال والا وہ ہے جس کا میری طرح کا کارساز نہ ہو۔"

☆☆☆

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

میری ڈائری سے

صائمہ محمود

عائشہ رانا: کی ڈائری سے ایک غزل

قریہ حیرت و امکاں نہ بتایا جائے
میں ہوں مشکل مجھے آساں نہ بنایا جائے
ورنہ انصاف کی پلکوں سے لہو ٹپکے گا
کسی انساں کو یزداں نہ بنایا جائے
میری مٹی کو فقط مٹی ہی رہنے دیجئے
مجھ کو اس دور کا انساں نہ بنایا جائے
بادشاہ گر کا گدا کر تو یہی کافی ہے
مجھ کو شاہوں کا ثنا خواں نہ بنایا جائے
مجھ کو اس گھر میں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے
دو گھڑی کے لیے مہماں نہ بنایا جائے
خار کو خار ہی رہنے دیا جائے عائشہ
یہی بہتر ہے گلستاں نہ بنایا جائے

تسکین حیدر: کی ڈائری سے ایک پیاری نظم

"مجھے یاد کر مجھے یاد آ"
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں نوچ کر تیرے نقش
آنکھ کی پتلیوں سے مٹا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں دل سے پھر تیری عمر بھر کی
رفاقتوں کو بھلا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں عمر بھر تیری یاد کو
کوئی جشن بن کے منا سکوں
اگر ایسی کوئی دلیل ہے تو پھر آزما
جو نہیں تو پھر
مجھے یاد کر، مجھے یاد آ

سنبل انجم: کی ڈائری سے خوبصورت غزل

ظلمت کدوں کی دہر میں کوئی کمی نہیں
سورج چمک رہا ہے مگر روشنی نہیں
سڑکوں پہ پھر رہی ہے سلگتی ہوئی حیات
اور وہ حیات جس کو ابھی موت بھی نہیں
تم ساتھ چل رہے ہو مگر اتنا سوچ لو
دشت طلب میں سایہ دیوار بھی نہیں
کب حادثوں نے چین سے سونے نہیں دیا
کس رات رنج و یاس کی آندھی نہیں چلی
تاراج کر گیا، فصل بہار کو
موسم کی چار دن بھی گلوں سے بنی نہیں

فرزانہ علی: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

"اج آکھاں وارث شاہ نوں"
کتھوں قبراں وچوں بول
تے اج کتاب عشق دا
کوئی اگلا ورقہ پھول
اک روئی سی دھی پنجاب دی
توں لکھ لکھ مارے وین
اج لکھاں دھیاں روندیاں
تینوں وارث شاہ نوں کہن
اٹھ دردمنداں دیا دردیا
اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وچھیاں
تے لہو دی بھری چناب

ارسہ رحیم: کی ڈائری سے خوبصورت غزل

ہنستے ہنستے رو پڑتی تھی
کتنی پاگل وہ لڑکی تھی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اس کے ہونٹ تو چپ رہتے تھے
آنکھوں سے باتیں کرتی تھی
چھت پہ دھوپ میں بیٹھے بیٹھے
دن بھر وہ سپنے بنتی تھی
الجھی یادیں سلجھانے میں
ساری رات گنوا دیتی تھی
کتنا تھا ٹھہراؤ اس میں
لیکن وہ کتنی گہری تھی
اک دن چلتے چلتے اس نے
مجھ سے کوئی بات کہی تھی
اور پھر رستہ ایک نہیں تھا
اس کی منزل اور کوئی تھی
بالکل ویسے پھول کھلے ہیں
جیسے وہ ہنستی رہتی تھی
اب تو بھول گیا ہوں شاید
اس پہ کوئی غزل لکھی تھی

رابعہ فیصل: کی ڈائری سے خوبصورت غزل

ہم کیوں یہ مبتلائے بے تابی نظر ہیں
تسکین دل کی یارب وہ صورتیں کدھر ہیں
ذرے جو گل بنے تھے وہ بن گئے بگولے
جو زینت چمن تھے وہ خاک راہ گزر ہیں
دنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیا تعلق
وہ کیا ہے ایک جھلک ہے ہم کیا ہیں ایک نظر ہیں
ہم نے سنے بہت کم قصے جہان فانی
افسانہ گو غضب ہیں قصے تو مختصر ہیں
غم خانہ جہاں میں وقعت ہی کیا ہماری
اک ناشنیدہ اف ہیں اک آہ بے اثر ہیں

تسنیم خان: کی ڈائری سے ایک غزل

یہ تمام غنچہ و گل میں ہنسوں تو مسکرائیں
کبھی یک نہ یک جو رو دوں تو ستارے ٹوٹ جائیں
میرے داغ دل کی تابش جو کبھی یہ دیکھ پائیں
وہیں رشک بے اماں سے ماہ و مہر ڈوب جائیں
کبھی ذوق جستجو پہ جو میں اعتبار کر لوں
سر راہ منزلیں خود مجھے ڈھونڈنے کو آئیں
کبھی بے قرار ہو کر جو میں ساز عشق چھیڑوں
تو یہ مشتری و زہرہ کوئی گیت پھر نہ گائیں
سر بے کدہ جو دیکھیں میری مے کشی کا منظر
ہوں شیوخ سر بہ سجدہ کریں زہد التجائیں

شمائلہ ساجد: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

کئی دن سے ناراض ہیں یہ ستارے
کسی سے کوئی بات کرتے نہیں ہیں
بلاتے نہیں سرمئی بادلوں کو
سر شام دل میں اترتے نہیں ہیں
ٹھہرتے نہیں نیلگوں پانیوں پہ
سڑک یا گلی سے گزرتے نہیں ہیں
اداسی نے رکھے ہیں رستے میں پیالے
ستارے خوشی ان میں بھرتے نہیں ہیں
نظر میں جو اک دشت پھیلا ہوا ہے
اسے روز و شب پار کرتے نہیں ہیں
در و بام پر رات چھائی ہوئی ہے
پرندوں کی پھری صبح آئی نہیں ہے
ستاروں کے ناراض ہونے کے باعث
محبت ابھی گھر بنا پائی نہیں ہے

فریحہ مہوش: کی ڈائری سے ایک نظم

درد پھیل جاتے تو ایک
وقت آتا ہے
دل دھڑکتا رہتا ہے
آرزو گزیدوں کے حوصلے نہیں چلتے
وشت بے یقینی میں آسرے نہیں چلتے
راہبروں کی آنکھوں میں
منزلیں نہ جب تک ہوں
قافلے نہیں چلتے

☆☆☆

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

عائشہ رانا ---- سانگھڑ

یہ ہنسی ہنسی نہیں ہے یہ فریب ہنسی کا
نہ اسے سمجھ سکے تم نہ سمجھ سکا زمانہ
بڑے فریب کھاؤ گے بڑے ستم اٹھاؤ گے
یہ عمر بھر کا ساتھ ہے نبھا سکو تو ساتھ دو

.....

خود کو دیتے رہے ترک تعلق کا فریب
اور در پردہ کسی کو یاد بھی کرتے رہے
پھر سن رہا ہوں گزرے زمانے کی چاپ کو
بھولا ہوا تھا دیر سے میں اپنے آپ کو

.....

رہتے ہیں کچھ ملول سے چہرے پڑوس میں
اتنا نہ تیز کیجیے ڈھولک کی تھاپ کو

تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا
پتھر مجھے کہتا ہے میرا چاہنے والا
میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

.....

دستک سے در کا فاصلہ ہے اعتماد کا
پر لوٹ جانے کو یہی تاخیر ہے بہت

.....

ہے یہ سچ کہ تیرے سامنے مجھے برسوں
کوئی رفیق کوئی کام بھی یاد آیا
نہیں جھوٹ یہ بھی کہ کل جو تجھے میں نے دیکھا
تو کتنی دیر تیرا نام بھی نہ یاد آیا

سنبل انجم ---- سیالکوٹ

بخشے پھر اس نگاہ نے ارماں نئے نئے
محسوس ہو رہے ہیں دل و جاں نئے نئے

.....

آتی ہیں بدلتے موسم کی ہوائیں
دیتا ہے کوئی عمر گزشتہ کو صدائیں
لوٹ آئے ہیں ٹھہرے دن چاندنی راتیں
کس دیس سے اے دوست تجھے ڈھونڈ کے لائیں

.....

غریب شہر کے تن پر لباس باقی ہے
امیر شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے

فرزانہ علی ---- کنگن پور قصور

کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے

.....

اک تری زلف کے شانوں پہ بکھر جانے سے
کتنے ارماں میرے دل میں مچل جاتے ہیں

.....

یوں ڈھل گیا ہے درد میں ارماں کبھی کبھی
دوزخ بنا ہے موسم باراں کبھی کبھی

ارسہ رحیم ---- میانوالی

کچھ حرف التجا کے دعاؤں سے ڈر گئے
ارمان بندگی کے خداؤں سے ڈر گئے
اب کون دیکھتا ہے تیرے شمس کی طرف
سورج مکھی کے پھول شعاؤں سے ڈر گئے

.....

کانٹے بہت تھے دامن فطرت میں اے عدم

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کچھ پھول اور کچھ مرے ارماں بن گئے

.....

دل میں ارماں تو ہزاروں تھے مگر
بن کے آنسو رفتہ رفتہ بہہ گئے
رابعہ فیصل ---- ملتان

طرب زاروں پہ کیا بیتی صنم خانوں پہ کیا گزری
دل زندہ ترے مرحوم ارمانوں پہ کیا گزری

.....

انداز جنوں ہم کو بھی معلوم ہے لیکن
ہم تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

.....

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا
شمائلہ ساجد ---- کراچی

عمر تو ساری کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

.....

عشق لیں دل کا تماشا نہیں دیکھا جاتا
ہم ٹے ٹوٹا ہوا شیشہ نہیں دیکھا جاتا
اپنے حصے کی خوشی آ میں لٹا دوں تجھ پر
تیرا اترا ہوا چہرہ نہیں دیکھا جاتا

.....

کروں شمار تو حد شمار سے گزروں
وہ زخم بخشے ہیں اپنوں کی قربتوں نے مجھے
فریحہ مہک ---- واہ کینٹ

مرہم کی طرح بانٹتے پھرتے ہیں نئے زخم
یہ رسم بھی نکلی ہے نئے چارہ گروں میں

.....

ضبط کرتے تو ہر زخم لہو دیتا ہے
آہ کرتے ہیں تو اندیشہ رسوائی ہے

.....

زخم کھانے کی آرزو تھی ہمیں
آپ سے رسم و راہ کر بیٹھے
عائشہ رانا ---- سانگھڑ

آنکھوں کو زخم دل کو گریباں کیے ہوئے
ہیں یاد اب تلک ترے احساس کیے ہوئے

.....

وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا بتاؤ کیسا لگا
تم اگلے زخم کو چھوڑو یہ گھاؤ کیسا لگا
عجب سوال کیا آندھیوں نے پتوں سے
شجر سے ٹوٹ کے گرنا بتاؤ کیسا لگا

.....

وہ تغافل سے لگاتا ہے نئے زخم مگر
دل کے زخموں کو وہ گہرا نہیں ہونے دیتا
تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

خوشبو کی سرد لہر سے جلنے لگے جو زخم
پھولوں کو اپنا بند قبا کھولنا پڑا

.....

کیا بھلا مجھ کو پرکھنے کا نتیجہ نکلا
زخم دل آپ کی نظروں سے بھی گہرا نکلا

.....

میں کیوں نہ ترک تعلق کی ابتدا کرتا
وہ دور دیس کا باسی تھا کیا وفا کرتا
وہ مرے ضبط کا اندازہ کرنے آیا تھا
میں ہنس کے زخم نہ کھاتا تو اور کیا کرتا
سنبل انجم ---- دیپالپور

بھر جائے گا یہ زخم بھی کیوں فکر مند ہو
گہرا تو ہے ضرور مگر زخم ہی تو ہے

.....

چھوڑ یہ بات ملے زخم کہاں سے مجھ کو
زندگی اتنا بتا کتنا سفر باقی ہے

.....

ابھی تو خشک ہے موسم بارش ہو تو سوچیں گے
کہ ہم نے اپنے ارمانوں کو کس مٹی میں بونا ہے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

حنا کی محفل

عین غین

عائشہ رانا ---- سانگھڑ

س: عورت بے وقوف ہے یا مرد؟ اگر عورت بے وقوف ہے تو عموماً مرد بے وقوف کب بنتا ہے؟

ج: جب اس عورت سے شادی کر لیتا ہے۔

س: پھول کے ساتھ کانٹے، دل کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

رابعہ ساجد ---- ملتان

ج: ہارٹ اٹیک۔

س: فیشن کی برائی اکثر کہاں نظر آتی ہے؟

ج: ہم نے کبھی برائی کی جستجو نہیں کی، اس لیے کیا بتائیں کہاں ہے۔

س: اگر دنیا کی تمام عورتیں چاند پر جا کر رہنا شروع کر دیں تو؟

ج: تو چاند زمین کے گرد چکر لگانا چھوڑ دے۔

س: اگر عورت ایک عجوبہ ہے تو پھر اسے دنیا کے عجائبات میں شمار کیوں نہیں کیا جاتا؟

ج: آپ سے کس نے کہا ہے کہ اسے عجائبات میں شمار نہیں کیا جاتا۔

امتل رحیم ---- فیصل آباد

س: عین غین بھیا! آج کل کے ماڈرن دور میں دلہن اپنے بابل کی دہلیز سے رخصت ہونے کے بجائے میرج ہال سے رخصت ہوتی ہے تو کیا اس کی یادوں میں، تصور میں بابل کا گھر آتا ہے یا پھر میرج ہال کے در و دیوار؟

ج: میرج ہال کے در و دیوار تو نہیں البتہ بیوٹی پارلر ضرور اس کے تصور میں بستا ہے جب ہی تو شادی کے بعد آج کی دلہن میکے جانے کے بجائے پارلرز کے چکر لگاتی ہے۔

تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

س: آپ کے خیال میں کون سی قسم کا پلاؤ اچھا ہوتا ہے، خیالی پلاؤ چاول کا پلاؤ؟

ج: ہم خیالی پلاؤ بھی چاولوں سے تیار کرتے ہیں۔

س: پیٹ کہتا ہے، محنت کرو، ڈاکٹر کہتا ہے آرام کرو دل کہتا ہے محبت کرو، بتایئے میں کیا کروں؟

ج: ہم تو دل کی بات مان لیتے۔

مایہ سکندر ---- ساہیوال

س: کہتے ہیں ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے، اگر گدھا اس وقت باپ بننے سے انکار کر دے تو؟

ج: وہ گدھا ہی کیا جو انکار کر دے۔

س: غین غین جی! ہم نے تم کو دیکھا، تم نے ہم کو دیکھا کیسے؟

ج: سرف میں دھلا ہوا، اجلا تر و تازہ، لکس میں نہایا ہوا، ہاشمی سرمہ لگایا ہوا۔

س: کیا بلیک روز پر بھی تتلیاں آتی ہیں؟

ج: ہم پر تو آتی ہیں۔

مناہل رشید ---- سکھر

س: محبت اور سیاست میں کیا فرق ہے؟

ج: سیاست میں اجتماعی طور پر دھوکا کھایا اور دیا جاتا ہے جبکہ محبت میں صرف فرد واحد ہی دھوکا کھاتا ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سنبل انجم ---- دیپالپور

س: کہتے ہیں محبت خدا کا انمول عطیہ ہے لیکن جب دل پلاسٹک کے لگائے جائیں گے تو؟

ج: محبتیں بھی پلاسٹک کی مل جایا کریں گی۔

شازیہ حیدر ---- اوکاڑہ

س: اللہ تعالیٰ نے ایک نافرمان کو شیطان کیوں بنا ڈالا کسی حور کی یہ شامت کیوں نہیں آئی؟

ج: خدا تعالیٰ کے معاملات میں ایک گناہ گار بندہ کچھ نہیں بول سکتا۔

س: لوگ اپنی تعریفیں تو خوشی سے سن لیتے ہیں مگر اپنی خامیاں سننے کا حوصلہ کیوں نہیں رکھتے بے چارے لوگ؟

ج: میرے علاوہ۔

عشرت فاطمہ ---- قصور

س: عین عین بھیا! آپ کو کھانے میں مرغی پسند ہے یا انڈا؟

ج: جب مرغی سامنے ہو تو انڈے کو دل چاہتا ہے اور جب انڈا مل جائے تو مرغی پسند آتی ہے۔

س: آپ کا پسندیدہ پھول گوبھی کا یا کاغذ کا؟

ج: گوبھی کا پھول اگر کاغذ پر بنا ہو۔

سنبل جبیں ---- گوجرانوالہ

س: ایک ہنگامے پر موقوف ہے گھر کی رونق اس کا کیا مطلب ہے؟

ج: مطلب یہ ہے کہ بیگم صاحبہ سے جھگڑے بغیر گھر میں رونق نہیں معلوم ہوتی۔

فرزانہ علی ---- کنگن پور قصور

س: بقول شاعر؟

نہ یہ چاند ہوگا نہ تارے رہیں گے پھر آسمان پر کیا ہوگا؟

ج: بقول سائنس دان وہی قیامت کا دن ہوگا اور اعمال نامے ہمارے ہاتھوں میں ہوں گے۔

س: کنوارا رہنے کے فائدے اور نقصانات بتایئے؟

ج: کنوارا رہنے کے اتنے فائدے ہیں کہ یاد ہی نہیں رہتا۔

عاتکہ شاہد ---- خانیوال

س: وقت پڑنے پر گدھے کے بجائے گدھی کو باپ بنانا پڑے گا؟

ج: آپ کی مرضی ورنہ لوگ ماں بنانا زیادہ پسند کریں گے۔

س: عین عین جی!

آگے تیتر پیچھے تیتر

اِدھر تیتر اُدھر تیتر

بتاؤ کتنے تیتر؟

ج: تیتر ہی تیتر۔

س: عورت زندگی میں سب سے زیادہ کس بات کی تمنا کرتی ہے؟

ج: نئے ماڈل کی کار، وسیع و عریض بنگلہ اور دولت مند شوہر۔

س: اگر میں تمہاری بند آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر پوچھوں کہ بوجھو تو؟

ج: بوجھ لیں گے۔

فرح عامر ---- جہلم

س: ہم تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں کئی دنوں سے؟

ج: اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔

س: ایک ڈال پر طوطا بیٹھا، ایک ڈال پر مینا غ غ جی کیا کہنا؟

ج: دونوں کو صحیح جگہوں پر رہنا چاہیے۔

س: اگر خواب صرف خواب ہی رہیں تو؟

ج: خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں۔

☆☆☆

Wajid Azeem
www.pakistanipoint.com

اندیشہ

ایک بہت موٹے آدمی کو ایک کار سوار نے ٹکر مار دی، کار سوار نے جلدی سے اتر کر کچھ لوگوں کی مدد سے اس شخص کو اٹھایا تو وہ کار سوار پر برہم ہوتے ہوئے بولا۔

''تم میرے گرد چکر کاٹ کر مجھے بچاتے ہوئے نہیں گزر سکتے تھے؟''

''گزر تو سکتا تھا'' کار سوار نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ میری گاڑی میں اتنا پیٹرول ہے بھی یا نہیں۔''

عائشہ رانا، سانگھڑ

یک نہ شد.....!

ایک ڈرائیور نے ایکسیڈنٹ کیا، عدالت میں جرح کے دوران جج نے اس سے کہا۔

''تم غیر محتاط شخص ہو، تمہیں چھ ماہ کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔'' ڈرائیور نے فریاد کی۔

''جناب! میں تو بڑا محتاط بندہ ہوں، مجھ پر رحم کریں، میرے چھوٹے چھوٹے سات بچے ہیں۔'' جج نے کہا۔

''تم تو انتہائی غیر محتاط شہری ہو، تمہیں ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی جاتی ہے۔''

تسکین حیدر، سیالکوٹ

حیرت انگیز

ایک صاحب ڈاکٹر کے پاس گئے تو ان دونوں میں عمر کے موضوع پر گفتگو چل پڑی۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ ساٹھ برس کی عمر ہو جانے کے بعد بھی تمہاری صحت بے حد اچھی ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''میں نے یہ کب کہا کہ میں ساٹھ برس کا ہوں۔'' آدمی نے کہا۔

''میری عمر تو اسی سال ہو رہی ہے۔''

''اوہ'' ڈاکٹر صاحب نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا۔

''پھر تو تمہارے والد کافی طویل عمر تک زندہ رہے ہوں گے؟''

''میں نے یہ کب کہا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے، وہ زندہ ہیں اور ان عمر ایک سو دو سال ہے۔''

''اف میرے خدا! اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے دادا کتنا عرصہ جیے تھے؟''

''میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ مر چکے ہیں، وہ اس وقت ایک دو سو چوبیس سال کے ہیں اور شادی کرنے جا رہے ہیں۔''

''یقین نہیں آتا مگر ایک سو چوبیس سال کی عمر میں انہیں شادی کی کون سی ضرورت آن پڑی ہے؟''

''میں نے یہ تو نہیں کہا کہ انہیں کوئی ضرورت آن پڑی ہے۔''

سنبھل انجم، دیپالپور

کایا پلٹ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

لاہور کے حکام پر ایک سہانی صبح یک لخت انکشاف ہوا کہ سینما والے عریانی پھیلا رہے ہیں، تو بہ تو بہ اس اسلامی مملکت میں ایسا کام، فوراً پیادے دوڑائے گئے، منادی کرادی گئی کہ اب تک جو ہوا، سو ہوا، لیکن آئندہ کے لئے بے حیائی بند ہونی چاہیے، ورنہ ہم سے برا کوئی نہ ہوگا، پولیس والوں کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں کہ جہاں کوئی عریاں، خلاف تہذیب یا منافی اخلاق بورڈ سڑک پر نظر آئے اسے اتار لو اور باقی کاروائی اس کے بعد کی جائے گی، پولیس والے چور پکڑتے پکڑتے بلکہ نہ پکڑتے تنگ آ چکے تھے، آلکسی میں جمائیاں لے رہے تھے اور خدا ان کو ایسا کام دے، دیکھتے ہی دیکھتے خلاف شرع بورڈوں کا ڈھیر لگ گیا، میکلوڈ روڈ اور ایبٹ روڈ وغیرہ صاف ہو گئے، معاشرہ آلودگیوں سے پاک ہو گیا، ہر طرف تہذیب و اخلاق کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں، نیکی کا نور پھیل گیا، اصل میں یہ بوڈ اور اشتہار بھی جذبات کو بھڑکاتے ہیں، آئندہ اشتہار میں تصویریں پودوں اور پارکوں کی دینی چاہئیں اور تعریف میں اس قسم کے جملے ہونے چاہئیں۔

1 فلم خدائے روح، ڈائریکٹر! قدرۃ الساکین، سجادہ نشین درگاہ نوگزے پیرائے، ایسی جذبات کو ٹھنڈا کرنے والی اور طبیعت کو افسردہ کرنے والی فلم آپ نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

2 فلم ''نور معرفت'' فتح علی مبارک علی پروڈکشنز کی نئی پیش کش فلم دیکھیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

3 فلم ''نقش سلیمانی'' عامل کامل بابا گامے شاہ کا نیا شاہکار، یہ فلم دیکھیے اور امتحان، مقدمے، روزگار اور دوسری پریشانی سے نجات حاصل کیجئے، اس فلم کا ٹکٹ تعویذ کا کام دے گا، فلم دیکھنے کے بعد ٹکٹ بازو پر باندھ لیجئے۔

(ابن انشاء کی کتاب ''خمار گندم'' سے اقتباس)

فرزانہ علی، کنگن پور قصور

گونگے

گونگے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں، ان میں سے اگر کسی میں دوغلا پن پایا بھی جاتا ہو تو اس کا واضح اظہار نہیں ہوتا، وہ باہمی طور پر ایک دوسرے کی خامیاں سے آگاہ کرتے ہیں، لیکن ہم لوگ اس سے ایک حد تک بے خبر رہتے ہیں اور یوں حسن ظن کا جو رویہ ہمیں تمام انسانوں کے ساتھ روا رکھنا چاہیے اور جس طرح دوسروں کی صرف خوبیوں پر نظر رکھنی چاہیے وہ رویہ ہم کم از کم گونگوں کے ضمن میں ضرور روا رکھتے ہیں اور اسی طرح ان کی وجہ سے ہمارے نامہ اعمال میں کوئی نیکی لکھی جاتی ہے، گونگوں کو ہم پر ایک فوقیت یہ بھی حاصل ہے کہ ہم زبان والے اپنی زبان، اظہار کے لئے نہیں اخفا کے لئے استعمال کرتے ہیں جبکہ گونگوں کی بے زبانی بھی زبان بن جاتی ہے، مجھے اچھی طرح علم نہیں کہ گونگوں میں سیاست دان ہوتے ہیں کہ نہیں؟ تاہم امکان غالب یہی ہے کہ نہیں ہوتے ہوں گے، کیونکہ وہ اندھیرے میں گفتگو نہیں کر سکتے، ان کی ساری گفتگو روشنی میں ہوتی ہے، میں نے کسی گونگے کو اقتدار میں آتے بھی نہیں دیکھا، البتہ اکثر لوگ اقتدار میں آنے کے بعد گونگے ہو جاتے ہیں، ان کے سامنے قومی سلامتی کے سودے ہوتے ہیں اور وہ خاموش رہتے ہیں۔

(عطاء الحق قاسمی کی کتاب ''ہنسنا منع ہے'') ☆

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

حنا کا دسترخوان

افراح طارق

چکن مشروم سوپ

اشیاء

چکن کا گوشت	ایک سو پچاس گرام
(پکا اور باریک کٹا ہوا)	
چکن یخنی	ڈیڑھ لیٹر
خشک براؤن مشروم	پچاس گرام
خشک کالی مشروم	پچاس گرام
اجینو موتو	چوتھائی چائے کا چمچہ
لائٹ سویا	ایک کھانے کا چمچہ
سرکہ	دو کھانے کے چمچے
سفید مرچ	ایک چٹکی
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
آئل	ایک کھانے کا چمچہ

ترکیب

مشروم کو آئل گرم کر کے دو منٹ تک فرائی کریں، پھر نکال لیں، اب یخنی ڈال دیں اور کارن فلور کے علاوہ تمام اشیاء ڈال کر پانچ منٹ تک ابلنے دیں، اب اس میں پہلے مشروم پھر کارن فلور ملائیں اور اسے دو منٹ مزید پکنے دیں پھر فوراً گرم گرم پیش کریں۔

چکن نوڈلز سوپ

اشیاء

مرغی کا گوشت	دو سو پچاس گرام
(چھوٹے ٹکڑوں میں)	
نوڈلز	چار سو پچاس گرام
بند گوبھی	ایک سو پچاس گرام
(باریک کٹی)	
مرغ یخنی	ڈیڑھ لیٹر
نمک، چینی	دونوں آدھا آدھا چائے کا چمچہ
لائٹ سویا ساس	دو کھانے کے چمچے
سرکہ	دو کھانے کے چمچے
آئل	دو کھانے کے چمچے

ترکیب

بڑے برتن میں پانی لے کر نوڈلز ڈالیں، انہیں ہلائیں، تاکہ بنڈل کھل جائے، چولہے پر چڑھا دیں اور چار پانچ منٹ پکائیں، اب انہیں اچھی طرح نچوڑ لیں، پھر کسی چھلنی میں تھوڑا سا تیل ملا لیں، گہرے فرائی پین میں آئل گرم کر کے مرغی کا گوشت دو منٹ تک فرائی کریں۔

مرغی نکال کر اسی تیل میں بند گوبھی فرائی کر لیں، اب یخنی اور باقی اشیاء ڈال کر ایک منٹ پکنے دیں تاکہ بند گوبھی نرم ہو جائے، اب گوشت شامل کر دیں اور ایک دو منٹ پکائیں، ابلی نوڈلز کو آٹھ گرم پیالوں میں برابر برابر ڈال دیں اور اوپر سے گرم گرم سوپ ڈالیں، چلی سوس کے ساتھ فوراً پیش کریں۔

چکن ٹماٹو ودھ پاستا

اشیاء

مرغی کا قیمہ	ایک کپ
مکرونی	ایک کپ
ٹماٹر	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ

WaqarAzeem
www.pakistanipoint.com

ترکیب

ڈو بنانے کے لئے ایک پیالے میں دو کپ میدہ، ایک چٹکی نمک، دو کھانے کے چمچے تیل اور حسب ضرورت پانی ڈال کر گوندھ لیں اور تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیں۔

اب فلنگ کے لئے ایک پیالے میں 125 گرام کھویا، دو کھانے کے چمچے، چینی، ایک کھانے کا چمچہ کٹا خشک میوہ اور ایک کھانے کا چمچہ کدو کش کھو پر اڈال کر مکس کریں اور پانچ منٹ کے لئے رکھ دیں۔

پھر ڈو کے دو چھوٹے چھوٹے پیڑے بنائیں اور ان کے درمیان میں فلنگ بھر کر اوپر سے بیل لیں، اب انہیں فرائی کر کے سرو کریں۔

انڈا مسالا

اشیاء

انڈے	چار عدد

سخت ابال کر چھلکا اتار لیں

کوکنگ آئل	ایک کھانے کا چمچہ
ثابت زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
پیاز	ایک عدد چوپ ہوئی
دار چینی	ایک اسٹک
دھنیا پاؤڈر	دو کھانے کے چمچ
لال مرچ موٹی کٹی ہوئی	آدھا چائے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
لہسن باریک کاٹ لیں	دو عدد
نمک	تین چوتھائی کا چمچ
ٹماٹر	ایک عدد
پانی	1/4 ایک کپ
ہرا دھنیا چوپ کیا ہوا	دو کھانے کے چمچے

ترکیب

ابلے ہوئے انڈوں کو پانی میں رکھیں درمیانی آنچ پر تیل گرم کریں، اس میں زیرہ ڈال کر کڑکڑائیں، اس کے بعد پیاز اور دار چینی ڈال کر پکائیں حتی کہ پیاز لائٹ براؤن ہو جائے، اس میں دھنیا پاؤڈر، لال مرچ، ہلدی، لہسن اور نمک ڈال کر پکائیں، چمچہ مسلسل چلاتی رہیں اور لہسن کو براؤن کر لیں دو منٹ کے بعد اس میں ٹماٹر ڈال کر مزید پانچ منٹ تک پکائیں، اس میں پانی ڈال کر ایک ابال لے آئیں، آنچ ہلکی کر دیں اور پانچ منٹ دم پر رکھیں، انڈوں کو پانی سے نکال کر لمبائی میں کاٹ لیں، انڈوں کو تیار کردوسوس میں شامل کر دیں اور تھوڑی دیر پکنے دیں، آخر میں ہرا دھنیا چھڑک کر گرم گرم سرو کریں۔

بھنا ہوا قیمہ

اشیاء

قیمہ	1/2 کلو
پیاز	دو عدد
ابلے ٹماٹر	تین عدد
ہری مرچ	چار عدد
ہرا دھنیا	1/4 گڈی
کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
پسا گرم مصالحہ	1/2 چائے کا چمچ
خشک میتھی	ایک چائے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
تیل	1/4 کپ

ترکیب

پہلے کڑاہی میں 1/4 کپ تیل گرم کر کے دو عدد باریک کٹی پیاز شامل کر کے اتنا فرائی کریں کہ وہ اچھی طرح سے گولڈن ہو جائے، پھر اس میں دو کھانے کے چمچے ادرک لہسن کا پیسٹ اور 1/2 کلو قیمہ شامل کر کے اتنا بھونیں کہ قیمے کا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تمام پانی خشک ہو جائے، پھر اس میں تین عدد کٹے ہوئے ٹماٹر، چار عدد چوپڈ ہری مرچ، 1/2 گڈی ہرا دھنیا ایک کھانے کا چمچہ کٹی لال مرچ، ایک چائے کا چمچہ ہلدی، 1/2 چائے کا چمچہ پسا گرم مسالا اور حسب ذائقہ نمک شامل کر کے خوب اچھی طرح سے بھنائی کریں، آخر میں 1/4 گڈی ہرا دھنیا اور ایک چائے کا چمچہ خشک میتھی ڈال کر مکس کر لیں اور سرو کریں۔

چیری کیک

اشیاء

مکھن یا مارجرین	سو گرام
باریک پسی ہوئی شکر	سو گرام
انڈے	دو عدد
ونیلا ایسنس	چند قطرے
میدہ	ایک سو پچاس گرام
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
چیری	پچھتر سے سو گرام
دودھ	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب

مکھن میں شکر ملا کر اچھی طرح پھینٹ لیں، حتیٰ کہ یہ کریم کی شکل اختیار کر لے، انڈوں کو پھینٹ کر مکھن کے آمیزے میں ملائیں اور ہلکے ہلکے پھینٹیں۔

ونیلا ایسنس کے چند قطرے ملائیں، میدہ

چائنز چکن چیلز

اشیاء

مرغ	آدھا کلو
بند گوبھی	ایک پیالی
گاجر	ایک پیالی
سبز مرچ	بارہ عدد
سویا ساس	دو بڑے چمچے
زیتون کا تیل	حسب ضرورت
سیاہ مرچ، نمک	حسب ذائقہ
یخنی	دو پیالی

ترکیب

گاجر اور بند گوبھی کو باریک کاٹ لیں، سبز مرچ درمیان سے چیر دیں اور پیاز کاٹ لیں، مرغ کے ٹکڑوں کو تیل میں تل لیں، گاجر اور بند گوبھی کو ابال لیں، اب مرغ کے ساتھ مرچیں، پیاز اور تمام اشیا دو پیالی پانی میں ڈال کر پکائیں، پانچ منٹ بعد دو پیالی یخنی اور کارن فلور ملا دیں، جب گوشت گل جائے تو اتار لیں، دم دے کر سرو کریں۔

انار کا شربت

اشیاء

انار کا جوس	ایک کلو
گلاب کا عرق	ایک کلو
دانے دار چینی	ایک کلو

ترکیب

چینی کو باریک پیس لیں اور پھر گلاب کے عرق کے ساتھ اس چینی کو ملا کر کسی دیگچی یا قلعی کیے ہوئے برتن میں ڈال کر پندرہ منٹ تک پکائیں، پھر اس میں انار کا جوس ملا لیں، جوس ہلکے ہی سے نکال کر اور چھان کر تیار رکھنا چاہیے، پھر پندرہ منٹ تک آگ پر پکائیں جب یہ گاڑھے شربت کی طرح ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا ہو جانے پر بوتلوں میں بھر لیں۔

چکن نوڈلز لوف

اشیاء

نوڈلز	تین پیکٹ
(85 گرام فی، دو منٹ میں تیار ہونے والی)	
تازہ یا رسلے یا ہرا دھنیا	چوتھائی کپ

www.pakistanipoint.com
Waqar Azeem

(کترے ہوئے)	
مٹروں کے دانے	آدھا کپ
(تازہ یا فریز شدہ)	
چکن کارن سوپ	ایک بڑا پیکٹ
انڈے	دو عدد
(ہلکے سے پھینٹے ہوئے)	
ٹماٹو پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
نمک و سیاہ مرچ	حسب ذائقہ

ترکیب

سب اشیا اچھی طرح مکس کریں، 14+21+14 سینٹی میٹر کا ایک لمبوترا ڈبہ روٹی والا لے کر اسے اندر سے چکنا کر لیں، نوڈلز کو پیکٹ پر دی ہوئی ہدایات کے مطابق ابال کر سارے حل شدہ مسالے وسبزیاں ملائیں، ڈبل روٹی کے ٹن میں ڈال کر اوپر المونیم فوائل یا ڈھکن لگا کر گرم اوون میں 180 پر اتنی دیر پکائیں کہ نوڈلز سیٹ ہو جائیں، ٹھنڈا ہونے پر سلائس کی صورت میں کاٹ لیں۔

چکن فرائیڈ رائس

اشیاء

چاول	آدھا کلو
مرغی بغیر ہڈی کے ابلی ہوئی	سو گرام
انڈے	دو عدد
سویا ساس	پانچ کھانے کے چمچ
سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
گاجر کٹی ہوئی	دو عدد چھوٹی
چائنیز سالٹ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
ہری پیاز	دو عدد کٹی ہوئی
بند گوبھی	آدھی کٹی ہوئی

ترکیب

چاول ابال کر الگ کر لیں خیال رہے کہ چاول آدھے کچے اور آدھے ابلے ہوئے ہوں، تیل گرم کریں اور انڈے تل کر اس کے چھوٹے ٹکڑے کر لیں، چکن کے ٹکڑے، ہری پیاز، بند گوبھی، گاجر، کالی مرچ، نمک، چائنیز سالٹ، سویا سوس، سرکہ یخنی میں ملائیں اور پانچ سے سات منٹ تک پکائیں، چاول شامل کر کے دم آنے تک چھوڑ دیں، چکن فرائیڈ رائس تیار ہیں، سلاد اور چلی سوس کے ساتھ نوش فرمائیں ذائقے کو بڑھائے گا۔

اناس کا شربت

اشیاء

اناس	اٹھ چھٹانک
گلاب کا عرق	ڈیڑھ کلو
چینی دانے دار	اٹھ چھٹانک

ترکیب

پھلوں کو چھیل کر بے کار اور غیر ضروری حصہ نکال دیں، اب اناس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں، یہ ٹکڑے پتلے ہوں تو بہتر ہے، ایسے باریک چھوٹے اور پتلے ٹکڑوں کو آٹھ چھٹانک لے کر کلو بھر گلاب کے عرق کے ساتھ آگ پر آدھ گھنٹے تک رکھ کر پکائیں اور پھر اتار لیں۔

پھلوں کو گلاب کے عرق میں ہی کچل لیں تا کہ ان کا سارا عرق نکل جائے اور پھر کپڑے سے نکال لیں، بچے ہوئے گلاب کے عرق میں چینی پکائیں تا کہ شربت حاصل ہو سکے، دس منٹ بعد اناس کا رس اس میں ڈال دیں اور پندرہ منٹ تک اور پکنے دیں تا کہ یہ ایک جان ہو جائے، وہ چھٹانک پانی میں ایک تولہ ڈال کر استعمال کریں، یہ طاقت بخش ہے اور ہاضمہ کو درست رکھتا ہے، اس شربت کے بہت سے فائدے ہیں۔

☆☆☆

Nadar Azeem www.pakistanipoint.com

کس قیامت کے یہ نامے

فوزیہ شفیق

السلام وعلیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر خدمت ہیں۔

آپ سب کی صحت وسلامتی کی دعاؤں کے ساتھ۔

موسم سرما کے رخصت ہوتے ہی بہار کی دستک پر قدرت کی جلوہ گری رنگوں میں ڈھل کر چارسو خوبصورتی بکھیر دیتی ہے۔

خزاں کے بعد بہار خوش امیدی کا استعارہ ہے اور اس بات کا اعلان بھی کہ قانون قدرت میں کچھ بھی اٹل نہیں ہے موسم بدلتے رہتے ہیں، حالات بھی بدل جاتے ہیں کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے، لیکن قانون قدرت یہ بھی ہے کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے، حالات بدلنے کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

کٹھن حالات اور آزمائشیں کبھی ہمارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں اور کبھی قدرت ان کے ذریعے ہماری سوچ کو نکھارنے اور ہمیں کندن بنانے کا کام بھی لیتی ہے، اس میں شک نہیں اس وقت ہمارے ملک میں مسائل بہت ہیں لیکن وہیں وسائل کی بھی کمی نہیں بات صرف حوصلے اور یقین کی ہے۔

حکمرانی کی آرزو اور غلبہ حاصل کرنا طاقت کی فطرت ہے لیکن تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ طاقت کے ذریعے نہ دل جیتے جاسکتے ہیں نہ کسی قوم کو غلام بنایا جاسکتا ہے۔

اپنا بہت سا خیال رکھیے گا اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا جب بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے دعا کیجئے، اللہ کریم ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔

آیئے خطوط کی محفل میں چلتے ہیں لیکن پہلے ہم حسب عادت درود پاک، کلمہ طیبہ اور استغفار کا ورد کریں گے۔

یہ پہلا خط ہمیں عفت سجاد کا ملتان سے ملا ہے وہ لکھتی ہیں۔

یوں تو میں طویل عرصے سے حنا کی قاری ہوں، مگر اس میں خط پہلی مرتبہ لکھ رہی ہوں اس امید پر کہ فوزیہ آپی اپنے دامن میں ضرور جگہ دیں گیں۔

میرے خط لکھنے کی سب سے بڑی وجہ اُم مریم کا ناول ''امید جمال صبح'' ہے اُم مریم آپ کی تحریر کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے امید صبح جمال کے ہر کردار کو اتنے بہترین اور تفصیل سے لکھتی ہیں کہ وہ سب کردار ہماری زندگیوں کا حصہ لگنے لگتے ہیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ چلے۔

اب بات ہو جائے سدرۃ المنتہیٰ کے سلسلے وار ناول کی سدرہ بھی اتنا خوبصورت ناول کا ٹائٹل واہ کیا بات ہے آپ کے ٹائٹل کی۔

''اسیر عشق'' میں ہی ناول کی ساری کہانی کہانی ٹائٹل میں چھپی ہے عشق کے اسیر تو بہت سے نظر آتے ہیں بس مگر اسیر خود عشق کے گرد پروانہ وار منڈلائے کم ہی دیکھا، بس کرداروں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کے نام کہیں کہیں جا کر الجھا دیتے ہیں لیکن اس ماہ آپ نے قسط کیوں نہیں لکھی، ڈھونڈنے پر بھی جب نہ ملی تو مایوسی ہوئی ''اے عشق قضا نہ کرنا'' شفق افتخار کا ناولٹ اس ماہ کی سب سے اچھی تحریر لگی ہے، کوفت اس وقت ہوئی جب باقی آئندہ دیکھا کرداروں کو جس طرح شفق جی نے پھیلایا ہے لگتا ہے تین چار سے کم اقساط نہیں ہوں گی، سباس گل کا مکمل ناول ''کہو نہ پیار ہے'' ٹائٹل دیکھتے ہی پڑھنے لگ گئے اچھی تحریر تھی مگر ایک چیز جس نے بور کیا وہ سارے ناول میں آئی لو یو کی تکرار تھی، سباس جی جب بہت زیادہ کسی چیز کا استعمال کیا جائے تو وہ لفظ ہوں یا اشیاء زندگی انسان بے زار ہونے لگتا ہے، اس کے برعکس ناول کا ٹائٹل بہت شاندار تھا، مریم ماہ منیر کا ناول ''دلی'' مصنفہ نے بلاوجہ گھسیٹا ہے درد کے بعد اب تیسری قسط کی نوید سنائی جا رہی ہے، ناولٹ ''تیرے نام کی ٹھوکر'' کنیز زہرا کی اچھی کوشش تھی لیکن یہاں میں ایک بات ضرور جاننا چاہوں گی کہ بقول مصنفہ کے جب ہیرو اتنا امیر ترین تھا تو پھر وہ اس عام سے ہوٹل میں اپنی کزن کے ساتھ کیوں آیا، بات غور طلب ہے ''باد تو بہار'' مہرش طالب نے بھی اچھی کوشش کی تحریر مزید بہتر ہوسکتی تھی اگر وہ تھوڑی سی محنت اور کر لیتیں۔

اقراء الیاس کا مختصر افسانہ ''اک دیا جلائے رکھنا'' پسند آیا، ثنا کنول کے ''ویلنٹائن ڈے'' کے نام سے حسب عادت نصیحت بھری تحریر دی پڑھنے کو، فصیحہ آصف ''درد کی راہیں'' آگہی کے بعد عشاء بھٹی اور رابعہ افتخار کے بے پردہ بھی پسند آئیں۔

مستقل سلسلے بھی اچھے تھے، فوزیہ آپی پلیز فوزیہ غزل سے کہیں کہ وہ کسی تحریر کیساتھ آئیں عرصہ دراز سے وہ غائب ہیں۔

عفت سجاد اس محفل میں خوش آمدید چلیں طویل عرصے کے بعد ہی سہی آپ کو خیال تو آیا حنا کی محفل میں آنے کا، آپ کی پسندیدگی کی بہت شکریہ فوزیہ غزل کی تلاش میں تو ہم بھی ہیں فوزیہ غزل اگر آپ کی نظر سے حنا گزرے تو ہماری درخواست قبول کریں اور حنا میں لوٹ آئیں عفت سجاد ہم آپ کی رائے کے آئندہ بھی منتظر رہیں گے شکریہ۔

آنسہ بھٹی: ساہیوال سے تشریف لائیں ہیں وہ لکھتی ہیں۔

فروری کا شمارہ خوبصورت سرورق کے ساتھ ملا، حمد و نعت اور پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں ہمیشہ کی طرح لاجواب تھیں، ابن انشاء جی کی ''ادھر اُدھر'' کی باتیں سنتے بقیہ سروے میں کچھ سب مصنفین نے بہت اچھے جوابات دیئے، آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ کے ناول ''اسیر عشق'' کو بے تابی سے ڈھونڈا مگر یہ کیا وہ تو غائب تھیں، سدرہ آپی خیریت اس ناول کے دوران آپ کی یہ دوسری غیر حاضری ہے خیر واپس پلٹے اور ''امید بن جمال'' میں پہنچے حسب توقع سلمان اپنی ماں کے لیے امتحان بنا ہوا تھا، مریم آپ کی تحریروں کے ہیرو اتنے اکھڑ کیوں ہوتے ہیں، اپنی منوانے والے زور زبردستی محبت کا اظہار کروانے والے۔

اور اب یہ صندلین کس چکر میں ہے پلیز خدا کے لیے یہ جادو ٹونوں کو اپنی تحریر کا حصہ نہ بنایئے گا، ٹی وی چینلز ہی کافی ہے لوگوں کو گمراہی کی راہ پر چلانے کے لئے، سباس گل کا ناول ''کہو نا پیار ہے'' میں ایشا اور حمزہ کو خوب آئی لو یو کے گرد گھمایا۔

یہ کیا آپی مریم ماہ منیر کے ناول کے اینڈ پر اس بار بھی باقی آئندہ لکھا ہوا ہے یہ کیا بات ہوئی شفق افتخار کا ناولٹ ''اے عشق قضا نہ کرنا'' پہلی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

حصے نے ہی اپنی طرف متوجہ کر لیا، یقیناً یہ آگے چل کر انتہائی دلچسپ ہوتا جائے گا، ”بادِ نو بہار“ مہوش طالب کا ناولٹ پہلی مرتبہ یہ نام حنا کے صفحات پر نظر آیا، اچھی کوشش کی مہوش نے اگرچہ کہیں کہیں کہانی ان کی گرفت سے نکلی لیکن پھر بھی تسلسل برقرار رہا، زواریہ کے کردار نے متاثر کیا۔

افسانوں میں عشاء بھٹی کی تحریر میں پختگی نظر آئی اقراء الیاس نے ”اک دیا جلائے رکھنا“ اچھی کوشش کی جبکہ ثناء کنول کا ”ویلنٹائن ڈے“ ان کے روایتی انداز میں لکھا گیا تھا، ثناء اب تو ہمارے ملک میں لوگوں نے اس دن کو بری طرح رجسٹریشن کر دیا ہے، ”بے پردہ“ رابعہ افتخار کہانی حقیقت سے قریب تھی، مستقل سلسلے بھی بہترین تھے آپی پلیز کوئی ایسا سلسلہ شروع کریں کہ ہم مصنفین سے ان کے بارے میں جان سکیں پلیز اس پر غور کیجئے گا۔

آنسہ بھٹی خوش آمدید، فروری کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد ایک ایسا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جس میں آپ کی ملاقات مصنفین سے کروائی جائے گی اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا، ہم منتظر رہیں گے شکریہ۔

نزہت رحیم: کا سیالکوٹ سے ملا ہے وہ لکھتی ہیں۔

اس مرتبہ حنا کافی لیٹ ملا ٹائٹل کچھ خاص پسند نہیں آیا حمد و نعت اور پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتوں سے فیضیاب ہوئے جزاک اللہ سب سے پہلے سباس گل کا مکمل ناول ”کھونا پیار ہے“ پڑھا اور پسند آیا شکریہ، سباس گل آپ کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ ہر ایونٹ کے حساب سے تحریر لے کر حنا میں لازمی شرکت کرتی ہیں، مکمل ناول میں دوسرا نام مریم ماہ منیر کا ہے جو کہ ”دل“ نام سے لکھ رہی ہیں اچھی تحریر پسند آئی، شفق افتخار کا ناولٹ ”اے عشق قتل نہ کرنا“ کی پہلی قسط پڑھ کر اندازہ ہو گیا کہ موضوع وہی پرانا ہے ہیرو کی پہلی منظور نظر کا مر جانا اور دوسری ہیروئن کی انٹری ہو گی اس ناول میں یقیناً میرب ہی ہے موضوع اگرچہ پرانا ہے لیکن مصنفہ کے لکھنے کا انداز اسے منفرد بنا دیا ہے اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے جبکہ کنیز زہرا کا ناولٹ ”ٹھوکر“ کا سٹارٹ ہی دلچسپ تھا، اینڈ تک کہانی نے اپنی گرفت میں لئے رکھا، اس کے برعکس مہوش طالب بہار کے حوالے سے ”بادِ نو بہار“ لے کر آئیں مگر کچھ خاص متاثر نہ کر سکیں، اب بات ہو جائے حنا کے سب سے پسندیدہ تحریر ”امید صبح جمال“ کی ام مریم آپ کے یہ نام دل گزیدہ کے برعکس ہے، اس میں محبتیں، شوخیاں، شرارتیں، احساس اور ہیرو کا اکھڑ پن ایک مرتبہ ہمیں پھر پرانی ام مریم ”آخری جزیرہ“ کی خالق کی یاد دلا گیا، آپ پر یہی انداز سوٹ کرتا ہے، اتنی اچھی تحریر لکھنے پر مبارک باد، افسانوں اس مرتبہ بھی پسند آئے، مستقل سلسلوں میں سب کی تحریریں اچھی لگیں۔

دستر خوان ہمیشہ کی طرح مزے دار تھا جبکہ کس قیامت کے یہ نامے پڑھ کر بہت عرصے بعد میرا بھی دل کیا فوزیہ آپی کی محبتیں وصول کرنے کو۔

نزہت رحیم آپ بہت عرصے بعد اس محفل میں تشریف لائیں ہیں خوش آمدید فروری کا شمارہ آپ کے ذوق پر پورا اترا یہ جان کر ہماری محنت وصول ہو گی، آپ کی پسندیدگی ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جا رہی ہیں اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے شکریہ۔

☆☆☆